غلط فہمیاں اور اُن کی اِصلاح

مُکمّل

مولانا تطہیر احمد رضوی بریلوی

عُبَیدِ غوثِ وخواجہ رضا وکُل اولیاء
محمد جمال الدین خان قادری رضوی
ضلع بہرائچ شریف یو. پی. الہند
موبائل نمبر : ← 7860520899

اِسلامی کُتب خانہ
دھونرہ، بریلی شریف (یوپی)

اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

إِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْإِسْلَام

بے شک اللہ کے یہاں مذہب
صرف اسلام ہے۔ (القرآن)

غلط فہمیاں اور ان کی اصلاح

المرتب

(مولانا) تطہیر احمد بریلوی

نوٹ: یہ کتاب اب تک دو حصوں میں تھی۔ اس ایڈیشن میں دونوں حصے کچھ اور اضافوں کے ساتھ جمع کر دیئے گئے ہیں۔

ناشر

اسلامی کتب خانہ، رضا مارکیٹ
قصبہ دھونرہ، بریلی شریف، پن: ۲۴۳۲۰۴

نام کتاب : غلط فہمیاں اور انکی اصلاح

نام مرتب : (مولانا) تطہیر احمد بریلوی

ناشر : اسلامی کتب خانہ دھونرہ، ضلع بریلی شریف، یو۔پی۔انڈیا

کمپوزنگ : محمد عمران خاں تحسینی M.Sc. (CS)

تصحیح : مولانا تنظیف احمد بریلوی مدرسہ برکات العلوم، سہسوان ضلع بدایوں

جدید اضافہ شدہ ایڈیشن : ۱۴۳۵ھ مطابق ۲۰۱۴ء

تعداد : ۵۰۰۰

قیمت : 100

ملنے کے پتے

مکتبہ امجدیہ، مٹیا محل، جامع مسجد دہلی

اعلیٰ حضرت دار الکتب، ۲۸، اسلامیہ مارکیٹ، بریلی

مکتبہ رحمانیہ رضویہ، درگاہ اعلیٰ حضرت، سوداگران، بریلی شریف، یو۔پی۔

قادری کتاب گھر، نومحلہ مسجد، بریلی، یو۔پی۔

مکتبہ المصطفیٰ، بہاری پور ڈھال، بریلی۔

برکاتی بک ڈپو، نومحلہ مسجد، بریلی، یو۔پی۔ مکتبہ مشرق، کانکر ٹولہ، بریلی

اسلامی کتب خانہ، الجامعۃ الرضویہ برکات العلوم سہسوان ضلع بدایوں

قادری بک ڈپو، نومحلہ مسجد، بریلی، یو۔پی۔

حارث بک ڈپو، چوک بدھ بازار، ٹنڈن مارکیٹ، مراد آباد

رحمانی کتب خانہ، میاں ٹولہ نالہ اسٹریٹ بریلی۔

پیش لفظ

آنے والے صفحات میں بعض وہ ضروری احکامِ شرع جمع کیئے گئے ہیں جن سے ہمارے بہت سے مسلمان بھائی بے خبر ہیں یا وہ مسائل واحکام کے معاملے میں کچھ کا کچھ سمجھے ہوئے ہیں مذہبِ اسلام ایک درمیانی راستہ ہے جو نہ اتنا مشکل اور دشوار ہے کہ اسکو اپنانا اور اُس پر چلنا ممکن نہ ہو اور نہ اتنا آسان کہ انسان کو اسکی خواہشات اور نفسانی تقاضوں پر چھوڑ دیا جائے اور مذہب کو بالکل آزاد خیالی بے راہ روی یا غنڈہ گردی بنا دیا جائے۔

یہی وجہ ہے کہ اسلام کو انسان نے بڑی تیزی کے ساتھ قبول کیا اور آناً فاناً وہ دنیا کا سب سے زیادہ مقبول مذہب بن گیا اور کسی ایک طبقے، نسل یا گروہ اور علاقے کا نہیں بلکہ ساری دنیا میں ہر نسل، ہر علاقے اور ہر طبقے کے لوگ اسلام سے وابستہ ہو گئے۔ چھوٹے، بڑے، امیر، غریب، سلطان اور رعایا، دیہاتی اور شہری، کمزور و طاقتور، کالے اور گورے ہر قسم اور ہر علاقے، ملک و وطن کے لوگ اب بھی مسلمان نظر آئیں گے اور پہلے بھی ہوتے رہے ہیں اور آج زمین کے چہرے

پر بسنے والے انسانوں میں سب سے بڑی آبادی اسلام کے نام لیواؤں کی ہے۔اگر چہ اب کافی لوگ برائے نام ہی مسلمان ہیں حقیقت یہ ہے کہ اگر آج اہل اسلام، اسلام کے اصول وضوابط کی پابندی کر کے صحیح معنی میں مسلمان بن جائیں تو دنیا میں جو لوگ ابھی اسلام کی لذّت سے نا آشنا ہیں وہ سب اسلام کے دامن سے وابستہ ہو کر مسلمان بن جائیں گے اور بہت جلد دنیا میں صرف ایک ہی مذہب ہوگا اور وہ اسلام۔مگر افسوس کہ آج مسلمانوں نے ہی اسلام چھوڑ دیا اور وہ کفر اور اُسکے شِعار کو اپنا کر بڑے خوش نظر آرہے ہیں۔

مچھلی نے ڈھیل پائی ہے لقمے پہ شاد ہے
صیّاد شادماں ہے کہ کانٹا نِگل گئی!

ان میں کچھ لوگ تو وہ ہیں کہ اپنے دنیاوی بے جا شوق، ارمان اور خواہشات پُوری کرنے کیلئے دولت کمانے میں اتنے مصروف ہیں کہ انہیں اسلام کو سمجھنے اور اسکی خوبیوں سے واقف ہو کر عمل کرنے کیلئے سوچنے کا ہی موقع میسّر نہیں اور شاید انہیں مرنے سے پہلے یہ موقع مل بھی نہیں پائے گا موت ہی انکی آنکھیں کھولے گی اور انہیں سوتے سے جگائیگی بے ہوشی دور کریگی لیکن اسکے باوجود ایسے لوگوں کی تعداد بھی کافی

ہے جو اسلام کی خوبیوں سے واقف ہیں اور چاہتے ہیں کہ ہم اسلام کو طرزِ زندگی بنائیں لیکن کچھ اسباب انکی راہ میں حائل ہیں ایسے اپنے بھائیوں کیلئے عنقریب میرا ارادہ ایک چھوٹی سی کتاب مرتّب کرنے کا ہے جس کو پڑھ کر اُن کیلئے راستہ آسان ہو سکے اور توفیق ربِّ کریم کی طرف سے ہے۔ **وَمَا تَوۡفِيۡقِيۡۤ اِلَّا بِاللّٰهِ تَعَالٰى** آئندہ اوراق کوئی باقاعدہ کتاب نہیں ہیں بلکہ عوام سے رابطہ رکھنے ان میں رہنے سہنے کے بعد میں نے دیکھا کہ اسلام اور اسکے احکام سے متعلّق ان میں کچھ غلط فہمیاں رائج ہو گئی ہیں ان کو دیکھ کر میں نے چاہا کہ قلم بند کر کے اُن کی اصلاح کر دی جائے۔ خلاصہ یہ کہ یہ ایک عوامی جائزہ ہے جو آپکے پیشِ نظر ہے۔

تصنیف و تالیف کا مشغلہ ہو یا وعظ و تقریر کا کام ہمارا آئڈیل آج کے پُرفتن دور میں مسلکِ اعلیٰ حضرت ہے جو اسلام و سنّت کا صحیح ترجمان ہے اور وُہ مجدّدِ امّت اعلیٰحضرت مولٰینا احمد رضا خاں صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان کی تصنیف کردہ ایک ہزار سے زیادہ کتابیں، فتاویٰ و رسائل ہیں جو اب دنیا بھر میں شائع و ذائع ہیں۔

ساتھ ہی ساتھ مساجد کے ائمہ ہوں یا مقرّرین و واعظین ہر قسم کے مصلحین سے میری گذارش ہے کہ وہ عوام کی اصلاح کبھی جھڑک کر یا

ڈانٹ کرنہ کریں بلکہ پیار ومحبت سے انہیں حقیقتِ مسئلہ سمجھائیں اگر مان جائیں تو ٹھیک ورنہ انہیں ان کے حال پر رہنے دیں اَن پڑھ ناخواندہ لوگوں سے بحث ومباحثہ اور مسائل میں جھگڑا کرنے سے حدیثِ پاک میں منع کیا گیا ہے۔

تطہیر احمد رضوی بریلوی

ضروری نوٹ: اہل علم سے گزارش ہے کہ کتاب میں کوئی کمی یا غلطی نظر آئے یا کوئی حوالہ درست نہ ہو یا کسی بات مین کسی کو کوئی شک ہو تو بذریعۂ خط وکتابت مطلع فرمائیں۔ میں شکر گزار رہوں گا۔

پتہ یہ ہے:

تطہیر احمد رضوی
پوسٹ دھونرہ، ضلع بریلی
یوپی، انڈیا

Tatheer Ahmad Razvi
Post Dhounra, Dist.
Bareilly
U.P. India

Pin : 243204

Phone : 0581-3252466, 9319295813, 9319371323

فہرست مضامین

اللہ تعالیٰ کو اوپر والا کہنا

کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کا نام لینے کے بجائے اس کو اوپر والا بولتے ہیں۔ یہ نہایت غلط بات ہے بلکہ اگر یہ عقیدہ رکھ کر یہ لفظ بولے کہ اللہ تعالیٰ اوپر ہے تو یہ کفر ہے۔ کیونکہ اللہ کی ذات اوپر نیچے آگے پیچھے، داہنے بائیں تمام سمتوں ہر مکان اور ہر زمان سے پاک ہے برتر و بالا ہے۔ ان سب جہات یعنی سمتوں پورب، پچھّم، اتر، دکھن، اوپر، نیچے، داہنے، بائیں، آگے، پیچھے، زمان و مکان کو اسی نے پیدا کیا ہے تو اللہ تعالیٰ کیلئے یہ نہیں بولا جا سکتا کہ وہ اوپر ہے یا نیچے ہے پورب میں ہے یا پچھّم میں ہے کیونکہ جب اس نے ان چیزوں کو پیدا نہیں کیا تھا وہ تب بھی تھا کہاں تھا اور کیا تھا اسکی حقیقت کو اس کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ اگر کوئی کہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہے تو اس سے یہ پوچھا جائے کہ جب اس نے عرش کو پیدا نہیں کیا تھا تو وہ کہاں تھا؟ یونہی اگر کوئی کہے کہ اللہ تعالیٰ اوپر ہے تو اس سے پوچھا جائے کہ اوپر کو پیدا کرنے سے پہلے وہ کہاں تھا؟

ہاں! اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کو اوپر والا اس خیال سے کہے کہ وہ سب سے بلند و بالا ہے اور اُس کا مرتبہ سب سے اوپر ہے تو یہ کفر نہیں ہے لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ کے لئے ایسے الفاظ بولنا صحیح نہیں جن سے کفر کا شبہ ہو اور اللہ تعالیٰ کو اوپر والا کہنا بہر حال منع ہے جس سے بچنا ضروری ہے۔

کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کو ''اللہ'' کہنے کے بجائے صرف ''مالک'' کہتے ہیں کہ مالک نے جو چاہا تو ایسا ہو جائے گا یا مالک جو کرے گا وہ ہوگا وغیرہ وغیرہ یہ بھی اچھا اور اسلامی طریقہ نہیں۔ سب سے زیادہ سیدھی سچی اچھی بات یہ ہے کہ اللہ کو

اللہ ہی کہا جائے۔ کیونکہ اُس کا نام لینا عبادت ہے۔ اور اُس کا ذکر کرنا ہی انسان کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد اور مسلمان کی پہچان ہے۔ یعنی یوں کہنا چاہئے کہ اللہ جو چاہے گا وہ ہوگا، اللہ جو کرے گا وہ ہوگا۔

بول چال میں کفری کلمات کا استعمال

عام لوگ بات چیت میں کلماتِ کفر بول کر اسلام سے خارج ہو جاتے ہیں اور خواہ مخواہ ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں اسکا خیال رکھنا نہایت ضروری ہے کیونکہ ہر گناہ کی بخشش ہے لیکن اگر کفر بک کر ایمان کھو دیا تو بخشش و مغفرت اور جنّت میں جانے کی کوئی صورت نہیں بلکہ سب دن جہنّم میں جلنا لازمی ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شام کو آدمی مؤمن ہوگا تو سویرے کو کافر، اور صبح کو مؤمن ہوگا تو شام کو کافر۔

کلماتِ کفر کتنے ہیں اور کس کس بات سے کفر لازم آتا ہے اسکی تفصیل بیان کرنا دشوار ہے لیکن ہم اپنے عوام بھائیوں کیلئے چند ہدایات لکھے دیتے ہیں انشاء اللہ ایمان سلامت رہے گا۔

(۱) آپ با ادب ہو جائیے اللہ تعالیٰ اس کے رسول، فرشتے، خانہ کعبہ، مساجد، قرآنِ کریم، دینی کتابیں، بزرگانِ دین، علماء کرام، والدین ان سب کا ادب تعظیم اور محبت دل میں بٹھا لیجئے با ادب انسان کا دل ایک کھرے کھوٹے کو پرکھنے کی ترازو ہو جاتا ہے کہ نہ خود اس کے منھ سے غلط بات نکلتی ہے اور کوئی بکے تو اسکو ناگوار گذرتی ہے۔ اسی لئے ان پڑھ باادب اچھا ہے پڑھے لکھے بے ادب سے خدائے تعالیٰ فرماتا ہے --- وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى

الْقُلُوْبِ ط ''جو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری ہے۔''

(۲) ہنسی مزاق، تفریح و دل لگی کی عادت مت بنایئے اور کبھی ہو تو اسمیں دینی مذہبی باتوں کو مت لایئے۔ خدائے تعالیٰ اس کی ذات و صفات، انبیاء کرام، ملائکہ، جنّت و دوزخ، عذاب و ثواب، نماز و روزہ وغیرہ احکامِ شرع کا ذکر ہنسی تفریح میں کبھی نہ لایئے ورنہ ایمان کیلیے خطرہ پیدا ہوسکتا ہے شعائر الٰہیہ کے ساتھ مزاق و استھزا کفر ہے۔

(۳) بعض لوگ اس قسم کی باتیں سب کو خوش کرنے کیلیے بول دیتے ہیں جن کا بولنا اور برضا و خوشی سننا کفر ہے ایسی باتیں کرنے والوں سے دور رہنا ضروری ہے مثلاً سب دھرم سمان ہیں، خدمتِ خلق ہی دھرم ہے، دیش پہلے ہے دھرم بعد میں، ہم پہلے فلاں ملک کے باسی ہیں اور مسلمان بعد میں، رام رحیم دونوں ایک ہیں، وید و قرآن میں کوئی فرق نہیں، مسجد و مندر دونوں خدا کے گھر ہیں یا دونوں جگہ خدا ملتا ہے، نماز پڑھنا بیکار آدمیوں کا کام ہے، روزہ وہ رکھے جس کو کھانا نہ ملے، نماز پڑھنا نہ پڑھنا سب برابر ہے ہم نے بہت پڑھ لی کچھ نہیں ہوتا ہے یہ سب کلمات خالص کفر، غیر اسلامی کافروں کی بولیاں ہیں جن کو بولنے سے آدمی کافر، اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

سیاسی لوگ اس قسم کی باتیں غیر مسلموں کو خوش کرنے، اُن کے وُوٹ لینے کے لئے بکتے ہیں حالانکہ دیکھا یہ گیا ہے کہ وہ ان سے خوش بھی نہیں ہوتے اور اپنے ہی دھرم والوں کو عموماً ووٹ دیتے ہیں اس طرح ان نیتاؤں کو نہ دنیا ملتی ہے نہ دین۔ اور جن غیر مسلموں کے ووٹ آپکو ملنا ہیں وہ اپنا دین و ایمان بچا کر بھی مل سکتے ہیں پھر یہ کہ چند روز کی دنیا اقتدار، نوٹوں اور ووٹوں کی خاطر

کیا اپنا ایمان بیچا جائے گا؟

(۴) مسلمانوں میں جو نئے نئے فرقے رائج ہوئے ہیں ان سے دور رہنا نہایت ضروری ہے، یہ ایمان وعقیدے کیلئے سب سے بڑا خطرہ ہیں مذہبِ اہلسنّت کے بزرگوں کی روش پر قائم رہنا ایمان وعقیدے کی حفاظت کیلئے نہایت لازم ہے، اور مذہبِ اہلسنّت کی صحیح ترجمانی اس دور میں اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ و الرضوان نے فرمائی ہے ان کی تعلیمات خالص اسلام ہیں۔

فلمی گانوں میں کفریات

آج کل ہندوستان میں فلمی مناظر اور ان کے گانوں کے ذریعے بھی مسلمانوں کو کافر بنانے اور ایمان وعقیدے کو تباہ کرنے کی منظّم سازش چل رہی ہے فلم کی مزیداریوں اور اسکی لذّت اور گانوں کی لطف اندوزی کے سہارے ایسے ایسے کڑوے گھونٹ مسلم نسلوں کی گھانٹی سے اُتارے جا رہے ہیں جن سے کبھی وہ بہت دور بھاگتے تھے اور مسلمان انہیں بڑی آسانی سے اب ہضم کرتے چلے جا رہے ہیں، بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ آجکل فلموں، ٹیلی ویژنوں کے ذریعے کافر اپنے دھرموں کا پرچار کر رہے ہیں، ذیل میں ہم چند فلمی گانوں کے وہ اشعار قلم بند کر رہے ہیں جن کا کفر ہونا اتنا ظاہر ہے کہ اس کیلئے کسی عالم یا مولانا صاحب سے پوچھنے کی قطعی ضرورت نہیں ہے بلکہ ہر آدمی بھی جان سکتا ہے کہ یہ خالص کافرانہ بکواسیں ہیں:

خدا بھی آسماں سے جب زمیں پر دیکھتا ہوگا
میرے محبوب کو کس نے بنایا سوچتا ہوگا

اب آگے جو بھی ہو انجام دیکھا جائیگا
خدا تراش لیا اور بندگی کر لی

رب نے مجھ پر ستم کیا کیا ہے
سارے جہاں کا غم مجھے دے دیا ہے

ان گانوں کا جائزہ لیجئے اور دیکھئے اللہ جلّ شانہٗ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ آسمان سے جب دیکھتا ہوگا حالانکہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ ربُّ العزّت ہر شئی کو ہمیشہ سے دیکھتا ہے اور ہمیشہ دیکھے گا خدائے تعالیٰ کے بارے میں یہ بکواس کہ میرے محبوب کے بنانے والے کے بارے میں وہ سوچتا ہوگا حالانکہ ہر شئی کا بنانے والا صرف خدائے تعالیٰ ہی ہے۔ اور اس پروردگارِ عالم کے بارے میں یہ بکنا وہ سوچتا ہوگا حالانکہ اسکا علم سوچنے سے پاک ہے، یہ سب کھلے کفر ہیں۔ اسی طرح دوسرے گانے میں، خدا تراش لیا اور بندگی کر لی کتنا بڑا کفر ہے اسلام سے مزاق اور قرآنِ کریم سے ٹھٹّھا کیا گیا ہے جس کے کفرِ صریح ہونے میں جاہل مسلمان کو بھی شک نہیں ہے۔

تیسرے گانے میں پروردگارِ عالم کو ستمگر بتانا، اُس سے شکوہ کرنا اور اُس کی ناشکری کرنا کہ اُس نے سارے جہان کا غم مجھے دے دیا ہے، یہ سب وہ کفریات ہیں جو کتنے مسلمانوں سے بلوا کر کہلوا کر گانوں کے ذریعے انکے ایمان خراب کر دئے ہیں اور اسلامی حدود سے باہر لا کر کھڑا کر دیا ہے۔

ایمان وعقیدے سے زیادہ عمل کو اہمیت دینا

ہمارے کافی عوام بھائی کسی کی ظاہرداری نیکی اور کوئی اچھا کام دیکھ کر اسکی تعریف کرنے لگتے ہیں اور اس سے متأثر ہو جاتے ہیں جبکہ اسلامی نقطۂ نظر سے کوئی نیکی اس وقت تک کارآمد نہیں ہے جب تک کہ اسکا ایمان وعقیدہ دُرست نہ ہو۔

رسول اللہ ﷺ نے جب اعلانِ نبوّت فرمایا تھا تو پہلے نماز وزکوٰۃ، روزہ وحج احکام واعمال کا حکم نہیں دیا تھا بلکہ یہ فرمایا تھا کہ اللہ کو ایک مانو بتوں کی پوجا و پرستش سے باز آؤ اور مجھ کو اللہ کا رسول مانو، آج بھی جب کسی کافر کو مسلمان کرتے ہیں تو سب سے پہلے اُس کو نماز روزے ادا کرنے، اچھائیاں کرنے اور برائیاں چھوڑنے کا حکم نہیں دیا جاتا بلکہ پہلے کلمہ پڑھا کر مسلمان کیا جاتا ہے پھر بعد میں اچھائی برائی اور احکامِ اسلام سے اس کو آگاہ کیا جاتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص اُحد پہاڑ کے برابر بھی سونا راہِ خدا میں خرچ کرے خدائے تعالیٰ قبول نہیں فرمائیگا جب تک کہ وہ تقدیر پر ایمان نہ لائے۔ (مشکوٰۃ شریف، صفحہ ۲۳)

اس حدیث سے خوب واضح ہو گیا کہ جو اسلام کے لئے ضروری عقائد نہ رکھتا ہو اسکی کوئی نیکی نیکی نہیں۔

قرآن کریم میں بھی فرمانِ خداوندی ہے ''یہ قرآن ہدایت ہے متقین کیلئے جو بغیر دیکھے ایمان لائے ہیں، اور نماز ادا کرتے اور ہمارے دیئے ہوئے مال میں سے (ہماری راہ) میں خرچ کرتے ہیں'' (پارہ ۱ رکوع ۱)

اس آیتِ کریمہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے نماز اور راہِ خدا میں خرچ سے پہلے ایمان کا ذکر فرمایا ہے۔

خلاصہ یہ کہ جس شخص کا ایمان و عقیدہ درست نہ ہو یا وہ غیر اسلامی خیالات وعقائد رکھتا ہو اس سے کبھی متأثر نہیں ہونا چاہئے نہ اس کی تعریف کرنا چاہئے خواہ وہ کتنے ہی اچھے کام کرے۔

قرآن کریم میں غیر اسلامی عقائد رکھنے والوں کی نیکیوں اور ان کے کارناموں کو بیکار وفضول فرمایا گیا ہے اور اس کی مثال اس غبار سے دی گئی ہے جو کسی چٹان پر لگ جاتی ہے پھر اُسے بارش دھو کر بہا دیتی ہے اور اس کا نام ونشان تک باقی نہیں رہتا۔

لیٹرین میں قبلہ کی طرف منھ یا پیٹھ کرنا

حدیث شریف میں ہے اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"جب تم میں سے کوئی رفع حاجت کرے تو قبلے کی طرف نہ منھ کرے اور نہ پیٹھ۔" (مشکوٰۃ شریف، صفحہ ۴۲)

اس کے برخلاف عوام تو عوام بعض خواص اہلِ علم تک میں اس بات کا خیال نہیں رکھا جاتا اور پاخانہ پیشاب کے وقت عام طور سے لوگ قبلے کی جانب منھ یا پیٹھ کر لیتے ہیں، گھروں میں بیت الخلا (لیٹرین) بناتے وقت مسلمانوں کو خاص طور سے اس اَمر کا خیال رکھنا چاہئے کہ بیٹھنے کی سیٹ اس طرح لگائی جائے کہ استنجاء کرنے والے کا نہ منھ کعبے کی طرف ہو اور نہ پیٹھ۔ ہندوستان میں لیٹرین کی سیٹیں اتّر دکھّن رکھی جائیں پورب اور پچھّم نہ رکھی جائیں، اگر کسی کے یہاں

غلطی سے لیٹرین کی سیٹ پورب پچھّم لگی ہوتو ہزار پانچ سو روپئے کے خرچ کی فکر نہ کرے فوراً اُسے اُکھڑ وا کر اُتّر دکھن کرا لے، ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اُس کی یہ بات پسند آجائے اور اُس کی بخشش ہو جائے۔ دراصل ادب نہایت ضروری ہے، بے ادبی سے محرومی آتی ہے خیر و برکت اُٹھ جاتی ہے، نحوست انسان کو گھیر لیتی ہے۔ اور ادب سے خیر و برکت آتی ہے رحمت برستی ہے۔ زندگی پُرسکون اور بارونق ہوجاتی ہے۔

نماز جنازہ کے بعد اسی وضو سے دوسری نماز پڑھنے کا مسئلہ

بعض جگہ لوگ سمجھتے ہیں کہ جس وضو سے نمازِ جنازہ پڑھی ہو اس سے دوسری نماز نہیں پڑھی جاسکتی حالانکہ یہ غلط اور بے اصل بات ہے۔ بلکہ اسی وضو سے فرض ہوں یا سُنّت و نفل ہر نماز پڑھنا درست ہے۔

میّت کو غسل دینے کے بعد غسل کرنے کا مسئلہ

میّت کو غسل دینے کے بعد غسل کرنا بہتر و مستحب ہے لیکن ضروری نہیں کہ جس نے میّت کو غسل دیا ہو وہ بعد میں خود غسل کرے اسکو ضروری خیال کرنا غلط ہے۔

کیا ستر کُھل جانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟

عوام میں جو مشہور ہے کہ گھٹنا اور ستر اپنا یا پرایا دیکھنے سے وضو جاتا رہتا ہے یہ ایک بے اصل بات ہے۔ گھٹنا یا ران وغیرہ کھلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ ہاں

بغیر ضرورت ستر کھلا رہنا منع ہے اور دوسروں کے سامنے ستر کھولنا حرام ہے۔
(بہارِ شریعت، حصّہ دوم، صفحہ ۲۸)

لوٹے یا گلاس کو پانچ انگلیوں سے پکڑنے کا مسئلہ

پانی سے بھرے لوٹے یا برتن کو پانچ انگلیوں سے پکڑنے کو برا جانا جاتا ہے اور مکروہ خیال کیا جاتا ہے حالانکہ یہ محض ایک جاہلانہ خیال ہے، پانچ انگلیوں سے اگر لوٹے کو پکڑ لیا جائے تو اس سے پانی میں کوئی خرابی نہیں آتی۔

دودھ پیتے بچے کا پیشاب پاک ہے یا ناپاک؟

کچھ لوگ سمجھتے ہیں کہ دودھ پیتے بچوں کا پیشاب پاک ہے، حالانکہ ایسا نہیں، انسان کا پیشاب مطلقاً ناپاک ہے خواہ وہ دودھ پیتے بچوں کا ہو یا بڑوں کا۔ (ملخصاً فتاویٰ رضویہ، جلد۲، صفحہ ۱۴۶)

حلال جانوروں کے پیشاب کی چھینٹوں کا حکم

بہت لوگ حلال جانوروں کے پیشاب کی چھینٹیں اگر بدن یا کپڑے پر لگ جائیں تو وہ خود کو ناپاک خیال کر لیتے ہیں یہاں تک کہ دھونے یا کپڑے بدلنے کا موقع نہ ملے تو نماز چھوڑ دیتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"بیلوں کا گوبر، پیشاب نجاستِ خفیفہ ہے۔ جب تک چہارم کپڑا نہ بھر جائے یا متفرّق اتنی بڑی ہوں کہ جمع کرنے سے چہارم کپڑے کی مقدار ہو جائے کپڑے کو نجاست کا حکم نہ دیں گے اور اس سے نماز جائز ہوگی اور بالفرض اس

سے زائد بھی دھبّے ہوں اور دھونے سے سچی مجبوری یعنی حرجِ شدید ہو تو نماز جائز ہے۔" (فتاویٰ رضویہ، جلد۲، صفحہ۱۶۱)

حدیث شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا اُكِلَ لَحمَهٗ فَلَا بَاسَ بِبَوْلِهٖ

جس کا گوشت کھایا جاتا ہے اُس کے پیشاب میں زیادہ حرج نہیں۔

یعنی اُس کا پیشاب زیادہ سخت ناپاک نہیں۔

(مشکوٰۃ، باب التطہیر النجاسات، صفحہ۵۳)

خلاصہ یہ ہے کہ حلال جانور مثلاً گائے، بھینس، بیل، بکری کا پیشاب نجاستِ خفیفہ ہے، کپڑے یا بدن کے کسی عضو کا جب تک چوتھائی حصّہ اس میں ملوّث نہ ہو نماز پڑھی جا سکتی ہے اور معمولی چھینٹے جو عام طور پر کسانوں کے کپڑوں اور بدن پر آجاتی ہیں جن سے بچنا نہایت مشکل ہے ان کے ساتھ تو بلا کراہت نماز جائز ہے اور نماز چھوڑنے کا حکم تو کسی صورت میں نہیں خواہ مجبوری کی حالت میں نجاست کیسی ہی اور کتنی ہی ہو اور دھونے اور بدلنے کی کوئی صورت نہ ہو تو یونہی نماز پڑھی جائے گی، کپڑے نہ ہوں تو برہنہ بدن نماز پڑھی جائے گی۔ یہ جو جاہل لوگ معمولی باتوں پر کہہ دیتے ہیں کہ ایسی نماز پڑھنے سے تو نہ پڑھنا اچھا، یہ اُن کی جہالت و گمراہی ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ مجبوری کی حالت میں نماز چھوڑنے سے ہر طرح نماز پڑھنا اچھا ہے۔

پرندوں کی بیٹ (پاخانے) کا مسئلہ

جو پرندے اونچے نہیں اُڑتے، زمین پر رہتے ہیں جیسے مرغی اور بطخ۔ اُن کی بیٹ یعنی پاخانہ، انسان کے پاخانے اور پیشاب کی طرح نجاستِ غلیظہ ہے۔

اور جو پرندے اوپر اُڑتے ہیں اُن میں جو حلال ہیں اُن کی بیٹ پاک ہے جیسے کبوتر، فاختہ، مُرغابی، مینا، گھریلو چڑیا، گلگچیا وغیرہ اور جو پرندے حرام ہیں جیسے کوّا، چیل، شکرا، باز۔ اُن کی بیٹ نجاستِ خفیفہ ہے۔ اُس کا وہی حکم ہے جو حلال جانوروں کے پیشاب کا ہے۔

حیض ونفاس والی عورت کو منحوس سمجھنا

زچگی اور ماہواری میں عورتوں کے ساتھ کھانے پینے اور ان کا جھوٹا کھانے میں حرج نہیں ہندوستان میں جو بعض جگہ ان کے برتن الگ کر دیئے جاتے ہیں ان کے ساتھ کھانے پینے کو برا جانا جاتا ہے یا ان کے برتنوں کو ناپاک خیال کیا جاتا ہے یہ ہندوؤں کی رسمیں ہیں ایسی بیہودہ رسموں سے احتیاط لازم ہے۔ البتہ اس حالت میں مرد کا اپنی عورت سے ہمبستری کرنا حرام ہے۔

نفاس کی مدّت

اکثر عورتوں میں یہ رواج ہے کہ بچّہ پیدا ہونے کے بعد جب تک چلّہ پورا نہ ہو، چاہے خون آنا بند ہو گیا ہو نہ نماز پڑھیں نہ روزہ رکھیں اور نہ اپنے کو نماز کے لائق جانیں یہ محض جہالت ہے۔ جب نفاس یعنی خون آنا بند ہو جائے اسی وقت سے نہا کر نماز شروع کر دیں اور اگر نہانا نقصان کرے تو تیمّم کر کے نماز پڑھیں۔ یعنی نفاس کی مدّت چالیس دن ضروری خیال کرنا غلط فہمی ہے۔ جب تک خون آئے تبھی تک عورت نفاس میں مانی جائے گی۔ ہاں اگر چالیس دن گزرنے کے بعد بھی خون آنا بند نہ ہو تو چالیس دن کے بعد نہا کر نماز پڑھے گی اور جن دنوں میں اُس پر نماز روزہ فرض ہے اُن دنوں میں شوہر اور بیوی کا ہم بستر ہونا بھی جائز ہے۔

کیا بچّے کو دودھ پلانے سے عورت کا وضو ٹوٹ جاتا ہے؟

بعض جگہ جاہلوں میں یہ مشہور ہو گیا ہے کہ عورت اگر بچّے کو دودھ پلائے اور باوضو ہو تو اُس کا وضو ٹوٹ جاتا ہے یہ ایک غلط بات ہے بچّے کو دودھ پلانے سے ہرگز وضو نہیں ٹوٹتا اور اُس کے بعد وضو پھر سے کئے بغیر نماز پڑھ سکتی ہے دوبارہ وضو کرنے کی حاجت نہیں۔

ہر ناپاکی پر غسل کرنا ضروری نہیں

اکثر دیکھا گیا ہے کہ لوگوں سے پوچھا کہ آپ نے نماز کیوں نہیں پڑھی تو وہ جواب میں کہتے ہیں کہ ہم نہائے ہوئے نہیں ہیں اور ہوتا یہ ہے کہ انہوں نے یا تو پیشاب کرنے کے بعد ڈھیلے یا پانی سے استنجا نہیں کیا ہے یا ان کے بدن اور کپڑے پر کہیں کوئی ناپاکی پیشاب یا گوبر یا کیچڑ وغیرہ کوئی گندگی لگ گئی ہے اور وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ان صورتوں میں غسل کرنا اور نہانا ضروری ہے اور خواہ مخواہ نماز چھوڑ کر بڑے گنہ گار ہوتے ہیں حالانکہ ان سب صورتوں میں نہانے کی ضرورت نہیں بلکہ بدن یا کپڑے کے جس حصّے پر ناپاکی لگی ہو اس کو دھونا یا کسی طرح اس ناپاکی کو دور کر دینا کافی ہے یا جس کپڑے پر ناپاکی ہے اس کپڑے کو بدل دیا جائے، یہ بھی اس صورت میں ہے کہ جب کہ ناپاکی دور کرنے یا اس کو دھونے پر قادر ہو ورنہ ایسے ہی ناپاک کپڑے میں نماز پڑھی جائے اور اگر تین چوتھائی (۳/۴) سے زیادہ کپڑا ناپاک ہو تو برہنہ یعنی ننگے بدن نماز پڑھے اور اگر ایک چوتھائی (۱/۴) پاک ہے باقی ناپاک تو واجب ہے کہ اسی کپڑے سے نماز پڑھے۔ (بہارِ شریعت حصّہ ۳، صفحہ ۴۶)

مگر یہ سب اسی وقت ہے جب کہ ناپاکی کو دور کرنے یا دھونے کی کوئی صورت نہ ہو اور بدن چھپانے کو کوئی اور پاک کپڑا نہ ہو۔

ان مسائل کی تفصیل جاننے کے لئے فتاویٰ عالمگیری، فتاویٰ رضویہ، بہار شریعت، قانون شریعت، نظام شریعت وغیرہ کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

خلاصہ کلام یہ کہ نماز کسی صورت میں چھوڑنے کی اجازت نہیں ہے اور ہر ناپاکی پر نہانا فرض نہیں، غسل فرض ہونے کی تو چند مخصوص صورتیں ہیں جیسے مرد کا عورت کے ساتھ ہمبستر ہونا، دونوں میں سے کسی کو احتلام ہونا یا جوش اور جھٹکوں کے ساتھ منی کا خارج ہونا، عورتوں کو حیض ونفاس آنا وغیرہا تفصیل کیلئے کتب فقہیہ کا مطالعہ کیجئے۔

نیند سے وضو کب ٹوٹتا ہے

اکثر دیکھا گیا ہے کہ مسجد کے اندر نماز کے انتظار میں لوگ بیٹھے ہیں اور انہیں نیند کی جھپکی آ گئی یا اونگھنے لگے تو وہ سمجھتے ہیں کہ ہمارا وضو ٹوٹ گیا اور وہ ازخود یا کسی کے ٹوکنے سے وضو کرنے لگتے ہیں یہ غلط ہے۔

مسئلہ یہ ہے کہ اونگھنے یا بیٹھے بیٹھے جھونکے لینے سے وضو نہیں جاتا۔

(بہار شریعت، حصہ دوئم، صفحہ ۲۷)

ترمذی اور ابو داؤد کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام مسجد شریف میں نماز عشاء کے انتظار میں بیٹھے بیٹھے سونے لگتے تھے یہاں تک کہ ان کے سر نیند کی وجہ سے جھک جھک جاتے تھے پھر وہ دوبارہ بغیر وضو کئے نماز پڑھ لیتے تھے۔ (مشکوٰۃ، باب مایوجب الوضو، صفحہ ۴۱)

نیند سے وضو تب ٹوٹتا ہے جب کہ یہ دونوں شرطیں پائی جائیں :

(۱) دونوں سرین اس وقت خوب جمے نہ ہوں۔

(۲) سونے کی حالت غافِل ہو کر سونے سے مانع نہ ہو۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۱، صفحہ ۱۷)

چت یا پیٹ یا کروٹ سے لیٹ کر سونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اکڑوں بیٹھا ہوا ور ٹیک لگا کر سو گیا تو بھی وضو ٹوٹ جائیگا، پاؤں پھیلا کر بیٹھے بیٹھے سونے سے وضو نہیں ٹوٹتا خواہ ٹیک لگائے ہوئے ہو، کھڑے کھڑے یا چلتے ہوئے یا بحالتِ نماز قیام میں یا رکوع میں یا دو زانوں سیدھے بیٹھ کر یا سجدے میں جو طریقہ مردوں کے لئے سُنّت ہے اس پر سو گیا تو وضو نہیں جائیگا۔ ہاں اگر نماز میں نیند کی وجہ سے زمین پر گر پڑا اگر فوراً آنکھ کھل گئی تو ٹھیک ورنہ وضو جاتا رہا، بیٹھے ہوئے اونگھنے اور جھپکی لینے سے وضو نہیں جاتا۔

کیا بیوی سے ہم بستری کرنے میں سارے کپڑے ناپاک ہو جاتے ہیں؟

کافی لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ شوہر بیوی کے ہم بستر ہونے سے ان کے سارے کپڑے ناپاک ہو جاتے ہیں یہ غلط ہے بلکہ جس کپڑے کے جس حصّے پر ناپاکی لگی ہو صرف وہی ناپاک ہے باقی پاک ہے کپڑے کے ناپاک حصّے کو تین (۳) بار دھو دیا جائے اور ہر بار دھو کر خوب نچوڑ لیا جائے تو پھر اسی کپڑے سے نماز پڑھ سکتے ہیں اور جس کپڑے پر ناپاکی مثلاً مرد یا عورت کی منی نہ لگی ہو وہ بغیر دھوئے پاک ہے۔

کتے کے بدن یا کپڑے سے چھو جانے کا مسئلہ

● کچھ لوگ سمجھتے ہیں کہ کتّے کا جسم اگر انسان کے جسم یا کپڑے سے لگ جائے تو وہ ناپاک ہو جاتا ہے۔ یہ انکی غلط فہمی ہے کتّے کا صرف چھو جانا ناپاکی نہیں لاتا، ہاں اگر کتّے کے جسم پر کوئی ناپاکی لگی ہو اور آپ جانتے ہیں کہ وہ ناپاک چیز ہے اور وہ اس کے جسم سے آپ کے لگ گئی تو جہاں لگی وہ جگہ ناپاک ہے یونہی کتّے کا پسینہ اور اسکا لُعاب (تھوک) بھی ناپاک ہے وہ بھی جہاں لگیگا ناپاک کر دیگا۔ اور ایسی کوئی صورت نہ ہو تو صرف چھو جانا اور بدن سے لگ جانا ناپاکی کے لئے کافی نہیں ہے۔

البتّہ کتّا پالنا اسلام میں منع ہے۔ ہاں اگر شکار یا حفاظت کے لئے واقعی ضرورت ہو شوقیہ اور بغیر خاص ضرورت کے نہ ہو تو اجازت ہے، تفصیل کے لئے دیکھئے: فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، قسط ۱، صفحہ ۱۹۶

کیا ڈھیلے سے استنجا کرنے کے بعد پانی سے دھونا ضروری ہے؟

کچھ لوگ سمجھتے ہیں کہ ڈھیلے سے استنجا کرنے کے بعد اگر پانی سے بھی استنجا نہیں کیا اور یونہی وضو کر کے نماز پڑھ لی تو نماز نہیں ہوگی۔ حالانکہ ڈھیلے سے استنجا کرنے کے بعد پانی سے دھونا ضروری نہیں۔ ہاں دونوں کو جمع کرنا افضل ہے۔ اگر صرف ڈھیلے سے استنجا کر لے کافی ہے اور صرف پانی سے کر لے تب بھی کافی اور دونوں کو جمع کرنا بہتر و افضل، اور یہ حکم دونوں صورتوں کے لئے ہے خواہ پاخانہ کیا ہو یا پیشاب۔

حدیث میں ہے ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے پیشاب فرمایا حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک برتن میں پانی لیکر پیچھے کھڑے ہو گئے حضور نے پوچھا یہ کیا ہے؟ عرض کیا استنجے کے لئے پانی ہے ارشاد فرمایا مجھ پر یہ واجب نہیں کیا گیا کہ ہر پیشاب کے بعد پانی سے طہارت حاصل کروں۔

(مشکوٰۃ، صفحہ ۴۴، سُنن ابوداوٗد، جلد ا، صفحہ ۷)

خلاصہ یہ کہ پاخانہ یا پیشاب کرنے کے بعد صرف مٹی کے ڈھیلوں یا پتھروں وغیرہ کسی بھی نجاست کو زائل یا خشک کرنے والی چیز سے استنجا کر لینا طہارت کے لئے کافی ہے۔ پانی سے دھونا ضروری نہیں ہاں افضل و بہتر ہے یا اگر نجاست موضع استنجا سے ایک روپیہ بھر بدن کے حصے پر پھیل گئی ہو تو پانی سے دھونا ضروری ہے۔ اس مسئلے کو تفصیل سے جاننے کے لئے دیکھئے:

فتاویٰ رضویہ جلد دوئم، صفحہ ۱۶۵

نوٹ: جو لوگ سفر میں رہتے ہیں وہ اپنے ساتھ اس مقصد کیلئے کوئی پرانا کپڑا رکھ لیا کریں یہ پانی نہ ملنے کی صورت میں طہارت کے لئے بہت کام آتا ہے۔

نماز میں داہنے پیر کا انگوٹھا سرکنے کا مسئلہ

عام طور سے دیہاتوں میں اس کو بہت بُرا جانتے ہیں۔ یہاں تک کہ نماز میں داہنے پیر کا انگوٹھا اگر تھوڑا بہت سرک جائے تو نماز نہ ہونے کا حکم لگا دیتے ہیں۔

بعض لوگ اس انگوٹھے کو نماز کی کِلیا یا کھونٹا کہتے بھی سنے گئے ہیں یہ سب جاہلانہ باتیں ہیں کسی بھی پیر کا انگوٹھا سرک جانے سے نماز میں کوئی خرابی

نہیں آتی۔ ہاں بلا وجہ نماز میں قصداً کوئی حرکت کرنا خواہ جسم کے کسی حصہ سے ہو عبث ومکروہ ہے۔

حضرت علامہ مفتی جلال الدین صاحب قبلہ امجدی فرماتے ہیں:

داہنے پیر کا انگوٹھا اپنی جگہ سے ہٹ گیا تو کوئی حرج نہیں، ہاں مقتدی کا انگوٹھا داہنے یا بائیں یا آگے یا پیچھے اتنا ہٹا کہ جس سے صف میں کشادگی پیدا ہو یا سینہ صف سے باہر نکلے تو مکروہ ہے الخ (فتاویٰ فیض الرسول، جلد ۱، صفحہ ۳۷۰)

خلاصہ یہ کہ عوام میں جو مشہور ہے کہ نماز میں داہنے پیر کا انگوٹھا اگر اپنی جگہ سے تھوڑا سا بھی سرک جائے تو نماز نہیں ہوتی یہ اُن کی جہالت اور غلط فہمی ہے۔

سجدے میں پیر کی انگلیوں کا پیٹ زمین پر نہ لگنا

اس مسئلہ سے کافی لوگ غافل ہیں اور پیر کی انگلیوں کے صرف سرے زمین سے لگ جانے کو سجدہ سمجھتے ہیں اور بعض کا تو صرف انگوٹھے کا سرا ہی زمین سے لگتا ہے اور باقی انگلیاں زمین کو چھوتی بھی نہیں اس صورت میں نہ سجدہ ہوتا ہے نہ نماز۔

سجدے میں پیر کی انگلیوں کے صرف سرے نہیں بلکہ انگلیوں پر زور دے کر قبلے کی طرف انگلیوں کا پیٹ زمین سے لگانا چاہئے۔

فتاویٰ رضویہ شریف جلد ۱، صفحہ ۵۵۶ پر ہے:

سجدے میں کم از کم ایک انگلی کا پیٹ زمین سے لگا ہونا فرض ہے اور پاؤں کی اکثر انگلیوں کا پیٹ زمین پر جما ہونا واجب۔

اذان کے وقت باتیں کرنا

اذان کے وقت باتوں میں مشغول رہنا ایک عام بات ہوگئی ہے عوام تو عوام بعض خواص اہلِ علم تک اسکا خیال نہیں رکھتے جب کہ حدیث شریف میں ہے: ''جو اذان کے وقت باتوں میں مشغول رہے اس پر خاتمہ بُرا ہونے کا خوف ہے۔''

مسئلہ یہ ہے کہ جب اذان ہو تو اتنی دیر کے لئے سلام، بات چیت اور جوابِ سلام تمام کام بند کر دے یہاں تک کہ قرآن مجید کی تلاوت میں اگر اذان کی آواز آئے تو تلاوت روک دے اور اذان غور سے سُنے اور جواب دے، راستہ چلنے میں اذان کی آواز آ جائے تو اتنی دیر کھڑا ہو جائے، سُنے اور جواب دے اگر چند اذانیں سُنے تو صرف پہلی کا جواب دینا سُنّت ہے اور سب کا دینا بھی بہتر ہے۔ (بہارشریعت، حصہ ۳، صفحہ ۳۶)

تکبیر کھڑے ہو کر سُننا

جب تکبیر کہنے والا حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاح کہے امام اور مقتدی جو وہاں موجود ہیں ان کو اسی وقت کھڑا ہونا چاہئے۔ مگر بعض جگہ شروع تکبیر سے کھڑے ہونے کا رواج پڑ گیا ہے اور وہ لوگ اس رواج پر اتنے اڑ جاتے ہیں کہ حدیثوں اور فقہی کتابوں کی پرواہ نہیں کرتے اور من مانی ضد اور ہٹ دھرمی سے کام لیتے ہیں۔ فتاوٰی عالمگیری جو بادشاہ اورنگزیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے اب سے تقریباً ساڑھے تین سو سال پہلے اُس دور کے سبھی بڑے بڑے علماء نے مشورے کے ساتھ لکھی، اُس میں ہے :

يَقُوْمُ الْقَوْمُ وَالْاِمَامُ اِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحُ
مؤذن جس وقت حَیَّ عَلَی الْفَلَاحُ کہے تب امام اور مقتدیوں کو کھڑا ہونا چاہیئے۔ (فتاوٰی عالمگیری، جلد ا، کتاب الصّلٰوۃ، باب الاذان، فصل ۲، صفحہ ۵۸)

جُمعہ کی دوسری اذان مسجد کے اندر دینا

فقہ حنفی کی تقریباً ساری کتابوں میں یہ بات صاف لکھی ہوئی ہے کہ کوئی اذان مسجد میں نہ دی جائے، خود حدیث شریف سے بھی یہی ثابت ہے اور کسی حدیث اور کسی اسلامی معتبر و مستند کتاب میں یہ نہیں ہے کہ کوئی اذان مسجد کے اندر دی جائے۔ مگر پھر بھی بعض جگہ کچھ لوگ جمعہ کی دوسری اذان مسجد کے اندر امام کے سامنے کھڑے ہو کر پڑھتے ہیں اور سُنّت پر عمل کرنے سے محروم رہتے ہیں اور محض ضد اور ہٹ دھرمی کی بنیاد پر رسولِ خدا ﷺ کی پیاری پیاری سُنّت چھوڑ دیتے ہیں۔ اور بعض جگہ پر تو لاؤڈ اسپیکر مسجد کے اندر رکھ کر پانچوں وقت اذان پڑھنے لگے ہیں۔ اس طرح اذان دینے والے اور دلوانے والے سب گنہ گار ہیں۔ فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

لَا یُؤَذَّنُ فِی الْمَسْجِدِ مسجد میں کوئی اذان نہ دی جائے۔

عالمگیری باب الاذان، فصل ۲، صفحہ ۵۵

کیا داہنی جانب سے اقامت کہنا ضروری ہے؟

آج کل یہ ضروری خیال کیا جاتا ہے کہ اقامت یا تکبیر جو جماعت قائم کرنے سے قبل مؤذّن لوگ پڑھتے ہیں اس میں پڑھنے والا امام کے پیچھے یا داہنی طرف ہو اور بائیں جانب کھڑے ہو کر تکبیر پڑھنے کو ممنوع خیال کرتے ہیں

حالانکہ تکبیر بائیں طرف سے پڑھنا بھی منع نہیں ہے۔سیّدی اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: ''اور اقامت کی نسبت بھی تعیین جہت کہ داہنی طرف ہو یا بائیں طرف فقیر کی نظر سے نہ گذری۔۔۔۔۔۔۔ہاں اس قدر کہہ سکتے ہیں کہ محاذات امام پھر جانب راست مناسب تر ہے۔'' (فتاویٰ رضویہ، جلد۲، صفحہ ۴۶۵)

خلاصہ یہ کہ امام کے پیچھے یا داہنی طرف سے پڑھنا زیادہ بہتر ہے لیکن بائیں طرف سے پڑھنا بھی جائز ہے۔اور اس سے نماز میں کوئی کمی نہیں آتی اور داہنی طرف کو ضروری خیال کرنا غلط فہمی ہے۔

نمازی کے سامنے سے گذرنا منع ہے ہٹنا گناہ نہیں

عام طور سے مساجد میں دیکھا گیا ہے کہ دو شخص آگے پیچھے نماز پڑھتے ہیں یعنی ایک پچھلی صف میں اور دوسرا اسکے سامنے اگلی صف میں۔اگلی صف میں نماز پڑھنے والا پیچھے والے سے پہلے فارغ ہو جاتا ہے اور پھر اسکی نماز ختم ہونے کا انتظار کرتا رہتا ہے کہ وہ سلام پھیرے تب یہ وہاں سے ہٹے اور اس سے پہلے ہٹنے کو نمازی کے سامنے سے گذرنا خیال کیا جاتا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے۔آگے نماز پڑھنے والا اپنی نماز پڑھ کر ہٹ جائے تو اُس پر گذرنے کا گناہ نہیں ہے۔نہ وہ نمازی کے سامنے سے گذرنے والے کے بارے میں وارد شدہ حدیث میں مذکور وعید کا مصداق ہے۔

خلاصہ یہ کہ نمازی کے سامنے سے گذرنا منع ہے ہٹنا منع نہیں ہے۔صدر الشریعہ حضرت مولانا امجد علی صاحب اعظمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''اگر دو شخص نمازی کے آگے سے گذرنا چاہتے ہوں اور سترہ کو کوئی چیز نہیں تو اُن میں سے ایک نمازی کے سامنے اُسکی طرف پیٹھ کر کے کھڑا ہو جائے

اور دوسرا اس کی آڑ پکڑ کے گذر جائے پھر وہ دوسرا اسکی پیٹھ کے پیچھے نمازی کی طرف پشت کر کے کھڑا ہو جائے اور یہ گذر جائے وہ دوسرا جدھر سے آیا اُسی طرف ہٹ جائے۔" (عالمگیری، ردُالمحتار، بہارِشریعت، حصہ سوم، صفحہ ۱۵۹)

اس سے ظاہر ہے کہ گذرنے اور ہٹنے میں فرق ہے اور گذرنے کا مطلب یہ ہے کہ نمازی کے سامنے ایک طرف سے آئے اور دوسری طرف نکل جائے یہ یقیناً ناجائز و گناہ ہے، اور اگر نمازی کے سامنے بیٹھا ہے اور کسی طرف ہٹ جائے تو یہ گذرنا نہیں ہے اور اس میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ

نماز میں امام کیلئے لاؤڈ اسپیکر کا استعمال

نماز باجماعت میں امام کے لئے لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کا رواج عام ہوتا جا رہا ہے اور لوگوں نے نماز باجماعت میں امام کے لئے جواز کے پہلو بھی تلاش کر لیئے اور بحث و مباحثے کے ذریعہ اپنے آرام کا راستہ ڈھونڈ لیا، اور یہ بھی نہ سوچا کہ نماز کا اسلام میں کیا مقام ہے۔ بے شک نماز اسلام کی پہچان ہے، بے شک نماز جانِ اسلام، رُوحِ اسلام، علامتِ اہلِ ایمان ہے، بے شک نماز پیغمبر اسلام کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، اور اُن کے مبارک دل کا آرام ہے، تو کم از کم اس اہم اسلامی فریضے اور ایسی عبادت کو جس میں بندہ ہر حال سے زیادہ اپنے رب سے قریب ہوتا ہے، سائنسی ایجادات اور جدید ٹیکنالوجی کے حوالے نہ کر کے اس انداز پر رہنے دیجیے جیسا کہ زمانۂ پاک رسولِ گرامی وقار علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ہوتی تھی مگر افسوس صد افسوس نماز میں لوگوں نے لاؤڈ اسپیکر کا استعمال کر کے زمانۂ نبوی کی یادوں کو بھلا دیا لمبی لمبی قطاروں میں مکبّرین کی گونجتی

ہوئی اللہ اکبر کی صداؤں کو خوابِ دیرینہ بنا دیا۔

جدید تحقیقات سے بھی یہ بات خوب واضح ہو چکی ہے کہ لاؤڈ اسپیکر سے نکلنے والی آواز امام کی اصل آواز نہیں ہوتی تو ظاہر ہے کہ جو لوگ اس خارجی آواز پر اقتداء کرتے ہیں ان سب کی نماز خراب ہو جاتی ہے۔ بسا اوقات درمیان میں لاؤڈ اسپیکر بند ہو جاتا ہے اور اسی پر بھروسہ کر کے اسکے عاشقوں نے مکبّرین کا انتظام بھی نہیں کیا ہوتا ہے تو نماز کے ساتھ کھلواڑ ہو کر رہ جاتا ہے۔ مگر مائیکروفون کے دیوانوں کو اس سب سے کیا مطلب انکے نزدیک زیادہ لوگوں کو نماز پڑھانے کیلئے سوائے لاؤڈ اسپیکر کے اور کوئی ذریعہ ہی نہیں رہ گیا ہے۔ وَلَا حَولَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا باللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔

صحیح بات یہ ہے کہ جن علماء نے نماز میں لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کو ناجائز قرار دیا انہیں نے نماز کی شان کو باقی رکھا اسکے مقام کو سمجھا اور جنہوں نے چھوٹ دی دے انہوں نے نماز کی اہمیت ہی کو نہیں سمجھا۔ اور وہ مولوی ہو کر بھی نماز کی لذّت سے نا آشنا اور اسکی برکتوں، حکمتوں سے محروم رہے۔

مغرب اور عشاء کی نماز کب تک پڑھی جا سکتی ہے؟

کافی لوگ تھوڑا سا اندھیرا ہوتے ہی یہ خیال کرتے ہیں کہ مغرب کی نماز کا وقت نکل گیا، اب نماز قضاء ہو گئی اور خواہ مخواہ نماز چھوڑ دیتے ہیں یا قضا کی نیت سے پڑھتے ہیں۔ مغرب کی نماز کا وقت غروب آفتاب سے لیکر غروبِ شفق تک ہے اور شفق اس سفیدی کا نام ہے جو پچھّم کی طرف سرخی ڈوبنے کے بعد اُتر دکھن صبح صادق کی طرح پھیلتی ہے۔

ہاں مغرب کی نماز جلدی پڑھنا مستحب ہے اور بلا عذر دو رکعتوں کی مقدار دیر لگانا مکروہِ تنزیہی یعنی خلافِ اولیٰ ہے، اور بلا عذر اتنی دیر لگانا جس میں کثرت سے ستارے ظاہر ہو جائیں مکروہِ تحریمی اور گناہ ہے۔

(احکامِ شریعت صفحہ ۱۳۷)

ہاں اگر نہ پڑھی ہو تو پڑھے اور جب تک عشاء کا وقت شروع نہیں ہوا ہے ادا ہی ہوگی، قضا نہیں اور یہ وقت سورج ڈوبنے کے بعد کم از کم ایک گھنٹہ اٹھارہ منٹ اور زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ پینتیس منٹ ہے جو موسم کے لحاظ سے گھٹتا بڑھتا رہتا ہے، یعنی ایک گھنٹے کے اوپر ۱۸ سے ۳۵ منٹ کے درمیان گھومتا رہتا ہے۔ عشاء کی نماز کے بارے میں بھی کچھ لوگ سمجھتے ہیں کہ اسکا وقت ۱۲ بجے تک رہتا ہے یہ بھی غلط ہے، عشاء کی نماز کا وقت فجرِ صادق طلوع ہونے یعنی سحری کا وقت ختم ہونے تک رہتا ہے، ہاں تہائی رات سے زیادہ تاخیر بلا وجہ کرنا مکروہ ہے۔

مسجد میں اپنی ذات کے لئے سوال کرنا

آج کل مسجدوں میں سوال کرنے اور بھیک مانگنے کا رواج بہت بڑھتا جا رہا ہے۔ عموماً دیکھا جاتا ہے کہ ادھر امام صاحب نے سلام پھیرا ادھر کسی نہ کسی نے اور بعض اوقات کئی کئی لوگوں نے اپنی اپنی آپ بیتی سنانا اور مدد کرو بھائیو کی پکار لگانا شروع کر دیا حالانکہ یہ نہایت غلط طریقہ ہے۔ ایسے لوگوں کو اس حرکت سے باز رکھا جائے اور مسجدوں میں بھیک مانگنے سے سختی سے روکا جائے۔

صدر الشریعہ حضرت مولانا امجد علی صاحب قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

''مسجد میں سوال کرنا حرام ہے اور اس سائل کو دینا بھی منع ہے۔''

(بہار شریعت حصہ ۳، صفحہ ۱۸۴)

اسکا طریقہ یہ ہونا چاہئے کہ ایسے لوگ یا تو باہر دروازے پر سوال کریں یا امامِ مسجد وغیرہ کسی سے کہہ دیں کہ وہ اُن کی ضرورت سے لوگوں کو آگاہ کر دیں۔

پنجوقتہ نماز سے غفلت اور وظیفے پڑھنا

کافی لوگ دیکھے گئے کہ وہ نمازوں کا خیال نہیں رکھتے اور پڑھتے بھی ہیں تو وقت نکال کر جلدی جلدی یا بے جماعت کے، اور وظیفوں اور تسبیحوں میں لگے رہتے ہیں ان کے وظیفے ان کے منھ پر مار دیئے جائیں گے کیونکہ جس کے فرض پورے نہ ہوں اُس کا کوئی نفل قبول نہیں۔ اسلام میں سب سے بڑا وظیفہ اور عمل نماز با جماعت کی ادیئگی ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت عمر نے ایک دن فجر کی جماعت میں حضرت سلیمان بن ابی حثمہ کو نہیں پایا دن میں بازار کو جاتے وقت اُن کے گھر کے پاس سے گزرے تو اُن کی ماں سے پوچھا کہ آج سلیمان جماعت میں کیوں نہیں تھے، اُن کی والدہ حضرت شفاء نے بتایا کہ رات بھر جاگ کر عبادت کرتے رہے، فجر کی جماعت کے وقت نیند آ گئی اور جماعت میں شریک ہونے سے رہ گئے۔ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم نے فرمایا:

''میرے نزدیک ساری رات جاگ کر عبادت کرنے سے فجر کی جماعت میں شریک ہونا بہتر ہے۔'' (مشکوٰۃ، باب الجماعت، صفحہ ۹۷)

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: ''جب تک فرض ذمہ پر باقی رہتا ہے کوئی نفل قبول نہیں کیا جاتا۔'' (الملفوظ، حصّہ اوّل، صفحہ ۷۷)

خطبہ جمعہ میں اردو اشعار پڑھنا

خطبۂ جمعہ صرف عربی زبان میں پڑھنا سنّت ہے کسی اور زبان میں خلافِ سُنّت، اردو اشعار اگر پڑھنا ہوں تو وہ اذانِ خطبہ سے پہلے پڑھ لئے

جائیں۔ یعنی دوسری اذان کے بعد جو خطبہ پڑھا جاتا ہے یہ عربی کے علاوہ اور کسی زبان میں پڑھنا سُنّت کے خلاف ہے۔ (فتاوٰی رضویہ، جلد۳، صفحہ۷۵۱)

امام کا محراب یا دو ستونوں کے درمیان کھڑا ہونا

کہیں کہیں دیکھنے میں آتا ہے کہ امام محراب میں اندر ہے اور مقتدی باہر یہ خلافِ سُنّت اور مکروہ ہے، صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''امام کو تنہا محراب میں کھڑا ہونا مکروہ ہے اور اگر باہر کھڑا ہو صرف سجدہ محراب میں کیا یا وہ تنہا نہ ہو بلکہ اس کے ساتھ کچھ مقتدی بھی محراب میں ہوں تو کچھ حرج نہیں، یونہی اگر مقتدیوں پر مسجد تنگ ہو تو بھی محراب میں کھڑا ہونا مکروہ نہیں ہے۔ امام کو دروں میں کھڑا ہونا بھی مکروہ ہے۔''

(بہارِ شریعت، حصّہ سوئم صفحہ ۱۷۴، بحوالہ درّ مختار و عالمگیری)

اسکا طریقہ یہ ہے کہ امام کا مصلّٰی تھوڑا پیچھے ہٹا دیا جائے اور وہ تھوڑا پیچھے ہٹ کر اس طرح کھڑا ہو کہ دیکھنے میں محسوس ہو کہ وہ محراب یا دروں میں اندر نہیں ہے بلکہ باہر کھڑا ہے پھر چاہے سجدہ اندر ہو نماز درست ہو جائے گی۔

نسبندی کرانے والے کی امامت کا حکم

نسبندی کرانا اسلام میں حرام ہے لیکن کچھ لوگ خیال کرتے ہیں کہ جس نے نسبندی کرا لی اب وہ زندگی بھر نماز نہیں پڑھا سکتا حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ اسلام میں جس طرح اور گناہوں کی توبہ ہے اسی طرح اس گناہ کی بھی توبہ ہے۔

یعنی جس کی نسبندی ہو چکی ہے اگر وہ صدق دل سے علانیہ توبہ کرے اور

حرام کاریوں سے باز رہے تو اس کے پیچھے نماز پڑھی جاسکتی ہے۔

(فتاویٰ فیض الرسول، جلد ا، صفحہ ۲۷۷)

کیا جس سے ذاتی رنجش ہو اس کے پیچھے نماز نہ ہوگی

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ امام اور مقتدی کے درمیان کوئی دنیوی اختلاف ہو جاتا ہے، جیسے آجکل کے سیاسی، سماجی خاندانوں اور برادریوں کے اختلافات اور جھگڑے تو ان وجوہات پر لوگ اس امام کے پیچھے نماز پڑھنا چھوڑ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جس سے دل ملا ہوا نہ ہو اُسکے پیچھے نماز نہیں ہوگی۔ یہ ان کی غلط فہمی ہے اور وہ لوگ دھوکے میں ہیں۔

صحیح بات یہ ہے کہ جو امام شرائطِ امام کا جامع ہے بد مذہب اور فاسقِ معلِن نہیں ہے اسکے پیچھے نماز درست ہے چاہے اس سے آپ کا دنیوی جھگڑا ہی کیوں نہ چلتا ہو، بات چیت، دعا و سلام سب بند ہو پھر بھی آپ اسکے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں۔ نماز کی درستگی کے لئے ضروری نہیں ہے کہ دنیوی اعتبار سے مقتدی کا دل امام سے ملا ہوا ہو۔ ہاں تین دن سے زیادہ ایک مسلمان کیلئے دوسرے مسلمان سے بُرائی رکھنا اور میل جول نہ کرنا از روئے شرع سخت ناپسندیدہ ہے حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مسلمان کے لئے حلال نہیں کہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑ رکھے جب اس سے ملاقات ہو تو تین مرتبہ سلام کرلے اگر اس نے جواب نہیں دیا تو اسکا گناہ بھی اسی کے ذمّے ہے۔

(ابوداؤد، کتاب الادب، جلد ۲، صفحہ ۶۷۳)

لیکن اسکا نماز و امامت سے کوئی تعلق نہیں رنجش اور برائی میں بھی امام کے پیچھے نماز ہو جائیگی، اور جو لوگ ذاتی رنجشوں کی بنا پر اپنے نفس اور ذات کی خاطر اماموں کے پیچھے نماز پڑھنا چھوڑ دیتے ہیں یہ خدا کے گھروں کو ویران کرنے والے اور دینِ اسلام کو نقصان پہونچانے والے ہیں۔ انہیں خدائے تعالیٰ سے ڈرنا چاہیئے مرنے کے بعد کی فکر کرنا چاہیئے قبر کی ایک ایک گھڑی اور قیامت کا ایک ایک لمحہ بہت بھاری پڑیگا۔

اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنّت فرماتے ہیں:

''جو لوگ براہِ نفسانیت امام کے پیچھے نماز نہ پڑھیں اور جماعت ہوتی رہے اور شامل نہ ہوں وہ سخت گناہگار ہیں۔'' (فتاویٰ رضویہ، جلد ۳، صفحہ ۲۲۱)

مقتدی کے سر پر عمامہ ہو اور امام کے نہ ہو

اگر مقتدی سر پر عمامہ جسے صافہ اور پگڑی بھی کہتے ہیں باندھ کر نماز پڑھے اور امام کے سر پر پگڑی نہ ہو تو اس کو کچھ لوگ بہت برا جانتے ہیں بلکہ بعض یہ سمجھتے ہیں کہ اس صورت میں مقتدی کی نماز درست نہیں ہوئی یہ غلط بات ہے۔

اگر امام کے سر پر پگڑی نہ ہو اور مقتدی کے ہو تو مقتدی کی نماز درست اور صحیح ہو جائے گی، اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ مسئلہ معلوم کیا گیا تو فرمایا بلا تکلّف درست ہے فتاویٰ رضویہ، جلد ۳، صفحہ ۲۷۳؛ عرفان شریعت، صفحہ ۴

امام کے لئے مقرر ہونا کتنا ضروری ہے؟

آج کل کافی جگہ عوام مسجد میں کسی کو امامت کیلئے رکھتے ہیں تو اس سے تقریر کراتے ہیں اگر وہ دھوم دھڑاکے سے خوب کود پھاند کر ہاتھ پاؤں پھینک کر

جو شیلے انداز میں جذباتی تقریر کر دے تو بڑے خوش ہوتے ہیں اور اس کو امامت کے لئے پسند کرتے ہیں یہاں تک کہ بعض جگہ تو خوش الحانی اور اچھی آواز سے نعتیں اور نظمیں پڑھ دے تو اس کو بہت بڑھیا امام خیال کرتے ہیں اس بات کی طرف توجہ نہیں دیتے کہ اس کا قرآن شریف غلط ہے یا صحیح اس کو مسائل دینیہ سے بقدر ضرورت واقفیت ہے یا نہیں، اور اس کا کردار و عمل منصب امامت کیلئے مناسب ہے یا نہیں۔

اگرچہ تقریر و بیان و خطابت اگر اصول و شرائط کے ساتھ ہو تو اس سے دین کو تقویت حاصل ہوتی ہے اور ہوئی ہے لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ دینداری تقویٰ شعاری اور خوف خدا عموماً کم سخن اور سنجیدہ مزاج لوگوں میں زیادہ ملتا ہے زبان زور اور منھ کے مضبوط لوگ سب کام منھ اور زبان سے ہی چلانا چاہتے ہیں اور اسلام گفتار سے زیادہ کردار سے پھیلا ہے اور آجکل کے زیادہ تر مولویوں اور اماموں کیلئے بجائے تقریر و خطابت کے ذمے دار علماء اہلسنّت کی عام فہم انداز میں لکھی ہوئی کتابیں پڑھ کر عوام کو سنانا زیادہ مناسب اور بہتر ہے۔ خلاصہ یہ کہ آج کل بعض جگہ لوگ جو امام کے لئے مقرر ہونا ضروری خیال کرتے ہیں یہ لوگ غلطی پر ہیں۔

امام کا مقتدیوں سے اونچی جگہ کھڑا ہونا

کئی جگہ دیکھا گیا کہ نماز میں امام مقتدیوں سے اونچی جگہ پر کھڑا ہوتا ہے مثلاً اندر کے حصّے کی کرسی اونچی ہے اور باہر کے حصّے کی نیچی اور امام کا مصلّٰی اندر کے فرش پر ہے اور مقتدی باہر یا دونوں اندر ہیں لیکن امام کے مصلّے کے لئے فرش اونچا کر دیا گیا ہے، تو یہ مکروہ ہے اور اس طرح نماز پڑھنے سے نماز میں کمی آتی ہے۔

مسئلہ یہ ہے کہ امام کا تنہا بلند اور اونچی جگہ کھڑا ہونا مکروہ ہے اور اونچائی کا مطلب یہ ہے کہ دیکھنے سے اندازہ ہو جائے کہ امام اونچا ہے اور مقتدی نیچے اور یہ فرق معمولی ہو تو مکروہِ تنزیہی اور اگر زیادہ ہو تو تحریمی ہے۔ ہاں اگر پہلی صف امام کے ساتھ اور برابر میں ہو باقی صفیں نیچی ہوں تو کچھ حرج نہیں یہ جائز ہے۔ اس مسئلے کی تفصیل جاننے کے لئے فتاویٰ رضویہ جلد سوئم صفحہ ۴۱۵ دیکھنا چاہئے۔ اس مسئلے کا خاص دھیان رکھنا چاہئے کیوں کہ خود حدیث شریف میں بھی اس سے متعلق مروی ہے۔

حدیث : حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب امام نماز پڑھائے تو مقتدیوں سے اونچی جگہ کھڑا نہ ہو۔
(سنن ابوداؤد، جلد ا، صفحہ ۸۸)

نماز میں نفلوں کو فرض وواجب سمجھنا

نمازِ ظہر، مغرب اور عشاء کے اخیر میں اور عشاء میں وتروں سے پہلے دو رکعت نفل پڑھنے کا رواج ہے اور ان کو پڑھنے میں حکمت وثواب ہے۔ لہٰذا پڑھ لینا ہی مناسب ہے لیکن ان نفلوں کو فرض وواجب وضروری خیال کرنا اور نہ پڑھنے والوں کو ٹوکنا اور ان پر ملامت کرنا اور برا بھلا کہنا غلط ہے اسلام میں زیادتی اور شرعی حدود سے آگے بڑھنا ہے۔ اسلام میں نفل ومستحب اُسے کہتے ہیں جس کے کرنے پر ثواب ہو اور نہ کرنے پر کوئی گناہ وعذاب نہیں تو جب اللہ تعالیٰ نے اسکے ادا نہ کرنے والے پر کوئی گناہ وعذاب نہیں رکھا تو آپ کو بھی اس پر ملامت کرنے اور بُرا بھلا کہنے کا کوئی حق نہیں اور جب خدائے تعالیٰ نفل چھوڑنے پر ناراض نہیں تو آپ ٹوکنے والے کون ہوئے؟

اسلام میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو جو رعایتیں اور آسانیاں دی ہیں انہیں لوگوں تک پہونچانا ضروری ہے اگر آپ ایسا نہیں کر رہے ہیں تو آپ اسلام کو بجائے نفع کے نقصان پہونچا رہے ہے اور لوگ یہ خیال کر بیٹھیں گے کہ ہم اسلام پر چل ہی نہیں سکتے کیونکہ وہ ایک مشکل مذہب ہے لہٰذا اسکی اشاعت میں کمی واقع ہوگی، آج کتنے ایسے لوگ ہیں جو صرف اس لئے نماز نہیں پڑھتے کہ وہ سمجھتے ہیں ہم نماز پڑھ ہی نہیں سکتے اور مسائل نماز و طہارت پاکی و ناپاکی سے پوری طرح واقفیت نہ ہونے اور خدا اور رسول کی عطا فرمائی ہوئی بعض رعایتوں اور آسانیوں پر آگاہ نہ ہونے کی بنا پر وہ نماز کو چھوڑنا گوارہ کر لیتے ہیں اور ان رعایتوں سے نفع نہیں اُٹھاتے حالانکہ ایک وقت کی نماز بھی قصداً چھوڑ دینا اسلام میں کفر و شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ ہے۔ علماء و ائمہ مساجد سے میری گذارش ہے کہ وہ عوام کا خوف نہ کر کے انہیں اسلامی احکام پر عمل کرنے میں موقع بموقع جو چھوٹ دی گئی اور جو آسانیاں ہیں انہیں ضرور بتائیں تا کہ زیادہ سے زیادہ لوگ اسلام اور اسلامیات کو اپنائیں۔ انہیں نفلوں کے بارے میں دیکھا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص انہیں نہ پڑھے تو کچھ اَن پڑھ اس پر الزام لگاتے ہوئے یہ تک کہہ دیتے ہیں کہ نماز پڑھے تو پوری پڑھے اس سے تو نہ پڑھنا اچھا۔ یہ ایک بڑی جہالت کی بات ہے جو وہ کہتے ہیں حالانکہ صحیح بات یہ ہے کہ نفل تو نفل اگر کوئی شخص سُنّتیں بھی چھوڑ دے صرف فرض پڑھ لے تو وہ نماز کو جان بوجھ کر بالکل چھوڑ دینے والوں سے بہت بہتر ہے اور اُسے بے نمازی نہیں کہا جا سکتا ہاں سُنّتیں چھوڑ دینے کی وجہ سے گنہ گار ضرور ہے۔ کیونکہ سُنّتوں کو چھوڑنے کی اجازت نہیں اور انہیں جان بوجھ کر چھوڑنے کی عادت ڈالنا گناہ و منع ہے۔

ہاں اگر رواروی میں الجھن و پریشانی اور جلدی میں کوئی ایسا موقع ہے کہ آپ سُنّتوں کے ساتھ مکمل نماز نہیں پڑھ سکتے تو صرف فرض اور وتر پڑھ لینے میں کوئی حرج و گناہ نہیں ہے۔ مثلاً وقت تنگ ہے پوری نماز نہیں پڑھی جا سکتی تو صرف فرض پڑھ لینا کافی ہے۔ خلاصہ یہ کہ ظہر و مغرب و عشاء میں جو نفل ادا کئے جاتے ہیں انہیں ادا کرنا بہت اچھا ہے مناسب و بہتر ہے اور پڑھنا چاہیے لیکن انہیں فرض و واجب و ضروری سمجھنا اور نہ ادا کرنے والوں کو ٹوکنا انہیں اس چھوڑنے پر بھلا بُرا کہنا غلط ہے جس کی اصلاح ضروری ہے۔

کیا بغیر رومالی کا پاجامہ یا جانگھیہ پہننے سے نماز میں کمی آتی ہے؟

یہ بھی بعض لوگوں میں ایک عام خیال ہے کہ جس کی کوئی حقیقت نہیں پاجامے یا جانگھئے میں رومالی ہونا نماز کی صحت کے لئے بالکل ضروری نہیں ہے بغیر رومالی کے پاجامے اور جانگھئے سے نماز بلا کراہت جائز ہے۔ ہاں جو لباس اور کپڑے غیر مسلموں کے لئے مخصوص ہیں ان کو پہننا گناہ ہے اور ان میں نماز مکروہ ہے۔ انگریزی پینٹ اور شرٹ میں فی زمانہ علماء کرام نے نماز کے مکروہِ تنزیہی ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔ (فتاوٰی مرکزی دارالافتاء صفحہ ۲۰۷)

یہ اس لئے نہیں کہ پینٹ میں رومالی نہیں ہوتی بلکہ اس لئے ہے کہ انگریزوں کا خاص قومی لباس رہ چکا ہے اور اب بھی دیندار مسلمانوں میں اس کو معیوب خیال کیا جاتا ہے۔

لہٰذا اب بھی انگریزی پینٹ اور شرٹ میں نماز ادا نہ کرنا ہی مناسب اور بہتر ہے اور اس لباس سے بچنا ہی اولیٰ ہے۔

نماز میں لنگوٹ باندھنے کا مسئلہ

کچھ لوگ سمجھتے ہیں کہ پاجامہ یا تہبند کے اندر لنگوٹ باندھ کر نماز پڑھنے سے نماز نہیں ہوتی۔ حالانکہ یہ ان کی غلط فہمی ہے لنگوٹ باندھ کر نماز پڑھنے سے نماز میں کوئی کمی نہیں آتی۔ البتہ یہ دھیان رکھیں کہ وہ اتنا کسا ہوا اور ٹائیٹ نہ ہو کہ نماز میں رکوع وسجدے اور بیٹھنے میں دقّت ہو۔

(فتاویٰ فیض الرسول، جلد ۱، صفحہ ۲۵۲، عرفان شریعت، صفحہ ۴)

پینٹ اور پاجامے کی موری چڑھا کر نماز پڑھنا

کچھ لوگ ٹخنوں سے نیچا لٹکا ہوا پاجامہ اور پینٹ پہنتے ہیں اگر انہوں نے اس کی عادت ڈال رکھی ہے اور تکبّر وگھمنڈ کے طور پر وہ ایسا کرتے ہیں تو یہ ناجائز وگناہ ہے۔ اور اس طرح نماز مکروہ لیکن اگر اتّفاق سے ہو یا بے خیالی بے توجہی سے ہو تو حرج نہیں۔ اور جو لوگ اس سے بچنے کے لئے اور ٹخنے کھولنے کے لے موری پائنچے کو چڑھاتے ہیں وہ گناہ کو گھٹاتے نہیں بلکہ بڑھاتے ہیں اور نماز میں خرابی کو کم نہیں کرتے بلکہ زیادہ کرتے ہیں۔ یہ پینٹ اور پاجامے کی موری پائنچے کو لپیٹ کر چڑھانا نماز میں مکروہ تحریمی ہے۔

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا کہ میں سات ہڈیوں پر سجدہ کروں، پیشانی، دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے اور دونوں پنجے اور یہ حکم دیا گیا کہ میں نماز میں کپڑے اور بال کو نہ سمیٹوں۔ (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ صفحہ ۸۳)

اس حدیث کی رو سے کپڑا سمیٹنا اور چڑھانا نماز میں منع ہے، للہٰذا پینٹ اور پاجامے کی موری لپیٹنے اور چڑھانے والوں کو اس حدیث سے عبرت حاصل کرنا چاہئے۔

لیکن اصلاح کرنے والوں سے بھی گذارش ہے کہ نماز میں اس قسم کی کوتاہیاں برتنے والوں کو نرمی اور پیار و محبت سے سمجھائیں، مان جائیں تو ٹھیک ورنہ انہیں ان کے حال پر رہنے دیں اور مناسب طریقے سے اصلاح کریں، ان کو ڈانٹنا، جھڑکنا اور ان سے لڑائی جھگڑا کرنا بہت برا ہے جس کا نتیجہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ مسجد میں آنا اور نماز پڑھنا چھوڑ دیں جس کا وبال ان جھڑکنے والوں پر ہے، کیوں کہ اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ بعض اس قسم کی خامیوں کے ساتھ نماز پڑھنے والے بے نمازیوں سے ہزاروں درجہ بہتر ہیں، اور نماز میں کوتاہیاں کرنے والوں کو چاہئے اگر کوئی اُن کی اصلاح کرے تو برا ماننے کے بجائے اس کی بات پر عمل کریں اُس پر غصہ نہ کریں کیونکہ وہ جو کچھ کہہ رہا ہے آپ کی بھلائی کے لئے کہہ رہا ہے اگر وہ ترشی اور سختی سے بھی کہہ رہا ہے تو وہ اس کا فعل ہے آپکا کام تو حق کو سُن کر عمل کرنا ہے جھگڑا کرنا نہیں۔

قرآن پڑھنے میں صرف ہونٹ ہلانا اور آواز نہ نکالنا

کچھ لوگ قرآن کی تلاوت اور نماز یا نماز کے باہر کچھ پڑھتے ہیں تو صرف ہونٹ ہلاتے ہیں اور آواز بالکل نہیں نکالتے ان کا یہ پڑھنا پڑھنا نہیں ہے اور اس طرح پڑھنے سے نماز نہیں ہوگی اور اس طرح قرآن کی تلاوت کی تو

تلاوت کا ثواب نہیں پائیں گے۔ آہستہ پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ کم از کم اتنی آواز ضرور نکلے کہ کوئی رکاوٹ نہ ہو تو خود سُن لے صرف ہونٹ ہلنا اور آواز کا بالکل نہ نکلنا پڑھنا نہیں ہے اس مسئلے کا خاص دھیان رکھنا چاہیئے۔

(فتاویٰ عالمگیری مصری جلد اوّل صفحہ ۶۵ و بہارِ شریعت جلد سوم صفحہ ۶۹)

کیا جماعت سے نماز پڑھنے والے کو امام کے ساتھ دعا مانگنا بھی ضروری ہے؟

ہر نماز سلام پھیرنے پر مکمل ہو جاتی ہے اس کے بعد جو دعا مانگی جاتی ہے یہ نماز میں داخل نہیں۔ اگر کوئی شخص نماز پڑھنے یعنی سلام پھیرنے کے بعد بالکل دعا نہ مانگے تب بھی اس کی نماز ادا ہو جاتی ہے۔ البتہ ایک فضیلت سے محرومی اور سنت کی خلاف ورزی ہے۔

بعض جگہ دیکھا گیا کہ امام لوگ بہت لمبی لمبی دعائیں پڑھتے ہیں اور مقتدی کچھ بخوشی اور کچھ بے رغبتی سے مجبوراً اُن کا ساتھ نباہتے ہیں۔ اور کوئی بغیر دعا مانگے یا تھوڑی دعا مانگ کر امام صاحب کا پورا ساتھ دیئے بغیر چلا جائے تو اس پر اعتراض کرتے ہیں اور بُرا جانتے ہیں یہ سب انکی غلط فہمیاں ہیں امام کے ساتھ دعا مانگنا مقتدی پر ہرگز لازم وضروری نہیں وہ نماز پوری ہونے کے بعد فوراً مختصر دعا مانگ کر بھی جا سکتا ہے۔ اور کبھی کسی مجبوری کی بنا پر بغیر دعا مانگے چلا جائے تب بھی نماز صحیح اور پوری ہو جاتی ہے۔ حوالے کے لئے فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۲۷۸ دیکھیں۔

نماز میں کہنیاں کھلی رکھنا

بلا مجبوری کہنیاں کھول کر جیسے آجکل آدھی آستین کی شرٹ پہن کر کچھ لوگ نماز ادا کرتے ہیں یہ مکروہ ہے

(فتاویٰ رضویہ، جلد۳، صفحہ ۴۱۶)

اور جو لوگ آستین چڑھا کر اور کہنیاں کھول کر نماز ادا کرتے ہیں ان پر دو گناہ ہوتے ہیں ایک کپڑا اسمیٹنے اور چڑھانے کا اور دوسرا کہنیاں کھلی رکھنے کا کیونکہ نماز میں کپڑا چڑھانا منع ہے، جیسے کچھ لوگ سجدے میں جاتے وقت دونوں ہاتھوں سے پائجامے کے پائنچے کو پکڑ کر چڑھاتے ہیں یہ بھی ناجائز و گناہ ہے اس قسم کے نمازیوں کو پیار و محبت سے سمجھاتے رہنا چاہیئے یا بجائے ایک ایک کو ٹوکنے اور روکنے کے سب کو اکٹھا کر کے مسئلہ بتا دیا جائے تاکہ کوئی اپنی توہین محسوس نہ کرے، کیونکہ آجکل دینی باتوں پر ٹوکا جائے تو لوگوں میں توہین محسوس کرنے کی بیماری پیدا ہوگئی ہے۔

کمسن بچوں کو مسجد میں لانا

زیادہ چھوٹے ناسمجھ کمسن بچوں کا مسجد میں آنا یا انہیں لانا شرعاً ناپسندیدہ، ناجائز و مکروہ ہے۔ کچھ لوگ اولاد سے بے جا محبت کرنے والے نماز کے لئے مسجد میں آتے ہیں تو اپنے ساتھ کمسن ناسمجھ بچوں کو بھی لاتے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض لوگ انہیں اگلی صفوں میں اپنے برابر نماز میں کھڑا کر لیتے ہیں یہ تو نہایت غلط بات ہے اور اس سے پچھلی صفوں کے ساری نمازیوں کی نماز مکروہ ہوتی ہے اور اس کا گناہ اس لانے اور برابر میں کھڑا کرنے والے پر ہے اور اُن پر جو اس سے حتی

المقدور منع نہ کریں۔ ہاں جو سمجھ دار ہوشیار بچے ہوں نماز کے آداب سے واقف پاکی اور ناپاکی کو جانتے ہوں انکو آنا چاہئے اور انکی صف مسجد میں بالغ مردوں سے پیچھے ہونا چاہئیے۔ اور زیادہ چھوٹے جو نماز کو بھی ایک طرح کا کھیل سمجھتے اور مسجد میں شور مچاتے خود بھی نہیں پڑھتے اور دوسروں کی نماز بھی خراب کرتے ہیں ایسے بچوں کو سختی کے ساتھ مسجد میں آنے سے روکنا ضروری ہے۔

حدیث میں ہے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے

جَنِّبُوا مَسَاجِدَکُم صِبْیَانَکُمْ وَ مَجَانِیْنَکُمْ وَ شِرَائِکُمْ وَ بَیْعَکُمْ وَخُصُوْمَاتِکُمْ وَرَفْعِ اَصْوَاتِکُمْ الخ الحدیث

اپنی مسجدوں کو بچاؤ بچوں سے پاگلوں سے خریدنے اور بیچنے سے اور جھگڑے کرنے سے اور زور زور سے بولنے سے۔

(ابن ماجہ، باب ما یکرہ فی المساجد، صفحہ ۵۵)

یعنی یہ سب باتیں مسجد میں ناجائز و گناہ ہیں۔

صدر الشریعہ حضرت مولانا امجد علی صاحب اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں : ''بچے اور پاگل کو جن سے نجاست کا گمان ہو مسجد میں لے جانا حرام ہے ورنہ مکروہ۔'' (بہار شریعت، حصّہ سوم، صفحہ ۱۸۲)

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ بچے مسجد میں نہیں آئینگے تو نماز سیکھیں گے کیسے تو بھائیو سمجھ دار بچوں کے سیکھنے کیلئے مسجد ہے اور نا سمجھ زیادہ چھوٹے بچوں کے لئے گھر اور مدرسے ہیں۔ اور حدیث رسول کے آگے اپنی نہیں چلانا چاہئیے صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و صحبہ و بارک وسلم

مسجدوں کو سجانا اور اماموں کو ستانا

آجکل کافی دیکھا گیا ہے کہ لوگ مسجدوں کو سجانے، سنوارنے میں خوب پیسہ خرچ کرتے ہیں اور اماموں، مولویوں کو ستاتے، انہیں تنگ اور پریشان رکھتے ہیں اور کم سے کم پیسے میں کام چلانا چاہتے ہیں جس کی وجہ سے وہ سجی، سنوری خوبصورت مسجدیں کبھی کبھی ویران سی ہو جاتی ہیں اور ان میں وقت پر اذان و اقامت نہیں ہو پاتی۔

اس بیان سے ہمارا مقصد یہ نہیں کہ مسجدوں کو سجانا اور خوبصورت بنانا منع ہے بلکہ یہ بتانا ہے کہ کسی بھی مسجد کی اصلی خوبصورتی یہ ہے کہ اس میں دیندار خدائے تعالیٰ کا خوف رکھنے والا، لوگوں کو حسن وخوبی اور حکمت و دانائی کے ساتھ دین کی باتیں بتانے والا عالمِ دین امامت کرتا ہو خواہ وہ مسجد کچی اور سادہ سی عمارت ہو۔ کسی مسجد کے لئے اگر نیک اور صحیح امام مل جائے تو لوگوں کو چاہئیے کہ اس کو ہر طرح خوش رکھیں اسکا خوب خیال رکھیں۔ بلکہ پیروں سے بھی زیادہ عالموں، مولویوں، اماموں اور مدرسین کا خیال رکھا جائے، کیونکہ دین کی بقا اور اسلام کا تحفّظ اہلِ علم سے ہے، اگر اماموں اور مولویوں کو پریشان رکھا گیا تو وہ دن دور نہیں کہ مسجدیں اور مدرسے یا ویران ہو جائیں گے یا ان میں سب سے گھٹیا قسم کے لوگ امامتیں کریں گے اور بچوں کو پڑھائیں گے اچھّے گھرانوں اور اچھے ذہن وفکر رکھنے والے لوگ اس لائن سے دور ہو جائیں گے۔

خلاصہ یہ کہ عالموں اور مولویوں کو چاہئیے وہ پیسے اور مال دولت کا لالچ کئے بغیر دین کی خدمت کریں اور قوم کو چاہئیے کہ وہ اپنے عالموں، مولویوں اور

دین کی خدمت کرنے والوں کو خوشحال رکھیں انہیں تنگ دست اور پریشان نہ ہونے دیں۔

اور ہماری رائے میں آجکل شادی شدہ بیرونی اماموں کے لئے رہائشی مکانوں کا بندوبست کر دینا نہایت ضروری ہے تاکہ انہیں بار بار گھر نہ بھاگنا پڑے اور وہ نمازوں کو پڑھانے میں پابندی کرسکیں اور انگشت نمائیوں، بدگمانیوں سے محفوظ رہیں۔

عیدگاہ میں نماز جنازہ پڑھنے کا مسئلہ

مسجد میں جنازے کی نماز پڑھنا مکروہ و ناجائز ہے۔ حدیث شریف میں ہے : عن ابی ھریرہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مَنْ صَلّٰی عَلٰی جَنَازَۃٍ فِیْ الْمَسْجِدِ فَلَا شَیْءٍ لَهٗ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو مسجد میں نماز جنازہ پڑھے اس کے لئے کچھ ثواب نہیں۔

(ابوداؤد، کتاب الجنائز، باب الصلوٰۃ علی الجنازہ فی المسجد، صفحہ ۴۵۴)

ہاں سخت بارش آندھی طوفان وغیرہ کسی واقعی مجبوری کے وقت مسجد میں بھی پڑھنا جائز ہے جب کہ عیدگاہ، مدرسہ، مسافر خانہ وغیرہ کوئی جگہ نہ ہو۔

حضرت علامہ سید احمد طحطاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں :

لا تکرہ فی مسجد اُعِدَّلَهَاوَ کذا فی مدرسۃِ و مُصلی عیدٍ

جو مسجد صرف نماز جنازہ ہی پڑھنے کیلئے بنائی گئی ہو وہاں یہ نماز مکروہ نہیں یعنی جائز ہے۔ یونہی مدرسے اور عیدگاہ میں نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے۔

(طحطاوی علی مراقی الفلاح مطبوعہ قسطنطنیہ، صفحہ ۳۲۶)

اورمولانا مفتی جلال الدین صاحب امجدی فرماتے ہیں :

''نماز جنازہ عیدگاہ کے احاطے اور مدرسے میں بھی پڑھی جاسکتی ہے۔''

(فتاویٰ فیض الرسول، جلد ا، صفحہ ۴۴۶)

لہٰذا جولوگ عیدگاہ میں نماز جنازہ پڑھتے ہوئے جھجک محسوس کرتے ہیں وہ بلاخوف بے جھجک وہاں نماز جنازہ پڑھا کریں۔

مسجدوں میں آواز کرنے والے پنکھوں اور کولروں کا مسئلہ

آج کل کتنے لوگ ہیں جو مسجدوں میں آتے ہیں تو انہیں نماز سے زیادہ اپنے آرام، چین وسکون گرمی اور ٹھنڈک کی فکر رہتی ہے اپنی دکانوں، مکانوں کھیتوں اور کھلیانوں، کام دھندوں میں بڑی بڑی پریشانیاں اٹھا لینے والے مشقتیں جھیل لینے والے جب مسجدوں میں دس پندرہ منٹ کیلئے نماز پڑھنے آتے ہیں، اور ذراسی پریشانی ہو جائے، تھوڑی سی گرمی یا ٹھنڈک لگ جائے تو بوکھلا جاتے ہیں، گویا کہ آج لوگوں نے مسجدوں کو آرام گاہ اور مقامِ عیش وعشرت سمجھ لیا ہے۔ جہاں تک شریعتِ اسلامیہ نے اجازت دی ہے وہاں تک آرام اٹھانے سے روکا تو نہیں جا سکتا لیکن بعض جگہ یہ دیکھ کر سخت تکلیف ہوتی ہے کہ مسجدوں کو آواز کرنے والے بجلی کے پنکھوں، شور مچانے والے کولروں سے سجا دیتے ہیں اور جب وہ سارے پنکھے اور کولر چلتے ہیں تو مسجد میں ایک شور و ہنگامہ ہوتا ہے جو صرف خضوع وخشوع کے منافی نہیں بلکہ بسا اوقات امام کی قرأت و تکبیرات تک صاف سُنائی نہیں دیتیں یا امام کو اُن پنکھوں اور کولروں کی وجہ سے

چیخ کر قرأت وتکبیر کی آواز نکالنا پڑتی ہے۔ بعض جگہ تو یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ مسجدوں میں اپنے عیش وآرام کی خاطر بھاری آواز والے جنریٹر تک رکھ دیے جاتے ہیں جو سراسر آدابِ مسجد کے منافی ہے، جہاں تک برقی پنکھوں اور کولروں کا سوال ہے تو ابتداً اکابر علماء نے ان کو مسجد میں لگانے کو مطلقاً ممنوع ومکروہ فرمایا تھا۔

جیسا کہ فتاویٰ رضویہ جلد ٦، صفحہ ٣٨٤ پر خود اعلیٰ حضرت امامِ اہلسنّت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان کے قلم سے اس کی تصریح موجود ہے۔ اب بعد میں جدید تحقیقات اور ابتلائے عام کی بنا پر اگرچہ ان کی اجازت دے دی گئی لیکن آواز کرنے والے، شور مچا کر مسجدوں میں ایک ہنگامہ کھڑا کر دینے والے کولروں اور پنکھوں کو لگانا آدابِ مسجد اور خضوع وخشوع کے یقیناً منافی ہے ان کی اجازت ہرگز نہیں دی جاسکتی۔ نہایت ہلکی آواز والے حسبِ ضرورت پنکھوں ہی سے کام چلایا جائے کولروں سے مسجدوں کو بچا لینا ہی اچھا ہے کیونکہ اس میں عموماً آواز زیادہ ہوتی ہے نہ کہ درجنوں پنکھے اور کولر لگا کر مسجدوں میں شور مچایا جائے۔

بھائیو خدائے تعالیٰ کا خوف رکھو، خانۂ خدا کو عیش وعشرت کا مقام نہ بناؤ وہ نماز وعبادت اور تلاوتِ قرآن کے لئے ہے جسم پروری کیلئے نہیں، نفس کو مارنے کے لئے ہے نفس کو پالنے کے لئے نہیں۔ مسجدوں میں آواز کرنے والے برقی پنکھوں کا حکم بیان فرماتے ہوئے اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"بے شک مسجدوں میں ایسی چیز کا احداث ممنوع بلکہ ایسی جگہ نماز پڑھنا مکروہ ہے۔" (فتاویٰ رضویہ، جلد ٦، صفحہ ٣٨٦)

چیخ کر قرأت وتکبیر کی آواز نکالنا پڑتی ہے۔ بعض جگہ تو یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ مسجدوں میں اپنے عیش وآرام کی خاطر بھاری آواز والے جنریٹر تک رکھ دیئے جاتے ہیں جو سراسر آدابِ مسجد کے منافی ہے، جہاں تک برقی پنکھوں اور کولروں کا سوال ہے تو ابتداً اکابر علماء نے ان کو مسجد میں لگانے کو مطلقاً ممنوع ومکروہ فرمایا تھا۔

جیسا کہ فتاویٰ رضویہ جلد ۶، صفحہ ۳۸۴ پر خود اعلیٰ حضرت امامِ اہلسنّت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان کے قلم سے اس کی تصریح موجود ہے۔ اب بعد میں جدید تحقیقات اور ابتلائے عام کی بنا پر اگرچہ ان کی اجازت دے دی گئی لیکن آواز کرنے والے، شور مچا کر مسجدوں میں ایک ہنگامہ کھڑا کر دینے والے کولروں اور پنکھوں کو لگانا آدابِ مسجد اور خضوع وخشوع کے یقیناً منافی ہے ان کی اجازت ہرگز نہیں دی جاسکتی۔ نہایت ہلکی آواز والے حسبِ ضرورت پنکھوں ہی سے کام چلایا جائے کولروں سے مسجدوں کو بچالینا ہی اچھا ہے کیونکہ اس میں عموماً آواز زیادہ ہوتی ہے نہ کہ درجنوں پنکھے اور کولر لگا کر مسجدوں میں شور مچایا جائے۔

بھائیو خدائے تعالیٰ کا خوف رکھو، خانۂ خدا کو عیش وعشرت کا مقام نہ بناؤ وہ نماز وعبادت اور تلاوتِ قرآن کے لئے ہے جسم پروری کیلئے نہیں، نفس کو مارنے کے لئے ہے نفس کو پالنے کے لئے نہیں۔ مسجدوں میں آواز کرنے والے برقی پنکھوں کا حکم بیان فرماتے ہوئے اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"بے شک مسجدوں میں ایسی چیز کا احداث ممنوع بلکہ ایسی جگہ نماز پڑھنا مکروہ ہے۔" (فتاویٰ رضویہ، جلد ۶، صفحہ ۳۸۶)

اسی جگہ اعلیٰحضرت نے درّ مختار کی یہ عبارت بھی نقل فرمائی ہے : کُرِهَ وَقْتَ حُضُوْرِ طَعَامٍ تَاقَتْ نَفْسُهُ اِلَيْهِ وَ كَذَا كُلِّ مَا يُشْغَلُ بَالَهُ عَنْ اَفْعَالِهَا وَيُخلُّ بِخُشُوْعِهَا كَائِنًا مَا كَانَ۔ اگر کھانا موجود ہواور اس کی طرف رغبت وخواہش ہوتو ایسے وقت میں نماز پڑھنا مکروہ ہے ایسے ہی ہر وہ چیز جونماز کی طرف سے دل کو پھیرے اور خشوع میں خلل ڈالے۔

مزید فرماتے ہیں : وَلِهٰذا يكره في الطّاحُوْنْ (چکی کے پاس نماز مکروہ ہے) ردالمحتار میں ہے : لَعلَّ وَجْهَهٗ شغل البَال بصَوْتهَا (شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ چکی کی آواز دل کونماز سے ہٹاتی ہے) یونہی وہ پنکھے جوخراب اور پُرانے ہوجانے کی وجہ سے آواز کرنے لگتے ہیں ان کو درست کرالینا چاہیئے یا مسجد سے ہٹادینا چاہیئے۔

نمازِ جنازہ میں بوقت تکبیر آسمان کی طرف منھ اٹھانا

آجکل کافی لوگ ایسا کرتے ہوئے دیکھے گئے کہ جب نمازِ جنازہ میں تکبیر کہی جاتی ہےتو ہر تکبیر کے وقت اوپر کی جانب منھ اٹھاتے ہیں حالانکہ اسکی کوئی اصل نہیں بلکہ نماز میں آسمان کی طرف منھ اٹھانا مکروہِ تحریمی ہے۔ (بہار شریعت)

اور حدیث شریف میں ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا حال ہے اُن لوگوں کا جونماز میں آسمان کی طرف آنکھیں اٹھاتے ہیں اس سے باز رہیں یا اُن کی آنکھیں اُچک لی جائینگی۔'' (مشکوٰۃ بحوالہ صحیح مسلم، صفحہ ۹۰)

خلاصہ یہ کہ نمازِ جنازہ ہو یا کوئی اور نماز قصداً آسمان کی طرف نظر اُٹھانا مکروہ ہےاور نمازِ جنازہ میں بوقتِ تکبیر اُوپر کونظر اُٹھانے کا جورواج پڑ گیا ہے یہ غلط ہے بے اصل ہے۔

میّت کا کھانا

میّت کے تیجے، دسویں یا چالیسویں وغیرہا کے موقع پر دعوت کر کے کھانا کھلانے کا جو رواج ہے یہ بھی محض غلط اور خلافِ شرع ہے، ہاں غریبوں اور فقیروں کو بلا کر کھلانے میں حرج نہیں۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں مردے کا کھانا صرف فقراء کیلئے ہے عام دعوت کے طور پر جو کرتے ہیں یہ منع ہے، غنی نہ کھائے۔

(احکام شریعت، حصّہ دوم، صفحہ ۱۶)

اور فرماتے ہیں موت میں دعوت بے معنی ہے، فتح القدیر میں اسے بدعتِ مستقبحہ فرمایا۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد ۴، صفحہ ۲۲۱)

شوہر کا اپنی بیوی کے جنازے کو اٹھانے کا مسئلہ

عوام میں یہ غلط مشہور ہے کہ شوہر بیوی کے مرنے کے بعد نہ دیکھ سکتا ہے نہ اس کے جنازے کو ہاتھ لگا سکتا ہے اور نہ کاندھا دے سکتا ہے۔

صحیح بات یہ ہے کہ شوہر کیلئے اپنی بیوی کو مرنے کے بعد دیکھنا بھی جائز ہے اور اس کے جنازے کو اُٹھانا اور کاندھا دینا، قبر میں اُتارنا بھی جائز ہے۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۴، صفحہ ۹۶)

فاتحہ میں کھانا پانی سامنے رکھنے کا مسئلہ

اس بارے میں دو قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں، کچھ تو وہ ہیں کہ اگر کھانا سامنے رکھ کر سورۂ فاتحہ وغیرہا آیاتِ قرآنیہ پڑھ دی جائیں تو انہیں اس کھانے سے چڑھ ہو جاتی ہے اور وہ اس کھانے کے دشمن ہو جاتے ہیں اور اُسے حرام خیال کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنکے دلوں میں بیماری ہے۔ تو خدائے تعالیٰ نے اُنکی

بیماری کو اور بڑھا دیا، کثیر احادیث اور اقوالِ ائمہ اور معمولات بزرگانِ دین سے منھ موڑ کر اپنی چلاتے اور خواہ مخواہ مسلمانوں کو مشرک اور بدعتی بتاتے ہیں۔

دوسرے ہمارے کچھ وہ مسلمان بھائی ہیں جو اپنی جہالت اور توہم پرستی کی بنیاد پر یہ سمجھتے ہیں کہ جب کھانا سامنے نہ ہو قرآن کی تلاوت و ایصالِ ثواب منع ہے۔

بعض جگہ دیکھا گیا ہے کہ میلاد شریف پڑھنے کے بعد انتظار کرتے ہیں کہ مٹھائی آئے تب تِلاوت شروع کریں یہاں تک کہ مٹھائی آنے میں اگر تاخیر ہو تو گلاس میں پانی لاکر رکھا جاتا ہے تاکہ انکے لئے ان کے جاہلانہ خیال میں فاتحہ پڑھنا جائز ہو جائے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ امام صاحب آکر بیٹھ گئے ہیں اور مصلّے پر بیٹھے انتظار کررہے ہیں اگر کھانا آئے تو قرآن پڑھیں یہ سب توہّمات ہیں، حقیقت یہ ہے کہ فاتحہ میں کھانا سامنے ہونا ضروری نہیں اگر آیاتیں اور سورتیں پڑھ کر کھانا یا شیرینی بغیر سامنے لائے یونہی تقسیم کر دی جائے تب بھی ایصالِ ثواب ہو جائیگا اور فاتحہ میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔ سیدی اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی فرماتے ہیں فاتحہ و ایصالِ ثواب کے لئے کھانے کا سامنا ہونا کچھ ضرور نہیں۔ (فتاوٰی رضویہ جلد۴، صفحہ ۲۲۵)

اور دوسری جگہ لکھتے ہیں ''اگر کسی شخص کا یہ اعتقاد ہو کہ جب تک کھانا سامنے نہ کیا جائے ثواب نہ پہنچے گا تو یہ گمان اُس کا غلط ہے۔''

(فتاوٰی رضویہ جلد۴، صفحہ ۱۹۵)

خلاصہ یہ کہ کھانے پینے کی اشیاء سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ احادیث سے اس کی اصل ثابت ہے اور فاتحہ میں کھانا سامنے رکھنے کو

ضروری خیال کرنا کہ اسکے بغیر فاتحہ نہیں ہوگی یہ بھی اسلام میں زیادتی، وہم پرستی اور خیالِ خام ہے۔ جس کو مٹانا مسلمانوں پر ضروری ہے۔

حضرت مولانا مفتی خلیل احمد خاں صاحب برکاتی مارہروی فرماتے ہیں:

''تم نے نیاز، درود و فاتحہ میں دن یا تاریخِ مقررہ کے متعلق یہ سمجھ رکھا ہے کہ انہیں دنوں میں ثواب ملے گا، آگے پیچھے نہیں تو یہ سمجھنا حکمِ شرعی کے خلاف ہے یونہی فاتحہ و ایصالِ ثواب کیلئے کھانے کا سامنے ہونا کچھ ضروری نہیں یا حضرت فاطمہ خاتونِ جنّت کی نیاز کا کھانا پردے میں رکھنا اور مردوں کو نہ کھانے دینا یہ عورتوں کی جہالتیں ہیں بے ثبوت اور گڑھی ہوئی باتیں ہیں مردوں کو چاہئیے کہ ان خیالات کو مٹائیں اور عورتوں کو راہ راست اور حکم شرع پر چلائیں

(توضیح وتشریح فیصلہ ہفت مسئلہ، صفحہ ۱۴۲)

بچہ پیدا ہو جانے کی وجہ سے جو عورت مر جائے اس کو بدنصیب جاننا

بعض مقامات پر کچھ لوگ ایسی عورت کو جو بچّہ پیدا ہونے کی وجہ سے مر جائے اسکو بُرا خیال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ ناپاکی میں مری ہے۔ لہٰذا بد نصیب اور منحوس ہے، یہاں تک کہ سُنا گیا ہے کہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ وہ مر کر چڑیل بنے گی۔ یہ سب جاہلانہ بکواسیں اور نری خرافاتیں ہیں، حدیث شریف میں اِس حال میں مرنے والی عورت کو شہادت کا مرتبہ پانے والی فرمایا گیا اور یہ اسلام میں بہت بڑا مرتبہ ہے رہی اس کی ناپاکی تو وہ اس کی مجبوری ہے جس کا اس پر کوئی گناہ نہیں اور مومن کا باطن کبھی ناپاک نہیں اور یہ ناپاکی بھی خون آنے سے ہوتی ہے خون نہ آیا تو بظاہر بھی وہ پاک ہے۔

فرضی قبریں اور مزار بنانا

آج کل ایسا کافی ہورہا ہے کہ پہلے وہاں کچھ نہیں تھا اب بغیر کسی مردے کو دفن کیئے قبر و مزار بنا دیا گیا اور پوچھو تو کہتے ہیں کہ خواب میں بشارت ہوئی ہے۔ فلاں میاں نے خواب میں آکر بتایا ہے کہ یہاں ہم دفن ہیں، ہمارا مزار بناؤ، صحیح بات یہ ہے کہ اس طرح قبر و مزار بنانا ان پر حاضری دینا فاتحہ پڑھنا عرس کرنا و چادر چڑھانا سب حرام ہے۔ مسلمانوں کو دھوکہ دینا اور اسلام کو بدنام کرنا ہے اور خواب میں مزار بنانے کی بشارت عِند الشرع کوئی چیز نہیں۔ اور جن لوگوں نے ایسے مزارات بنا لئے ہیں ان کو اکھاڑ دینا اور نام و نشان ختم کر دینا بہت ضروری ہے۔

بعض جگہ دیکھا گیا ہے کہ کسی بزرگ کی چھڑی، عمامہ وغیرہ کوئی اس سے منسوب چیز دفن کر کے مزار بناتے ہیں اور کہیں کسی بزرگ کے مزار کی مٹی دوسری جگہ لے جا کر دفن کر کے مزار بناتے ہیں یہ سب ناجائز و گناہ ہے۔ سیدی اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: ''فرضی مزار بنانا اور اس کے ساتھ اصل کا سا مُعاملہ کرنا ناجائز و بدعت ہے اور خواب کی بات خلافِ شرع امور میں مسموع نہیں ہوسکتی۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد۴، صفحہ۱۱۵)

اور شاہ عبدالعزیز صاحب محدّث دہلوی روایت فرماتے ہیں لَعَنَ اللّٰہُ مَنْ زَارَ بِلَامَزَارٍ خدائے تعالیٰ کی لعنت اس پر جو بے مزار کے زیارت کرے۔

(فتاویٰ عزیزیہ، جلد اوّل، صفحہ۱۴۴)

اور جس جگہ کسی بزرگ کا مزار ہونے نہ ہونے میں شک ہو وہاں بھی نہ جائے۔

عورت کا کفن مائیکے والوں کے ذمّے لازم جاننا

یہ ایک غلط رواج ہے یہاں تک کہ بعض جگہ میکے والے اگر نادار مفلس ہوں تب بھی عورت کا کفن انکو دینا ضروری خیال کیا جاتا ہے اور ان سے زبردستی لیا جاتا ہے، اور انہیں خواہ مخواہ ستایا جاتا ہے حالانکہ اسلام میں ایسا کچھ نہیں۔

مسئلہ یہ ہے کہ میّت کا کفن اگر میّت نے مال چھوڑا ہو تو اسی کے مال میں سے دیا جائے اور اس نے کچھ مال نہ چھوڑا ہو تو زندگی میں جس کے ذمّے اس کا نان ونفقہ تھا وہ کفن دے اور عورت کے بارے میں خاص طور سے یہ ہے کہ اس نے اگرچہ مال چھوڑا بھی ہو تب بھی اس کا کفن شوہر کے ذمّے ہے۔ (فتاوٰی رضویہ، جلد ۲۳ صفحہ ٦١١، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور؛ بہار شریعت، حصّہ ۴، صفحہ ۱۳۹)

خلاصہ یہ کہ عورت کا کفن میکے والوں کے ذمّے ہی لازم خیال کرنا اور بہر حال ان سے دلوانا ایک غلط رواج ہے جس کو مٹانا ضروری ہے۔

میّت کے بعد اور بچے کی پیدائش کے بعد پورے گھر کی پُتائی صفائی کو ضروری سمجھنا

کچھ لوگ گھر میں میّت ہو جانے یا بچہ پیدا ہونے کے بعد گھر کی پُتائی کراتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ گھر ناپاک ہو گیا۔ اُس کی دُھلائی، صفائی اور پُتائی کرانا ضروری ہے حالانکہ یہ اُن کی غلط فہمی ہے اور اسلام میں زیادتی ہے۔ یوں پُتائی صفائی اچھی چیز ہے، جب ضرورت سمجھیں کرائیں لیکن بچہ پیدا ہونے یا میّت ہو جانے کی وجہ سے اُس کو کرانا اور لازم جاننا جاہلوں والی باتیں ہیں، جنہیں معاشرے سے دور کرنا ضروری ہے۔

میّت کے سر میں کنگھی کرنا

بعض جگہ میّت کو غسل دینے کے بعد تجہیز و تکفین کے وقت اس کے بالوں میں کنگھی کرنے لگتے ہیں یہ ممنوع ہے حدیث میں ہے کہ حضرت سیّدتنا عائشہ صدّیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے میّت کے سر میں کنگھی کرنے سے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے منع فرمایا اور فرمایا کہ کیوں اپنی میّت کو تکلیف پہونچاتے ہو۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۴، صفحہ ۴۳، بحوالہ کتابُ الآ ثار لِامام محمد، صفحہ ۴۶)

کیا عورت فاتحہ نہیں پڑھ سکتی؟

فاتحہ و ایصال ثواب جس طرح مردوں کے لئے جائز ہے اسی طرح بلا شک عورتوں کے لئے بھی جائز ہے، لیکن بعض عورتیں بلاوجہ پریشان ہوتی ہیں اور فاتحہ کے لئے بچّوں کو ادھر اُدھر دوڑاتی ہیں حالانکہ وہ خود بھی فاتحہ پڑھ سکتی ہیں کم از کم الحمد شریف اور قُل ھُو اللہ شریف اکثر عورتوں کو یاد ہوتی ہے اس کو پڑھ کر خدائے تعالیٰ سے دعا کریں کہ یا اللہ اس کا ثواب فلاں فلاں اور فلاں جس کو ثواب پہونچانا ہو اسکا نام لیکر کہیں، اس کی روح کو عطا فرما دے یہ فاتحہ ہوگئی اور بالکل درست اور صحیح ہوگئی۔

بعض عورتیں اور لڑکیاں کچھ جاہل مردوں اور کٹھ ملاّؤں سے زیادہ پڑھی لکھی اور نیک پارسا ہوتی ہیں یہ اگر ان جاہلوں کے بجائے خود ہی قرآن پڑھ کر ایصال ثواب کریں تو بہتر ہے۔

کچھ عورتیں کسی بزرگ کی فاتحہ دلانے کیئے کھانا وغیرہ کونے میں رکھ کر تھوڑی دیر میں اٹھالیتی ہیں اور کہتی ہیں کہ انہوں نے اپنی فاتحہ خود ہی پڑھ لی ان

سب توہمات اور خواہ مخواہ کی باتوں کے بجائے انہیں قرآن کی جو بھی آیت و سورت یاد ہو اسکو پڑھ کر ایصالِ ثواب کر دیں تو یہی بہتر ہے اور یہ باقاعدہ فاتحہ ہے۔

زندگی میں قبر و مزار بنوانا

کچھ لوگ اپنی زندگی میں قبر تیار کراتے ہیں یہ مناسب نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ یعنی کوئی نہیں جانتا کہ وہ کہاں مریگا۔

قبر تیار رکھنے کا شرعاً حکم نہیں البتہ کفن سلوا کر رکھ سکتا ہے کہ جہاں کہیں جائے اپنے ساتھ لے جائے اور قبر ہمراہ نہیں جا سکتی۔ (الملفوظ، حصہ اوّل، صفحہ ۶۹)

بعض خانقاہیوں کو دیکھا کہ وہ زندگی میں پکا مزار بنوا لیتے ہیں یہ ریاکاری ہے گویا کہ ان کو یہ یقین ہے کہ وہ اللہ کے ولی اور بزرگ و برتر بندے ہیں اور اس مرتبے کو پہونچے ہوئے ہیں کہ عام لوگوں کی طرح کچی قبر میں نہیں بلکہ انہیں خوبصورت مزار میں دفن ہونا چاہئیے۔ حالانکہ سچے ولیوں کا طریقہ یہ رہا ہے کہ وہ خود کو گنہ گار خیال کرتے تھے، جو خود کو ولی خیال کرتے اور اپنی ولایت کے اعلان کرتے پھرتے ہیں وہ لوگ اولیاء کرام کی روش پر نہیں ہیں۔

پیرانِ پیر سیّدنا غوثِ اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑا بزرگ و ولی ہزار سال میں نہ کوئی ہوا اور نہ قیامت تک کوئی ہو سکتا ہے، ان کے بارے میں حضرت صوفی زمان شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی نقل کرتے ہیں کہ ان کو حرم کعبہ میں لوگوں نے دیکھا کہ کنکریوں پر سر رکھے خدائے تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کر رہے تھے "اے خداوند بخشای اگر مستوجب عقوبتم مرا روزِ قیامت

نابینا برانگیز تا در روئے نیکاں شرمسار نہ باشم"۔۔۔یعنی اے پروردگار اگر میں سزا کا مستحق ہوں تو تو مجھ کو قیامت کے روز اندھا کر کے اٹھانا تا کہ نیک آدمیوں کے سامنے مجھ کو شرمندگی نہ ہو۔ (گلستاں، باب دوئم، صفحہ ۶۷)

بعض صحابہ کرام کے بارے میں آیا ہے کہ وہ یہ دُعا کرتے تھے کہ "اے اللہ مجھے جب موت آئے تو یا تو جنگل کا کوئی درندہ مجھے پھاڑ کر کھا جائے یا میں کہیں سمندر میں ڈوب کر مر جاؤں اور مچھلیوں کی غذا بن جاؤں۔"

یعنی وہ شہرت سے بچنا چاہتے تھے اور نام و نمود کے بالکل روادار نہ تھے اور یہی اصل فقیری، دُرویشی ہے، اور آج کے فقیروں کو اپنے مزاروں کی فکر پڑی ہے۔

صاحبو! چاہنے ماننے والے مریدین و معتقدین بنانے اور بڑھانے اور مزار و قبر کو عمدہ و خوبصورت بنانے یا بنوانے سے زیادہ آخرت کی فکر کرو، خدا و رسول کو راضی کرو، مریدین و معتقدین کی کثرت اور مزار کی عُمدگی اور سنگ مرمر کی ٹکڑیاں عذاب الٰہی اور قبر کی پٹائی سے بچا نہیں سکیں گی اگر آپ کے کارناموں اور ڈھنگوں سے خدا اور رسول ناراض ہیں۔

ایسی فقیری و سجادگی سے بھی کیا فائدہ کہ قبر کے اندر آپ کی بدعملیوں یا بداعتقادیوں اور ریاکاریوں کی وجہ سے پٹائی ہوتی ہو اور اوپر مزار پر مریدین چادریں چڑھاتے، پھول برساتے اور دھوم دھام سے عرس مناتے ہوں۔

کوشش اس بات کی کرو کہ مرید ہوں یا نہ ہوں مزار بنے یا نہ بنے، چادریں چڑھیں یا نہ چڑھیں، عرس ہو یا نہ ہو لیکن قبر میں آپ کو راحت ملتی ہو اور جنت کی کھڑکی کھلتی ہو۔ خواہ اُوپر سے قبر کچی ہو اور یہ نعمت حاصل ہو گی اخلاصِ قلب کے ساتھ احکام الٰہیہ کی بجا آوری سے۔

مزارات پر حاضری کا طریقہ

عورتوں کو تو مزارات پر جانے کی اجازت نہیں مردوں کیلئے اجازت ہے مگر وہ بھی چند اصول کے ساتھ :

(۱) پیشانی زمین پر رکھنے کو سجدہ کہتے ہیں یہ اللہ جلّ شانہٗ کے علاوہ کسی کیلئے حلال نہیں کسی بزرگ کو اسکی زندگی میں یا بعدِ وصال سجدہ کرنا حرام ہے۔ کچھ لوگ مزارات پر ناک اور پیشانی رگڑتے ہیں یہ قطعاً حرام ہے۔

(۲) مزارات کا طواف کرنا یعنی اسکے گرد مثل خانۂ کعبہ کے چکّر لگانا بھی ناجائز ہے۔

(۳) ازروئے ادب کم ازکم چار ہاتھ کے فاصلے پر کھڑا ہو کر فاتحہ پڑھے بوسہ دینا اور چھونا بھی مناسب نہیں۔

(فتاوٰی رضویہ، جلد۴، صفحہ۱۶۳؛ احکام شریعت، صفحہ۲۳۴)

(۴) مزامیر کے ساتھ قوّالی سُننا حرام ہے تفصیل کے لئے دیکھئے :

فتاوٰی رضویہ، جلد۱۰، صفحہ۵۴تا۵۶

کچھ لوگ سمجھتے ہیں کہ سجدہ بغیر نیت اور کعبے کے طرف متوجّہ ہوئے نہیں ہوتا۔ یہ بھی جاہلانہ خیال ہے سجدے میں جس کی تعظیم یا عبادت کی نیت ہوگی اسکو سجدہ مانا جائیگا۔ اور جو سجدہ اللہ کی عبادت کی نیت سے کیا جائیگا وہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہوگا اور جو مزارات پر یا کسی بھی غیر خدا کے سامنے کیا جائے وہ اسی کیلئے ہوگا۔ خلاصہ یہ کہ زمین پر کسی بندے کے سامنے سر رکھنا حرام ہے۔ یونہی بقدرِ رکوع جھکنا بھی منع ہے ہاں ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا جائز ہے۔

قبرستانوں میں چراغ وموم بتی جلانے اوراگربتی یالوبان سُلگانے کامسئلہ

شبِ برائت وغیرہ کے موقع پرقبرستانوں میں چراغ بتیاں کی جاتی ہیں۔ اِس بارے میں یہ جان لیناضروری ہے کہ بالکل خاص قبر کےاوپر چراغ وموم بتی جلانالوبان واگربتی سُلگانا منع ہے۔قبر سے علیحدہ کسی جگہ ایسا کرنا جائز ہے جب کہ ان چیزوں سے وہاں آنے جانے اورقرآن شریف اور فاتحہ وغیرہ پڑھنے والوں کویاراہ گیروں کونفع پہنچنے کی اُمید ہو۔ یہ خیال کرنا کہ اِس کی روشنی اورخوشبو قبرمیں جودفن ہیں اُن کو پہنچے گی، جہالت، نادانی، ناواقفی اورغلط فہمی ہے۔دنیا کی روشنیاں، سجاوٹیں اور ڈیکوریشن وغیرہ جوقبرستانوں میں کرتے ہیں اور یہ سب مُردوں کونہیں پہنچتیں، مُردوں کوصرف ثواب ہی پہنچتا ہے۔مُردہ اگر جنّتی ہےتو اُس کے لئےجنّت کی خوشبواورروشنی کافی ہےاورجہنمی کی لئے نہ کوئی روشنی ہے نہ خوشبو۔(ملخصاً من)

صحیح مسلم جلد۱، صفحہ ٦٧؛ فتاوٰی رضویہ جلد۴، صفحہ ۱۴۱

مزار پرچادرچڑھاناکب جائزہے؟

اللہ تعالیٰ کے نیک اورخاص بندے جنہیں اولیاء کرام اوربزرگان دین کہاجاتا ہےانکے وصال کے بعد انکی مقدس قبروں پرچادرڈال دینا جائزاورایک اچھا کام ہے۔ اس چادر چڑھانے میں ایک مصلحت یہ ہے کہ اس طرح انکی مبارک قبروں کی پہچان ہوجاتی ہے کہ یہ کسی اللہ والے کی قبر ہےاوراللہ کے نیک بندوں کی عزت کرنا جس طرح انکی دنیوی زندگی میں ضروری ہے انکے وصال

کے بعد بھی ان کا ادب واحترام ضروری ہے اور مزارات پر چادر چڑھانا بھی ادب واحترام ہے اور دوسروں سے الگ انکی پہچان بنانا ہے جو لوگ اولیاء کرام کے مزارات پر چادر چڑھانے کو ناجائز اور گناہ کہتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔ لیکن اس سلسلے میں مسئلہ یہ ہے کہ ایک چادر جو مزار پر چڑھی ہو جب تک وہ پرانی اور خراب نہ ہو جائے دوسری چادر نہ ڈالی جائے مگر آج کل اکثر جگہ مزاروں پر اس کے خلاف ہو رہا ہے۔ پھٹی پرانی اور خراب تو دور کی بات ہے میلی تک نہیں ہونے دیتے اور دوسری چادر ڈال دیتے ہیں۔ بعض جگہ تو پانچ منٹ بھی چادر مزار پر نہیں رہتی۔ ادھر ڈالی اور اُدھر اُتری۔ یہ غلط ہے اور بیکار اور فضول ہے۔ اس طرح چادر چڑھانے کے بجائے اس چادر کی قیمت سے کسی محتاج کو کھانا کھلا دے، کسی غریب مریض کا علاج کرا دے، کسی ضرورت مند کا کام چلا دے، کسی مسجد یا مدرسے کی ضرورت میں خرچ کر دے۔ کہیں مسجد نہ ہو تو وہاں مسجد بنوا دے اور اس میں انہیں بزرگ کے لئے ایصال ثواب کی نیت کر لے جن کے مزار پر چادر چڑھانا تھی تو یہ اس چادر پر چادر چڑھانے سے کہیں زیادہ بہتر اور اچھا ہے۔ ہاں اگر یہ معلوم ہو کہ مزار پر چڑھائی ہوئی چادر اتارنے کے بعد غریبوں، مسکینوں، محتاجوں کے کام میں آتی ہے تو اس نیت سے چادر پر چادر چڑھانے میں کچھ حرج نہیں کیوں کہ یہ بھی ایک قسم کا صدقہ وخیرات ہے۔ لیکن آج کل شاید ہی کوئی مزار ایسا ہوگا کہ جس کی چادریں غریبوں اور مسکینوں کے کام میں آتی ہوں بلکہ مجاورین اور سجادگان ان پر قبضہ کر لیتے ہیں اور یہ لوگ اکثر مالدار ہوتے ہیں۔ تو یہ چادریں چڑھانا مالداروں کو ہی اور مالدار بنانا ہے۔

خلاصہ یہ کہ آجکل مزارات پر جب ایک چادر پڑی ہو تو وہاں دوسری

چادر چڑھانے کے بجائے بزرگوں کے ایصال ثواب کی لئے صدقہ و خیرات کرنا، غریبوں، مسکینوں اور محتاجوں کے کام چلانا اچھا ہے اور یہی مذہب اہلسنت اور علماء اہلسنت کا فتویٰ ہے۔

اعلیٰحضرت امام اہلسنت مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

''اور جب چادر موجود ہو اور وہ ابھی پرانی یا خراب نہ ہوئی کہ بدلنے کی حاجت نہیں تو بیکار چادر چڑھانا فضول ہے بلکہ جو دام اُس میں صرف کریں ولی اللہ کی روح مبارک کو ایصال ثواب کے لئے محتاج کو دیں۔ ہاں جہاں معمول ہو کہ چڑھائی ہوئی چادر جب حاجت سے زائد ہو خدام مساکین حاجت مند لے لیتے ہیں اور اس نیت سے ڈالے تو مضائقہ نہیں کہ یہ بھی تصدق ہو گیا۔''

(احکام شریعت حصہ اول صفحہ ۷۲)

اور اگر ایسی جگہ جہاں پہلے سے چادر موجود ہو اور وہ بوسیدہ اور خراب نہ ہوئی ہو چادر چڑھانے کی منّت مانی ہو تو اس منّت کو پورا کرنا ضروری نہیں۔

اعتکاف میں چپ رہنا

بعض لوگ اعتکاف میں چُپ چاپ بیٹھے رہنے کو ضروری سمجھتے ہیں حالانکہ اعتکاف میں چُپ رہنا نہ ضروری نہ محض خاموشی کوئی عبادت۔ بلکہ چُپ رہنے کو ثواب کی بات سمجھنا مکروہ تحریمی ہے۔ (بہار شریعت، حصہ ۵، صفحہ ۱۵۳)

البتہ بری باتوں سے چپ رہنا ضروری ہے، خلاصہ یہ کہ حالتِ اعتکاف میں قرآن مجید کی تلاوت کرے، تسبیح و دُرود کا وِرد رکھے، نفل پڑھے، دینی کتابوں

کا مطالعہ کرے، دین کی باتیں سیکھنے اور سکھانے میں کوئی حرج نہیں بلکہ عبادت ہے، بوقتِ ضرورت کوئی دنیا کی جائز بات بھی کی جاسکتی ہے اس سے اعتکاف فاسد نہیں ہوگا ہاں زیادہ دنیوی بات چیت سے اعتکاف بے نور ہو جاتا ہے اور ثواب کم ہو جاتا ہے۔

ریڈیو، تار اور ٹیلیفون کی خبر پر بغیر شرعی ثبوت کے چاند مان لینا

آج کل کافی لوگ صرف ریڈیو، تار یا ٹیلیفون کی خبر پر بغیر چاند دیکھے یا بغیر شرعی ثبوت کے عید منا لیتے ہیں یا رمضان شریف کا چاند ہو تو روزہ رکھ لیتے ہیں یہ غلط ہے۔ اگر آسمان پر دھند غبار یا بادل ہو تو رمضان کے چاند کے لئے ایک اور عید کے چاند کے لئے دو باشرع دین دار بھلے مردوں کی گواہی ضروری ہے۔ آسمان صاف ہو تو بہت سے لوگوں کا چاند دیکھنا ضروری ہے ایک دو کی گواہی کافی نہیں محض ریڈیو، تار و ٹیلیفون کی خبر پر نہ روزہ رکھیں نہ عید منائیں جب تک کہ آپ کی بستی میں شرعی طور پر چاند کا ثبوت نہ ہو یا دوسری بستی میں چاند دیکھا گیا ہو اور شرعی طور پر اس کی اطلاع آپ تک نہ آگئی ہو۔ جو لوگ ریڈیو و ٹیلیفون وغیرہ کی خبروں پر عید مناتے ہیں ان سے پوچھا جائے کہ اگر ریڈیو، تار و ٹیلیفون پر عید منائی جائے تو آجکل پوری دنیا میں ایک ہی دن عید ہونا چاہئیے اور ہمیشہ عید کا چاند ۲۹ دن کا ہی ہونا چاہئیے کیونکہ دنیا میں عید کا چاند کہیں نہ کہیں ۲۹ کا ضرور ہر سال مان لیا جاتا ہے اور آج کل پوری دنیا میں اس کی خبر ہو جانا بذریعہ ریڈیو، ٹیلیفون ایک عام و آسان سی بات ہے تو روزے کبھی ۳۰ ہو ہی نہیں سکتے۔

سعودی عرب میں بھی عموماً ہندوستان سے ہمیشہ ایک دن پہلے عید منائی جاتی ہے تو ریڈیو وٹیلیفون پر عقیدہ رکھنے والے وہاں کے اعلان پر عید کیوں نہیں مناتے؟ دہلی کے اعلان پر کیوں مناتے ہیں؟ اسلام آباد، کراچی، لاہور، ڈھاکہ اور رنگون کی اطلاعات کیوں نظر انداز کردی جاتی ہیں۔

اگر کوئی یہ کہے وہ دوسرے ملک ہیں تو ہم پوچھتے ہیں یہ ملکوں کے تقسیم اور بٹوارے کیا قرآن وحدیث کی رو سے ہیں؟ کیا خدا اور رسول نے کردیئے ہیں یا آجکل کی موجودہ سیاست اور اقوام متحدہ کی طرف سے ہیں؟ اور اقوام متحدہ کی تقسیم کی شریعت اسلامیہ میں کیا کوئی حیثیت ہے؟ یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ کوئی قومی حکمراں خدائے تعالیٰ پیدا فرمائے اور وہ ان سب ملکوں کو فتح کر کے سب کو ایک ہی ملک بناڈالے۔

اور اگر جواباً کوئی کہے کہ ملک دوسرا اور دوری زیادہ ہونے کی بنا پر مطلع الگ الگ ہے تو خیال رہے کہ اختلاف مطالع معتبر نہیں اور اگر بالفرض مان بھی لیجئے تو ہندوستان کے وہ شہر اور علاقے جو اپنے ملک کے شہروں دہلی، ممبئی اور کلکتہ وغیرہ سے دور ہیں اور دوسرے ملکوں، پاکستان، بنگلہ دیش، برما، چین، تبت، لنکا، نیپال کے بعض شہروں سے قریب ہیں تو انہیں آپ چاند کے معاملے میں کہاں کی پیروی کرنے کا مشورہ دیں گے اپنے ملک کی، یا جن ملکوں اور شہروں سے وہ قریب ہیں وہاں کی۔ اور وہ مطلع کے بارے میں دہلی، ممبئی اور کلکتہ کی موافقت کریں گے یا دوسرے ملکوں کے اپنے سے قریب علاقوں کی۔

خلاصہ یہ کہ بغیر شرعی ثبوت کے محض ریڈیو، تار وٹیلیفون کی خبروں پر چاند کے معاملے میں اعتبار کرنا اسلام وقرآن وحدیث کے مطلقاً خلاف ہے۔

فتاویٰ عالمگیری مصری، جلد ۳، صفحہ ۳۵۷ میں ہے :

''پردے کے پیچھے سے اگر کوئی شخص گواہی دے تو اسکی گواہی معتبر نہیں کیونکہ ایک آواز دوسری آواز کی طرح ہوتی ہے۔''

تو ریڈیو اور ٹیلیفون پر بولنے والا تو ہزاروں، لاکھوں پردوں اور آڑوں کے پیچھے ہے اس کی گواہی کیوں معتبر ہوگی۔

پھر یہ کہ اگر آپ کی بستی میں ۲۹ کا چاند نہ ہوا اور کسی جگہ ہو گیا اور آپ تک شرعاً اطلاع نہ آئی آپ نے روزہ نہ رکھا یا عید کا چاند ہے اور عید نہ منائی بلکہ روزہ رکھا تو آپ پر ہرگز کوئی گناہ و عذاب نہیں کیونکہ عذاب و ثواب کی کنجی اللہ جلّ شانہٗ کے دستِ قدرت میں ہے۔

لہٰذا آپ وہ کیجیے جس کا اس نے حکم دیا ہے اور اتنا کیجئے جتنا اس نے فرمایا ہے حُدود سے آگے مت بڑھیئے، اور ریڈیو، ٹیلیفون سُن سُن کر شور مت مچائیے، کود پھاند مت کیجئے، جانے دیجئے پوری دنیا میں عید ہو جائے اگر آپ تک شرعاً اطلاع نہیں ہے آپ روزہ رکھئے آپ سے بروزِ قیامت کوئی پرسش نہ ہوگی پھر فکر کی کیا ضرورت ہے، فکر تو اس کی کیجئے جس کے بارے میں قبر و حشر میں سوال ہوگا۔

حدیث شریف میں رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ مہینہ کبھی ۲۹ کا ہو جاتا ہے تو جب تک چاند نہ دیکھو روزہ نہ رکھو اور اگر تمہارے سامنے ابر یا غبار آجائے تو ۳۰ دن کی گنتی پوری کرو۔ (بخاری و مسلم و مشکوٰۃ صفحہ ۱۷۴)

غور کرنے کا مقام ہے کہ موجودہ دور کی کچہریوں میں بھی جج اور حاکم گواہوں کو سامنے بلا کر گواہی لیتے ہیں اگر کوئی گھر بیٹھے ٹیلیفونوں کے ذریعے

گواہی دیدے تو ہرگز نہ مانیں گے۔ تو شرعی احکام اور شہادتوں کی آخر آپ کی نگاہ میں کوئی اہمیت ہے یا نہیں؟ جنہیں آپ تار، ٹیلیفون اور ریڈیو کے حوالے کئے دے رہے ہیں۔ خدائے تعالیٰ کا خوف کھایئے اور آپ دیندار بننے کی کوشش کیجئے دین کا ٹھیکیدار بننے کی کوشش مت کیجئے وہ جس کا کام ہے اس پر چھوڑ دیجئے اور اپنی اپنی بستی کے علماء اور ائمہ جو اہل حق سے ہوں ان کی بات پر عمل کیجئے۔

کیا انجکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

انجکشن خواہ گوشت میں لگوایا جائے یا رگ میں اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ البتہ علماء کرام نے روزے میں انجکشن لگوانے کو مکروہ فرمایا۔

لہٰذا جب تک خاص ضرورت نہ ہو نہ لگوائیں اس مسئلے کی تفصیل و تحقیق جاننے کے لئے دیکھئے: فتاویٰ فیض الرسول، جلد۱، صفحہ ۵۱۷ اور فتاویٰ مرکزی دارالافتاء، صفحہ ۳۵۹

کیا رمضان کی راتوں میں شوہر و بیوی کا ہم بستر ہونا گناہ ہے؟

عوام میں کچھ لوگ ایسا خیال کرتے ہیں حالانکہ یہ ان کی غلط فہمی ہے، ماہِ رمضان میں وقت افطار سے ختم سحری تک رات میں جس طرح کھانا پینا جائز ہے اسی طرح بیوی اور شوہر کا ہم بستر ہونا اور صحبت و مجامعت بلاشک جائز ہے اور بکثرت احادیث سے ثابت ہے بلکہ قرآن شریف میں خاص اس کی اجازت کے لئے آیتِ کریمہ نازل فرمائی گئی ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اُحِلَّ لَکُمْ لَیْلَۃَ الصِّیَامِ الرَّفَثُ اِلٰی نِسَائِکُمْ ھُنَّ لِبَاسٌ لَّکُمْ وَ اَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّھُنَّ

ترجمہ : تمہارے لئے روزے کی راتوں میں عورتوں سے صحبت حلال کی گئی وہ تمہارے لئے لباس ہیں تم ان کے لئے لباس۔ (پارہ ۲، رکوع ۷)

کیا ناپاک رہنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

اگر کوئی شخص روزہ رکھ کر دن میں ناپاک رہے اور اس ناپاکی کی وجہ سے اس کی نماز چھوٹتی ہے تو اس کے اوپر نماز چھوڑنے کا گناہِ عظیم ہوگا کیونکہ فرض نماز چھوڑنا اسلام میں بڑا گناہ اور جہنّم کا راستہ ہے۔

لیکن اس ناپاکی کا اس کے روزے پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، یعنی روزہ ہو جائیگا، یہ خیال کرنا کہ ناپاکی کی حالت میں روزہ نہیں ہوگا غلط فہمی ہے۔ پاک رہنا نماز کے لئے شرط ہے روزے کے لئے نہیں خواہ دن بھر ناپاک رہے تب بھی روزہ باقی رہے گا۔ لیکن یہ ناپاک رہنا مومن کی شان نہیں کیونکہ اس طرح نمازیں قضا ہوں گی۔

احادیثِ کریمہ کی روشنی میں اس مسئلے کی تحقیق و تفصیل جسے دیکھنا ہو وہ فتاویٰ رضویہ، جلد چہارم، صفحہ ۶۱۵ کا مطالعہ کرے۔

روٹ بوٹ کا روزہ

کچھ جگہوں پر رجب کی ۱۷ تاریخ کو روزہ رکھتے ہیں اور اُسے روٹ بوٹ کا روزہ کہتے ہیں۔ خاص طور سے اِس دن روزہ رکھنے کا شریعتِ اسلامیہ میں کوئی حکم نہیں۔ نفل روزہ سال میں ممنوع دنوں کو چھوڑ کر کبھی بھی رکھا جا سکتا

ہے۔ ۱۷ رجب کو روزے کے لئے مخصوص کر کے اُسے روٹ بوٹ کا روزہ کہنا مخصوص وزن کی چھوٹی بڑی دو روٹیاں اور بوٹیاں پکانا، چھوٹی فاتحہ پڑھنے والے اور بڑی روزے دار کو کھلانا بے اصل اور گڑھی ہوئی باتیں ہیں۔

حضرت علی مشکل کشا اور سولہ (۱۶) سیّدوں کا روزہ

بعض جگہ عورتیں حضرت علی مشکل کشا کا روزہ رکھتی ہیں۔ تو روزہ ہو یا کوئی عبادت سب اللہ کے لئے ہی ہوتی ہے۔ ہاں اگر یہ نیت کر لی جائے کہ اِس کا ثواب حضرت علی کی روحِ پاک کو پہنچے تو یہ اچھی بات ہے۔ لیکن اِس روزے میں افطار آدھی رات میں کرتی ہیں اور گھر کا دروازہ کھول کر دعا مانگتی ہیں۔ یہ سب خرافات وواہیات اور وہم پرستی کی باتیں ہیں۔ (فتاوٰی رضویہ جلد ۴ صفحہ ۶۶۰)

یوں ہی ۱۶ رجب کو سولہ سیّدوں کا روزہ رکھا جاتا ہے۔ اُس میں جو کہانی پڑھی جاتی ہے، وہ گڑھی ہوئی ہے۔

زکوٰۃ سے متعلق کچھ غلط فہمیاں

بعض لوگ فقیروں، مسکینوں، مسجدوں، مدرسوں کو یونہی دیتے رہتے ہیں اور باقاعدہ زکوٰۃ نہیں نکالتے ان سے کہا جاتا ہے کہ آپ زکوٰۃ نکالیئے تو کہہ دیتے ہیں کہ ہم ویسے ہی راہِ خدا میں کافی خرچ کرتے رہتے ہیں یہ اُن کی سخت غلط فہمی ہے آپ ہزار راہِ خدا میں خرچ کر دیں لیکن جب تک حساب کر کے نیت زکوٰۃ سے زکوٰۃ ادا نہیں کریں گے آپ کے یہ اخراجات جو راہِ خدا ہی میں آپ نے کئے ہیں یہ زکوٰۃ نہ نکالنے کے عذاب و وبال سے آپ کو بچا نہیں سکیں گے۔

حدیث شریف میں ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ مال دے اور وہ اس کی زکوٰۃ

ادا نہ کرے تو قیامت کے دن وہ مال گنجے سانپ کی شکل میں کر دیا جائے گا جس کے سر پر دو چوٹیاں ہوں گی وہ سانپ انکے گلے میں طوق بنا کر ڈال دیا جائے گا پھر اس کی باچھیں پکڑیگا اور کہے گا میں تیرا مال ہوں میں تیرا خزانہ ہوں۔ خلاصہ یہ کہ راہِ خدا میں خرچ کرنے کے جتنے طریقے ہیں ان میں سب سے اوّل زکوٰۃ ہے، نیاز نذر اور فاتحائیں وغیرہ بھی اُسی مال سے کی جائیں جس کی زکوٰۃ ادا کی گئی ہو ورنہ وہ قابلِ قبول نہیں۔ اپنی زکوٰۃ خود کھاتے رہنا اور راہِ خدا میں خرچ کرنے والے بننا بہت بڑی غلط فہمی ہے۔ مسائل زکوٰۃ علماء سے معلوم کئے جائیں اور باقاعدہ زکوٰۃ نکالی جائے۔ تاکہ نیاز و نذور اور صدقہ وخیرات بھی قبول ہوسکیں۔

تین طلاقوں کا رواج

آج کل ازروئے جہالت و نادانی اپنی عورتوں کو تین یا اس سے زیادہ طلاقیں دے ڈالتے ہیں یا کاغذوں میں لکھوادیتے ہیں اور پھر کبھی بات کو دوبارہ بنانے کیلئے اس کی سزا یعنی حلالے سے بچنے کے لئے جھوٹ، سچ بولتے اور مفتیانِ کرام اور علماء دین کو پریشان کرتے ہیں۔

کاش یہ لوگ طلاق سے قبل ہی علماء سے مشورہ کر لیں تو یہ نوبت ہی نہ آئے، تین طلاقیں بیک وقت دینا گناہ ہے۔ طلاق کا مقصد صرف یہ ہے کہ بیوی کو اپنے نکاح سے باہر کر کے دوسرے کیلئے حلال کرنا کہ بعدِ عدّت وہ کسی اور سے نکاح کر سکے یہ مقصد صرف ایک طلاق یا دو (۲) سے بھی حاصِل ہو جاتا ہے۔ ایک طلاق دیکر اس کو عدّت گذارنے کے لئے چھوڑ دیا جائے اور عدّت کے اندر اسکو ایک اجنبی وغیر عورت کی طرح رکھا جائے اور زبان سے بھی رجعت

نہ کی جائے تو بعدِ عدّت وہ دوسرے سے بھی نکاح کرسکتی ہے اور اس کے نکاح میں بھی صرف نکاح کرنے سے بغیر حلالے کے واپس آسکتی ہے۔ اور تین طلاقوں کے گناہ و وبال سے بھی بچا جا سکتا ہے۔ بوقتِ ضرورت طلاق اسلام میں مشروع ہے کیونکہ میاں بیوی کا رشتہ کوئی پیدائشی خونی اور فطری رشتہ نہیں ہوتا بلکہ یہ تعلّق عموماً جوانی میں قائم ہوتا ہے تو یہ ضروری نہیں کہ یہ محبت قائم ہو ہی جائے بلکہ مزاج اپنے اپنے عادتیں اپنی اپنی طور طریقے اپنے اپنے خیالات و رُجحانات الگ الگ ہونے کی صورت میں بجائے محبّت کے نفرت پیدا ہو جاتی ہے اور ایک دوسرے کے ساتھ زندگی گذارنا نہایت مشکل بلکہ کبھی کبھی ناممکن ہو جاتا ہے۔ اور نوبت رات، دن کے جھگڑوں، مار پیٹ یہاں تک کہ کبھی کبھی قتل و خونریزی تک آجاتی ہے۔ بیوی شوہر ایک دوسرے کیلئے جانی دشمن بن جاتے ہیں تو ان حالات کے پیشِ نظر اسلام میں طلاق رکھی گئی ہے کہ لڑائیوں، جھگڑوں، نفرتوں اور معرکہ آرائیوں کے بجائے صلح و صفائی اور حسن و خوبی کے ساتھ اپنا اپنا راستہ الگ الگ کرلیا جائے۔

اسی لئے جن مذہبوں اور دھرموں میں طلاق نہیں ہے یعنی جس کے ساتھ بندھ گیا وہ ہمیشہ کے لئے بندھ گیا جان چھڑانے کا کوئی راستہ نہیں۔ ان میں عورتوں کے قتل تک کر دئے جاتے ہیں یا زندگی چین و سکون کے بجائے عذاب بنی رہتی ہے۔ آج عورتوں کی ہمدردی کے نام پر کچھ اسلام دشمن طاقتیں ایسے قانون بنارہی ہیں جن کی رُو سے طلاق کا وجود مٹ جائے اور کوئی طلاق نہ دے سکے یہ لوگ عورتوں کے ہمدرد نہیں بلکہ ان کا قتل کر رہے ہیں۔ آج مٹی کا تیل بدن پر ڈال کر عورتوں کو جلانے، پانی میں ڈبونے، زہریلی گولیاں کھلا کر ان کو

مارنے وغیرہا ایذا رسانی کے ہولناک واقعات کے ذمّہ دار وہی لوگ ہیں جو کسی بھی صورتِ حال میں طلاق کے روادار نہیں اور جب سے ہر حال میں طلاق کو عیب اور برا جاننے کا رواج بڑھا تبھی سے یہ دردناک واقعات کی شرح بڑھ گئی۔

ہم پوچھتے ہیں کیا کسی عورت کو مارنا، جلانا، ڈبونا بے رحمی سے پیٹنا بہتر ہے یا اسکو مہر کی رقم دیکر ساتھ عزّت کے طلاق دے دینا اور کسی عورت کے لئے اپنے شوہر کو کسی طرح راضی کر کے اس سے طلاق حاصل کر لینا اور اپنی گلوخلاصی کرا کے کسی اور سے نکاح کر لینا بہتر ہے یا یاروں، دوستوں، آشناؤں سے مل کر شوہر کو قتل کرانا۔ آج اس قسم کے واقعات و حادثات کی کثرت ہے جنکا اندازہ اخبارات کا مطالعہ کرنے سے ہوتا ہے اور اگر معاشرے کو برقرار رکھنے کیلئے اسلام نے میاں بیوی کے جو حقوق بتائے ہیں ان پر عمل کیا جائے تو یہ نوبتیں نہ آئیں اور لڑائی جھگڑے اور طلاق تک بات ہی نہ پہونچے۔

شرع پیمبری مہر مقرر کرنا

بعض جگہ نکاح میں مہر شرع پیمبری مقرر کیا جاتا اور اس سے اُن کی مراد چونسٹھ (۶۴) روپیہ اور دس (۱۰) آنے ہوتی ہے یا کوئی اور رقم۔ حالانکہ یہ سب بے اصل باتیں ہیں، شریعتِ پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم مین مہر میں زیادتی کی کوئی حد مقرر نہیں ہے جتنے پر دونوں فریق متفق ہو جائیں وہی مہر شرعِ پیمبری ہے ہاں کم سے کم مہر کی مقدار دس درہم یعنی تقریباً دو تولے تیرہ آنے بھر چاندی ہے اس سے کم مہر صحیح نہیں اگر باندھا گیا تو مہر مثل لازم آئے گا۔ اور بعض لوگ مہر شرع پیمبری سے سیّدتنا فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے عقدِ مبارک کا مہر خیال کرتے ہیں حالانکہ خاتونِ جنّت کے

نکاحِ مبارک کا مہر چار سو (۴۰۰) مثقال یعنی ڈیڑھ سو (۱۵۰) تولے چاندی تھا۔

خلاصہ یہ کہ شرع کی طرف سے مہر کی کوئی مقدار متعین نہیں کی گئی ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ دس درہم یعنی دو تولے تیرہ آنے بھر چاندی سے کم قیمت میں نہ ہو۔

نکاح پڑھانے میں ایجاب وقبول کے بعد خطبہ پڑھنا

یہ رواج بھی غلط ہے سنّت یہ ہے کہ خطبۂ نکاح ایجاب وقبول سے پہلے پڑھا جائے۔

کیا طلاق کے لئے عورت کا سامنے ہونا یا سُننا ضروری ہے؟

کچھ لوگ سمجھتے ہیں کہ شوہر اگر بیوی کو طلاق دے تو الفاظِ طلاق کا عورت کے لئے سُننا اور عورت کا بوقت طلاق سامنے ہونا ضروری ہے یہ غلط فہمی ہے عورت اگر نہ سنے اور وہاں موجود بھی نہ ہو تب بھی شوہر کے طلاق دینے سے طلاق ہو جائے گی خواہ شوہر اور بیوی میں ہزاروں میل کا فاصلہ ہو۔ اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت سیّدی شاہ احمد رضا خان صاحب ارشاد فرماتے ہیں:

"طلاق کے لئے عورت کا وہاں حاضر ہونا کچھ شرط نہیں فَاِنَّهٗ اِزَالَةٌ لَا عقد كما لا يخفى. فتاویٰ رضویہ، جلد ۵، صفحہ ٦١٨

کیا حالت حمل میں طلاق نہیں ہوتی؟

حالتِ حمل میں طلاق واقع ہو جاتی ہے یہ جو کچھ لوگ سمجھتے ہیں کہ عورت حمل سے ہو اور اس حالت میں شوہر طلاق دے تو طلاق واقع نہیں ہوتی یہ ان کی غلط فہمی ہے۔

سیّدی اعلیٰ حضرت امامِ اہلسنّت ارشاد فرماتے ہیں :

"جائز و حلال ہے اگرچہ ایّامِ حمل میں دی ہو۔"

(فتاویٰ رضویہ، جلد پنجم، صفحہ ۶۲۵)

سمدھن، چچی اور ممانی سے نکاح کا مسئلہ

کچھ لوگ سمدھن، چچی اور ممانی سے نکاح کو برا جانتے ہیں حالانکہ سمدھن سے نکاح بلا شک جائز ہے۔ یونہی چچی اور ممانی سے بھی نکاح میں کوئی حرج نہیں۔ جب کہ شوہروں نے انہیں طلاق دے دی ہو یا وہ مر چکے ہوں تو بعد عدّت سمدھن، چچی اور ممانی سے نکاح جائز ہے۔ جو لوگ ان نکاحوں کو برا جانتے ہیں وہ جاہل ہیں، حوالے کے لئے دیکھئے!

ملفوظات اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ، جلد سوئم، صفحہ ۱۰ اور فتاویٰ افریقہ، صفحہ ۱۰۰

کیا شوہر کے لئے بیوی کو ہاتھ لگانے سے پہلے مہر معاف کرانا ضروری ہے؟

کافی لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ شوہر کے لئے ضروری ہے کہ نکاح کے بعد پہلی ملاقات میں اپنی بیوی سے پہلے مہر معاف کرائے پھر اُس کے جسم کو ہاتھ لگائے۔ یہ ایک غلط خیال ہے اسلام میں ایسا کچھ نہیں۔ مہر معاف کرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ آجکل جو مہر رائج ہے، اُسے غیر معجّل کہتے ہیں، جو یا تو طلاق دینے پر یا پھر دونوں میں سے کسی ایک کی موت پر دینا واجب ہوتا ہے۔ اس سے پہلے دینا واجب نہیں۔ ہاں اگر پہلے دے دے تو کوئی حرج نہیں بلکہ نہایت عمدہ

بات ہے۔ معاف کرانے کی کوئی ضرورت نہیں اور مہر معاف کرانے کے لئے نہیں باندھا جاتا ہے۔ اب دے یا پھر دے، وہ دینے کے لئے ہے، معاف کرانے کے لئے نہیں۔

ہاں اگر مہر معجّل ہو یعنی نکاح کے وقت نقد دینا طے کر لیا گیا ہو تو بیوی کو اختیار ہے کہ وہ اگر چاہے تو بغیر مہر وصول کئے خود کو اُس کے قابو میں نہ دے اور اُس کو ہاتھ نہ لگانے دے اور چاہے تو بغیر مہر لئے بھی اُس کو یہ سب کرنے دے، معاف کرانے کا یہاں بھی کوئی مطلب نہیں۔

جس عورت کے زنا کا حمل ہو اس سے نکاح کا مسئلہ

زانیہ حاملہ کے نکاح کو کچھ لوگ ناجائز سمجھتے ہیں حالانکہ وہ جائز ہے، زنا اسلام میں بہت بڑا گناہ ہے اور اس کی سزا بہت سخت ہے لیکن اگر کسی عورت سے زنا کاری سرزد ہوئی اس سے نکاح کیا جائے تو نکاح صحیح ہو جائیگا خواہ وہ زنا سے حاملہ ہوگئی ہو جب کہ وہ عورت شوہر والی نہ ہو اور نکاح اگر اسی شخص سے ہو جس کا وہ حمل ہے تو بعد نکاح وہ دونوں ساتھ ساتھ رہ سکتے ہیں صحبت و ہمستری بھی کر سکتے ہیں اور کسی دوسرے سے نکاح ہو تو جب تک بچّہ پیدا نہ ہو جائے دونوں کو الگ رکھا جائے اور ان کے لئے ہمبستری جائز نہیں درّ مختار میں ہے: صَحَّ نِكَاحُ حُبْلٰى مِنْ زِنَا وَ اِنْ حرُمَ وَطْؤُهَا وَلَوْ نَكَحَهَا الزَّانِیْ حَلَّ لَهٗ وَطْؤُهَا اِتِّفَاقاً۔

امامِ اہلسنّت سیّدی اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

جو عورت معاذ اللہ زنا سے حَامِلہ ہو اس سے نکاح صحیح ہے خواہ اس زانی

سے ہو یا غیر سے فرق اتنا ہے اگر زانی سے نکاح ہو تو وہ بعد نکاح اس سے قربت بھی کر سکتا ہے اور غیر زانی سے ہو تو تا وضع حمل قربت نہ کرے۔

فتاویٰ رضویہ، جلد ۵، صفحہ ۱۹۹: فتاویٰ افریقہ، صفحہ ۱۵

کیا عورت کے بیس بچّے ہو جائیں تو اُس کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے؟

عورت کے بیس بچّے ہو جائیں تو اس کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے، یہ ایک عامیانہ اور خالص جاہلانہ خیال ہے صحیح بات یہ ہے کہ بچّے بیس (۲۰) ہو جائیں یا اس سے بھی زیادہ اسکے نکاح پر کوئی فرق نہیں پڑتا اور پہلا نکاح باقی رہتا ہے دوبارہ نکاح کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

عدّت کیلئے عورت کو مائیکے میں لانا

آج کل اگر کوئی عورت مطلّقہ ہو جائے تو مائیکے والے اس کو فوراً اپنے گھر لے آتے ہیں بلکہ اس پر فخر کیا جاتا ہے، اور اگر وہ شوہر کے گھر میں رہے تو کچھ لوگ اس کے ماں باپ اور بھائیوں کو عار دلاتے ہیں کہ طلاق کے بعد بھی لڑکی کو شوہر کے گھر چھوڑ دیا ہے، یہ سب غلط باتیں ہیں۔

مسئلہ یہ ہے کہ بعد طلاق عورت شوہر کے گھر میں ہی عدّت گذارے اور شوہر کے اوپر عدّت کا نان ونفقہ اور رہنے کے لئے مکان دینا لازم ہے۔ قرآن کریم میں پارہ ۲۸ سورہ طلاق کی آیت ہے : لَا تُخْرِجُوْنَ مِنْ بُیُوْتِهِنَّ وَ لَا یَخْرُجْنَ اِلَّا اَنْ یَّاْتِیْنَ بِفَاحِشَةٍ ۚ یعنی طلاق والی عورتوں کو ان کے گھر سے نہ نکالو نہ وہ خود نکلیں مگر جب کہ وہ کھلی ہوئی بے حیائی کریں۔

ہاں یہ ضروری وفرض ہے کہ وہ دونوں اجنبی اورایک دوسرے کے غیر ہو کر رہیں اور بہتر یہ ہے ان کے درمیان کوئی بوڑھی عورت رہے اوران کی دیکھ بھال رکھے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ شوہر گھر میں نہ رہے خاص کر رات کو کہیں اور سوئے عورت کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ شوہر کے کپڑے وغیرہ دھونا بھی بعد طلاق کوئی گناہ نہیں ہے، کیونکہ بعد طلاق وہ اگرچہ بیوی نہیں مگر ایک مسلمان عورت ہے اور شرعی حُدود کی پابندی کے ساتھ ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کے کام میں آجانا حُسنِ اخلاق ہے اور اچھی بات ہے۔

یہ جو بعض جگہ لوگ اتنی سختی کرتے ہیں کہ بعد طلاق عدّت میں اگر شوہر بیوی کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا بھی کھالے تو حقہ پانی بند کر دیتے ہیں یہ غلط ہے۔ جب تک خوب یقین سے معلوم نہ ہو کہ وہ میاں بیوی کی طرح مخصوص معاملات کرتے ہیں محض شکوک کی وجہ سے انہیں تنگ نہ کیا جائے اور بدگمانی اسلام میں گناہ ہے۔

ہاں اگر طلاقِ مغلظہ یا بائنہ کی عدّت ہو اور شوہر فاسق ہو اور کوئی وہاں ایسا نہ ہو کہ اگر شوہر کی نیت خراب ہو تو اس کو روک سکے تو عورت کے لئے اس گھر کو چھوڑنے کا حکم ہے۔ (فتاویٰ فیض الرسول، جلد۲، صفحہ ۲۹۰)

مُطلّقہ کی عدّت کو ۳ مہینے خیال کرنا

کافی لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ مطلّقہ کی عدّت ۳ مہینے میں پوری ہو جاتی ہے یہ غلط ہے۔ طلاق شدہ عورت کی عدّت یہ ہے کہ اگر وہ حاملہ نہ ہو تو بعد طلاق اس کو تین (۳) بار ماہواری ہو جائے، خواہ یہ تین (۳) ماہواریاں تین مہینے

سے کم میں ہو جائیں یا اس سے زیادہ میں خواہ سال گذر جائیں اگر تین بار اس کو ماہواری نہیں ہوئی تو عدّت پوری نہیں ہوگی، ہاں اگر وہ پچپن (۵۵) سال کی ہوگئی ہو اور مہینہ آنا بند ہو گیا ہو یا نابالغہ ہو کہ ابھی مہینہ شروع ہی نہیں ہوا یا اس کو کبھی مہینہ کسی مرض کی وجہ سے آیا ہی نہ ہو تو اس کی عدّت تین ماہ ہے اور حامِلہ کی عدّت بچّہ پیدا ہو جانا ہے خواہ طلاق کے بعد فوراً بچّہ پیدا ہو جائے عدّت پوری ہو جائے گی۔

خلاصہ یہ کہ عام طور سے طلاق کی عدّت تین مہینے یا تین مہینے ۱۳ دن سمجھنا غلط ہے، صحیح بات وہ ہے جو ہم نے اوپر بیان کر دی۔

لڑکوں کی شادی میں بجائے ولیمے کے منڈھیا کرنا

لڑکے کی شادی میں زفاف یعنی بیوی اور شوہر کے جمع ہونے کے بعد صبح کو اپنی بساط کے مطابق مسلمانوں کو کھانا کھلائے اُسے ولیمہ کہتے ہیں اور یہ سیّد عالم ﷺ کی مبارک سنّت ہے بکثرت احادیث میں اسکا ذکر ہے۔ سرکار نے خود بھی ولیمے کیئے اور صحابۂ کرام کو بھی اُس کا حکم دیا مگر آج کل کافی لوگ شادی سے پہلے دعوتیں کر کے کھانا کھلاتے ہیں جس کو منڈھیا کہا جاتا ہے ولیمہ نہ کرنا اُس کی جگہ منڈھیا کرنا خلافِ سُنّت ہے مگر لوگ رسم و رواج پر اڑے ہوئے ہیں اور اپنی ضد اور ہٹ دھرمی یا ناواقفی کی بنیاد پر رسولِ کریم ﷺ کی اس مبارک اور پیاری سنّت کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اسلام کے ہر قانون میں ہزاروں مصلحتیں ہیں، منڈھیا ممنوع اور ولیمہ سُنّت ہونے میں بھی ایک بڑی حکمت یہ ہے کہ اگر نکاح سے پہلے ہی کھانا کھلا دیا تو ہو سکتا ہے کہ کسی وجہ سے نِکاح نہ ہونے پائے اور اکثر ایسا ہو بھی جاتا ہے تو اس صورت میں وہ نکاح سے پہلے کے تمام اخراجات بے مقصد اور بوجھ بن کر رہ جاتے ہیں۔

جوان لڑکیوں کی شادی میں تاخیر کرنا

آج کل جوان لڑکیوں کو گھر میں بٹھائے رکھنا اور ان کی شادی میں تاخیر کرنا عام ہو گیا ہے، اسلامی نقطۂ نظر سے یہ ایک غلط بات ہے۔ حدیث پاک میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"جس کی بیٹی ۱۲ برس کی عمر کو پہونچے اور وہ اسکا نکاح نہ کرے پھر وہ لڑکی گناہ میں مبتلا ہو تو وہ گناہ اس شخص پر بھی ہے۔ (مشکوٰۃ شریف، صفحہ ۲۷۱)

آج کل کی فضول رسموں اور بے جا اخراجات نے بھی شادیوں کو مشکل کر دیا ہے جس کی وجہ سے بھی بہت سی جوان لڑکیاں اپنے گھروں میں بیٹھی ہوئی ہیں۔ ان اخراجات پر کنٹرول کرنے کے لئے جگہ جگہ تحریکیں چلانے اور تنظیمیں بنانے کی ضرورت ہے خواہ اپنی اپنی برادری کی سطح پر ہی یہ کام کیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔ بھائیو! دور کام کرنے کا ہے صرف باتیں ملانے یا نعرے لگانے اور مشاعرے سننے سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔

کچھ لوگ اعلیٰ تعلیم کے لئے لڑکیوں کی عمر زیادہ کر دیتے ہیں اور انہیں غیر شادی شدہ رہنے پر مجبور کر دیتے ہیں، یہ بھی نری حماقت اور بیوقوفی ہے۔

آج مسلمانوں میں کچھ بد مذہب اور باطل فرقے جوان لڑکیوں کی اعلیٰ تعلیم کے مدارس اور اسکول کھولنے میں بہت کوشاں ہیں۔ ان کا مقصد اپنے باطل اور مخصوص غیر اسلامی عقائد مسلمانوں میں پھیلانے اور گھروں میں پہونچانے کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں ہے۔ اور ادھر لوگوں میں آجکل اولاد سے محبت اس قدر بڑھ گئی ہے کہ ہر شخص اس کوشش میں ہے کہ میری لڑکی اور میرا لڑکا پتہ نہیں کیا کیا

بن جائے، اور اعلیٰ تعلیم کے نشے سوار ہیں اور بنتا تو کوئی کم ہی ہے لیکن اکثر بُرے دن دیکھنے کو ملتے ہیں۔ لڑکے زیادہ پڑھ کر باپ بن رہے ہیں اور لڑکیاں ماں بن رہی ہیں۔

ہوسکتا ہے کہ ہماری ان باتوں سے کچھ لوگوں کو اختلاف ہو مگر ہمارا مشورہ یہی ہے لڑکیوں کو اعلیٰ تعلیم سے باز رکھا جائے، خاص کر جب کہ یہ تعلیم شادی کی راہ میں حائل ہو اور پڑھنے پڑھانے کے چکّر میں ادھیڑ کر دیا جاتا ہو اور خاص کر غریب طبقے کے لوگوں میں، کیونکہ ان کے لئے پڑھی لکھی لڑکیاں بوجھ بن جاتی ہیں، کیونکہ ان کے لئے شوہر بھی اے کلاس اور اعلیٰ معیار کے ہونا چاہیئے اور وُہ مِل نہیں پاتے اور کوئی ملتا بھی ہے تو وہ جہیز میں کار یا موٹر سائیکل کا طالب ہے بلکہ بارات سے پہلے ایک دو لاکھ روپیہ کا سُوالی ہے۔

ہندوستانی گورنمنٹ جو بچّوں کو اونچی تعلیم دلانے پر زور دے رہی ہے اس کے لئے میرا مشورہ ہے کہ وہ تعلیم یافتہ بچّوں کی نوکری و ملازمت کی ذمہ داری لے یا ان کے وظیفے متعیّن کرے خالی پڑھا پڑھا کر چھوڑ دینا نہ گھر کا رکھنا نہ باہر کا نہ کھیت کا نہ دفتر کا، یہ غریبوں کے ساتھ ظلم ہے اور سماج کی بربادی ہے۔

بیوہ عورتوں کے نکاح کو بُرا سمجھنا

بیوہ عورت کے لئے اسلام میں نکاح جائز ہے اور لوگوں کی بدنیتی، بدنگاہی اور فاسد ارادوں اور بدکاری سے بچنے کی نیت سے ہو تو بلاشبہ باعث اجر و ثواب بھی ہے اور نکاح کرنے پر بلاوجہ کسی عورت پر لعن وطعن کرنا اُس کو بُرا بھلا کہنا یا بیوہ عورت کو منحوس خیال کرنا سب گناہ ہے۔

دراصل اس سلسلے میں دو قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں، ایک تو وہ جو بیوہ عورتوں کے نکاح کو فرض قطعی سمجھتے ہیں اور جبراً اُن کے نکاح کراتے ہیں اور نہ کرنے کو حرام خیال کرتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو گمراہ بد دین ہو چکے ہیں، دوسرے وہ لوگ جو اس نکاح کو بُرا جانتے ہیں اور نکاح کرنے والی کو لعن وطعن کرتے ہیں یہ لوگ بھی سخت غلطی پر ہیں۔ آج کل کے ماحول میں بدکاروں، زناکاروں، عیاشوں، ہوٹلوں، کلب گھروں، رنڈی خانوں میں عیاشی وزناکاری کرنے والے مردوں اور عورتوں کی کثرت کے باوجود انہیں کوئی کچھ نہیں کہتا بلکہ وہ نیتا، قائد اور بڑے آدمی کہلائے جارہے ہیں اور کوئی بیوہ عورت نکاح کرے یا ادھیڑ عمر کا مرد، یا کوئی مرد ایک سے زیادہ نکاح کرے تو اُس کو لوگ بُرا جانتے ہیں اور ملامت کرتے ہین یہ سب جہالت اور اسلام سے دوری کے نتائج ہیں، نِکاح شرعی جتنے زیادہ ہوں اتنا بہتر کیونکہ نکاح بدکاری کو مٹاتا ہے۔ زِناکاری اور زِناکاروں کے راستے بند کرتا ہے۔ آجکل لینے دینے، لمبی لمبی باراتوں، جہیز کی زیادتی اور رسوم ورواج کی کثرت سے نِکاح شادیاں مشکل ہوگئی ہیں اسی لئے بدکاری وزناکاری بڑھ رہی ہے، نکاح کو آسان کرو تاکہ بدکاری مٹ جائے۔

قطب ستارے کی طرف پیر کرکے نہ سونا

یہ مسئلہ عوام میں کافی مشہور ہوگیا ہے اور ہندوستان میں کافی لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ اُتّر کی سمت پیر پھیلانا منع ہے کیونکہ ادھر قطب ہے یہاں تک کہ اگر کوئی شمال یعنی اتّر کی جانب پاؤں کرکے لیٹے یا سوئے تو اس کو نہایت بُرا اور مذموم جانتے ہیں اور مکانوں میں چارپائیاں ڈالنے میں اس بات کا خاص خیال رکھتے ہیں کہ سرہانا یا تو پچھّم کی طرف ہو یا پھر اتّر کی جانب۔

شرعاً قبلہ کی جانب پاؤں پھیلانا تو یقیناً بے ادبی ومحرومی ہے اس کے علاوہ باقی سمتیں اسلام میں برابر ہیں کسی کو کسی پر کوئی برتری وفضیلت نہیں۔

اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں :

''یہ مسئلہ جہلاء میں بہت مشہور ہے، قطب عوام میں ایک ستارے کا نام ہے تو تارے تو چاروں طرف ہیں کسی طرف پیر نہ کرے۔''

(فتاوٰی رضویہ، جلد ۱۰، قسط ۲، مطبوعہ بیسلپور، صفحہ ۱۵۸؛ الملفوظ، جلد ۲، صفحہ ۵۷)

یعنی اگر قطب ستارے کی وجہ سے اُتر کی طرف پیر کر کے سونا منع ہو جائے تو ستارے چاروں طرف ہیں کسی جانب پیر پھیلانا جائز نہیں ہوگا۔

آج کل اگر لوگ اس رواج کو مٹانے اور غلط فہمی کو دور کرنے کیلئے چارپائیوں کی پائنتی جانبِ اُتر رکھیں تو وہ اجر کے مستحق ہونگے اور انہیں ایک غلط رواج کو مٹانے کا ثواب ملے گا۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ میت کو قبر میں لٹاتے وقت اس کا سر قطب یعنی اُتر کی جانب کیوں کیا جاتا ہے۔ تو بات یہ ہے کہ میت کا سر اُتر کی طرف کرنے یا قبر میں اُسے داہنے کروٹ لٹانے کا معمول اسلئے ہے تاکہ اُس کا چہرہ قبلہ کی طرف ہو جائے اور سونے یا لیٹنے میں قبلہ کی طرف منہ رکھنے کا کوئی حکم نہیں اور سونے اور لیٹنے والا ایک کروٹ رہ بھی نہیں سکتا۔ لہٰذا اُس کا چہرہ قبلہ کی طرف نہیں رہ پاتا وہ کروٹیں بدلتا ہے۔ مُردے میں یہ سب نہیں۔ اور سوتے وقت بھی اگر کوئی قبلہ کی طرف چہرہ کرلے تو اچھی نیت کی وجہ سے یہ عمل بھی اچھا ہے لیکن شرعاً ضروری نہیں اور جو لوگ اُتر کی طرف پیر کر کے سونے کو منع کرتے ہیں اُن کا مقصد تو قطب کی تعظیم کرنا ہوتا ہے نہ کہ چہرے کو قبلہ کی طرف کرنا۔ اور

قطب ستارے کی تعظیم کا حکم اگر اسلام مذہب میں کہیں آیا ہوتو ہمیں بھی کوئی صاحب بتائیں۔اور لکھ کر بھیجیں۔

مُرید ہونا کتنا ضروری ہے؟

آج کل جو بیعت رائج ہے اُسے بیعتِ تبرّک کہتے ہیں جو نہ فرض ہے نہ واجب اور نہ ایسا کوئی حکمِ شرعی کہ جس کو نہ کرنے پر گناہ یا آخرت میں مُواخذہ ہو۔

ہاں اگر کوئی متّصل السلسلہ جامع شرائط پیر مل جائے تو اس کے ہاتھ میں ہاتھ دیکر اسکا مرید ہونا یقیناً ایک امر مستحسن اور باعثِ خیر و برکت او بے شمار دینی و دنیوی فوائد کا حامل ہے۔

لیکن اسکے باوجود اگر کوئی شخص عقائد درست رکھتا ہو، بزرگانِ دین اور عُلماء کرام سے محبت رکھتا ہو اور کسی خاص پیر کا مرید نہ ہوتو اسکے لئے یہ عقائد و ایمان کی درستگی، اولیاء کرام وعُلماء ذوی الاحترام سے محبت ہی کافی ہے، اور کسی خاص پیر کا مرید نہ ہوکر ہرگز وہ کوئی شرعی مُجرم یا گناہ گار نہیں ہے۔مگر آج کل گاؤں، دیہاتوں میں کچھ جاہل بے شرع پیر یہ پُروپگنڈہ کرتے ہیں کہ جو مُرید نہ ہوگا اُسے جنّت نہیں ملے گی، یہاں تک کہ بعض ناخواندہ پیشہ ور مقرّر جن کو تقریر کرنے کی فُرصت ہے مگر کتابیں دیکھنے کا وقت اُن کے پاس نہیں، جلسوں میں ان جاہل پیروں کو خوش کرنے کے لئے یہ تک کہہ دیتے ہیں کہ جس کا کوئی پیر نہیں اسکا پیر شیطان ہے اور بعض ناخواندے اسکو حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بتاتے

ہیں۔ اور اس سے آجکل کی پیری، مریدی مراد لیتے ہیں، اولاً تو یہ کوئی حدیث نہیں ہاں بعض بزرگوں سے ضرور منقول ہے کہ جس کا کوئی شیخ نہیں اُس کا شیخ شیطان ہے، تو اس شیخ سے مُرادمرشِد عام ہے نہ کہ مرشِد خاص، اور مرشِد عام کلام اللہ وکلامِ ائمہ شریعت وطریقت وکلامِ علماء ظاہر و باطن ہے، اس سلسلۂ صحیحہ پر کہ عوام کا ہادی کلامِ علماء اور علماء کا رہنما کلامِ ائمہ اور ائمہ کا مرشد کلامِ رسول اور رسول کا پیشوا کلامُ اللہ۔

سیّدی وسندی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں:

سُنّی صحیح العقیدہ کہ ائمہ ہُدیٰ کو مانتا، تقلید ائمہ ضروری جانتا، اولیاء کرام کا سچا معتقد، تمام عقائد میں راہِ حق پر مستقیم وہ ہرگز بے پیر نہیں، وہ چاروں مرشدانِ پاک یعنی کلامِ خدا اور رسول و ائمہ وعلماءِ ظاہر و باطن اسکے پیر ہیں اگرچہ بظاہر کسی خاص بندۂ خدا کے دستِ مبارک پر شرفِ بیعت سے مشرف نہ ہوا ہو۔

نِقَاءُ السَّلَافِۃ فی احکامِ البیعۃ وَ الخِلافۃ، صفحہ ۴۰

اور فرماتے ہیں رستگاری (جہنم سے نجات اور چھٹکارے) کے لئے نبی کو مُرشد جانناکافی ہے۔ (فتاویٰ افریقہ، صفحہ ۱۳۶)

خلاصہ یہ کہ اگر جامع شرائط متبع شرع پیر ملے مرید ہو جائے کہ باعث خیر و برکت اور درجات کی بلندی کا سبب ہے، اور ایسا لائق و اہل پیر نہ ملے تو خواہی نخواہی گاؤں گاؤں پھیری کرنے والے جاہل، بے شرع، علماء کی برائی کرنے والے نام نہاد پیروں کے ہاتھ میں ہاتھ ہرگز نہ دے۔ ایسے لوگوں سے مرید ہونا ایمان کی موت ہے۔

کیا پیر کے لئے سیّد ہونا ضروری ہے؟

آجکل یہ پروپیگنڈہ بھی کیا جاتا ہے کہ مرید کرنے کا حق صرف سیّدوں کو ہے۔ ایسا پُروپیگنڈہ کرنے والوں میں زیادہ تر وہ لوگ ہیں جو سیّد نہ ہوکر خود کو آلِ رسول اور سیّد کہلاتے ہیں۔ ساداتِ کرام سے محبت اور ان کی تعظیم اہلِ ایمان کی پہچان ہے۔ نہایت بد بخت و بدنصیب ہے جس کو آلِ رسول سے محبت نہ ہو، لیکن پیر کیلئے سیّد ہونا ضروری نہیں۔ قرآنِ کریم میں ہے: اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰکُمْ تم میں اللہ کے حضور شرافت وعزّت والے تقویٰ و پرہیزگاری والے ہیں۔ حضرت سیّدنا غوثِ صمدانی شیخ عبدالقادر جیلانی خود نجیب الطّرفین حسنی حسینی سیّد ہیں لیکن حضور کے پیرو مرشد شیخ ابوسعید مخزومی اور انکے شیخ ابوالحسن ہکاری اور ان کے مرشد شیخ ابوالفرح طرطوسی یونہی سلسلہ بسلسلہ شیخ عبدالواحد تمیمی، شیخ ابوبکر شبلی، شیخ جنید بغدادی، شیخ سری سقطی، شیخ معروف کرخی رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے کوئی بھی سیّد و آلِ رسول نہیں۔

سُلطان الہند خواجہ معین الدین علیہ الرحمۃ والرضوان کے پیرو مرشد سیّدنا خواجہ عثمانِ ہارونی بھی سیّد نہیں تھے۔ پھر بھی یہ کہنا کہ پیر کیلئے سیّد ہونا ضروری ہے یہ بہت بڑی جہالت وحماقت ہے۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں پیر کے لئے سیّد ہونے کی شرط ٹھہرانا تمام سلاسِل کو باطِل کرنا ہے سلسلۂ عالیہ قادریہ میں سیّدنا امامِ علی رضا اور حضور غوثِ اعظم کے درمیان جتنے حضرات ہیں ساداتِ کرام سے نہیں اور سلسلۂ عالیہ چشتیہ میں تو سیّدنا مولیٰ علی کے بعد ہی امامِ حسن بصری ہیں جو نہ سیّد ہیں نہ قریشی اور نہ عربی، اور سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کا خاص آغاز ہی سیّدنا صدّیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ

عنہ سے ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد ۹، صفحہ ۱۱۴، مطبوعہ بیسلپور)

اور حضور کے صحابہ جن کی تعداد ایک لاکھ سے بھی زیادہ ہے اُن میں دو تین کو چھوڑ کر کوئی سیّد اور آلِ رسول نہیں لیکن اُن کے مرتبہ کو قیامت تک کوئی نہیں پہنچ سکتا۔

کافروں کو مرید کرنا

کُچھ جاہل نام نہاد پیر کافروں کو مُرید کر لیتے ہیں جبکہ کافروں کو جب تک وہ کفر اور اُسکے لوازمات سے توبہ کر کے اور کلمہ پڑھ کر مسلمان نہ بنیں ان کو مُرید کرنا ان کے لئے مُرید کا لفظ بولنا جہالت ہے۔ تعجب کی بات ہے کہ مہادیو کی پُوجا کرے، رات دن بُتوں کے سامنے ڈنڈوت کرے اور مُرید آپ کا کہلائے۔ جو خدا اور خدا کے رَسول کا نہیں وُہ آپکا کیسے ہو گیا؟

صحیح بات یہ ہے کہ وہ آپ کا مُرید نہ ہوا بلکہ اس کی مالداری دیکھ کر آپ اسکے مُرید ہو گئے ہیں سیّدی اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں ''کوئی کافر خواہ مشرک ہو یا موحّد ہرگز نہ داخلِ سِلسلہ ہوسکتا ہے اور نہ بے اسلام اسکی بیعت مُعتبر نہ قبلِ اسلام اسکی بیعت معتبر اگرچہ بعد کو مسلمان ہو جائے کہ بیعت ہو یا کوئی اور عمل سب کے لئے پہلی شرط اسلام ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد ۹، صفحہ ۱۵۷)

کافروں کو مرید کرنے والے کچھ پیر کہتے ہیں کہ ہم اُنہیں اس لئے مُرید کرتے ہیں تا کہ وہ ہماری محبت میں مسلمان ہو جائیں۔ ٹھیک ہے اگر آپ کی یہ نیت ہے تو اُس کے ساتھ اچھے اخلاق و کردار کے ساتھ پیش آیئے لیکن جب تک مُسلمان نہ ہو اُسے مُرید نہ کہئے۔ اور ذرا یہ بھی تو بتایئے کہ اب تک آپ نے مُرید کر کے کتنے کافر مسلمان بنائے ہیں؟ آج تو وہ زمانہ ہے کہ غیر مسلموں سے گہری

دوستی اور یاری رکھنے والے مسلمان ہی کافر یا اُن کی طرح ہو رہے ہیں اور مثال اُن بزرگوں کی پیش کرتے ہیں جنہوں نے ایک ایک سفر میں نوّے (۹۰) نوّے ہزار غیر مسلموں کو کلمہ پڑھایا۔ خیال رہے کہ تم میں اور اُن میں بڑا فرق ہے۔ وہ کافروں کو مسلمان کرتے تھے اور تم تعلقات رکھ کر خود اُن کی طرح ہوئے جا رہے ہو۔

اگر جامع شرائط پیر نہ ملے تو کیا کرنا چاہیئے؟

عقائد صحیحہ پر قائم رہے، احکامِ شریعت پر عمل کرے اور تمام اولیاء کرام اور عُلماء ذوی الاحترام سے محبت کرے، حضور پُر نور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی گئی کہ اگر کوئی شخص حضور کا نام لیوا ہو اور اس نے نہ حضور کے دستِ مبارک پر بیعت کی نہ حضور کا خرقہ پہنا ہو کیا وہ حضور کے مُریدوں میں ہے تو فرمایا ''جو اپنے آپ کو میری طرف منسوب کرے اور اپنا نام میرے غلاموں میں شامل کرے اللہ اُسے قبول فرمائیگا اور وہ میرے مریدوں کے زمرے میں ہے۔'' (بحوالہ فتاویٰ افریقہ، صفحہ ۱۴۰) علاوہ ازیں سیّدنا شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ جسکو پیرِ کامل جامع شرائط نہ ملے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود شریف پڑھے۔

پیر سے پردہ

یہ بات کافی مشہور ہے کہ پیر سے پردہ نہیں ہے حالانکہ اصلیت یہ ہے کہ پردے کے معاملے میں پیروں یا عالموں، اماموں کا علیٰحدہ سے کوئی حکم نہیں سیّدی اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ''پردے کے معاملے میں پیر و غیر پیر ہر اجنبی کا حکم یکساں ہے جوان عورت کو چہرہ کھول کر بھی سامنے آنا منع اور بڑھیا کے لئے جس سے احتمالِ فتنہ نہ ہو مضائقہ نہیں۔'' (فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، صفحہ ۱۰۲)

مالدار ہونے کے لئے مُرید ہونا

آجکل زیادہ تر لوگ اس لئے مُرید ہوتے ہیں کہ ہم مالدار ہوجائینگے یا دنیوی نقصانات سے محفوظ رہیں گے، کتنے لوگ یہ کہتے سُنے جاتے ہیں کہ ہم فلاں پیر صاحب سے مرید ہوکر خوشحال اور مالدار ہوگئے افسوس کا مقام ہے کہ جو پیری مریدی کبھی رشد وہدایت، ایمان کی حفاظت اور دخولِ جنّت، حصولِ شفاعت کا ذریعہ خیال کی جاتی تھی آج وہ حصولِ دولت وامارت یا صرف نقش و تعویذ، پڑھنا اور پھونکنا بن کر رہ گئی اب شاید ہی کوئی خوش نصیب ہوگا جو اہلِ علم و فضل علماء، صلحا یا مزاراتِ مقدّسہ پر اس نیت سے حاضری دیتا ہو کہ ان سے گناہوں کی مغفرت اور خاتمہ علیٰ الایمان کی دُعا کرائیں گے۔

اسلام میں دنیا کی زندگی کو محض ایک کھیل تماشا کہا گیا اور آخرت کو باقی رہنے والا لیکن جس کا پتہ نہیں کب ساتھ چھوڑ جائے اسکو سنوارنے، بنانے میں لگ گئے اور جہاں سب دن رہنا ہے اس کو بھلا بیٹھے۔ حدیثِ پاک میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جب تم کسی بندے کو دیکھو کہ اللہ تعالیٰ اسکو گناہوں کے باوجود دنیا دے رہا ہے جو بھی وہ بندہ چاہتا ہے تو یہ ڈھیل ہے یعنی اگر کوئی بندہ گناہ کرتا رہے مگر حق تعالیٰ کی طرف سے بجائے پکڑ کے نعمتیں مِل رہی ہیں تو یہ نعمتیں نہیں بلکہ عذاب ہے، رات دن دولت کمانے میں لگے رہنے والے اب مسجدوں، خانقاہوں میں بھی کبھی آتے ہیں تو محض دولتِ دنیا اور عیش وآرام کی فکر لے کر۔ کس قدر محرومی ہے۔

خدائے تعالیٰ آخرت کی فکر کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے!

بزرگوں کی تصویریں گھروں میں رکھنا

آجکل بزرگانِ دین کی تصویریں اوران کے فوٹو گھروں، دوکانوں میں رکھنے کا بھی رواج ہوگیا ہے۔ یہاں تک کہ بعض لوگ پیروں، ولیوں کی تصویریں فریم میں لگا کر گھروں میں سجا لیتے ہیں اور ان پر مالائیں ڈالتے، اگربتیاں سُلگاتے یہاں تک کہ بعض جاہل ناخواندے ان کے سامنے مُشرِکوں، کافروں بُت پرستوں کی طرح ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں، انہیں چومتے اور سجدے کرتے ہیں یہ باتیں سخت ترین حرام یہاں تک کہ کفرانجام ہیں بلکہ یہ ہاتھ باندھ کر تصویر کے سامنے کھڑا ہونا ان پر پھول اور مالائیں ڈالنا یہ کافروں کا کام ہے۔

سیّدی اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں ''اللہ عزّ وجل ابلیس کے مکر سے پناہ دے، دنیا میں بُت پرستی کی ابتداء یونہی ہوئی کہ اچھے اور نیک لوگوں کی محبت میں اُن کی تصویریں بنا کر گھروں اور مسجدوں میں تبرّکاً رکھ لیں دھیرے دھیرے وہی معبود ہوگئیں۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، نصف آخر، مطبوعہ بیسلپور، صفحہ ۴۷)

بخاری شریف اور مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ وُد، سُواع، یغوث، یعُوق اور نسر جو مشرکین کے معبُود اوران کے بت تھے جن کی وہ پرستش کرتے تھے جن کا ذکر قرآنِ کریم میں بھی آیا ہے یہ سب قوم نوح کے نیک لوگ تھے ان کے وصال ہو جانے کے بعد قوم نے ان کے مجسّمے بنا کر اپنی نشست گاہوں میں

رکھ لئے اس وقت صرف محبت میں ایسا کیا گیا تھا لیکن بعد کے لوگوں نے ان کی عبادت اور پرستش شروع کر دی اس قسم کی احادیث کثرت سے کتبِ احادیث میں آئی ہیں۔

ایک حدیث پاک میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

قیامت قائم نہ ہوگی جب تک میری اُمّت کے کچھ قبیلے مشرکوں سے نہ مل جائیں یہاں تک کہ میری اُمّت کے کچھ گروہ بُت پرستی کرنے لگیں گے۔

(مشکٰوۃ، کتاب الفتن، صفحہ ۴۶۵)

اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے مولانا مفتی احمد یار خاں صاحب فرماتے ہیں :

ہم نے دیکھا بعض لوگ اپنے پیروں کے فوٹوؤں کو سجدے کرتے ہیں، اُنہیں چومتے اور اُنہیں سجا کر رکھتے ہیں، یہ ہے اِس حدیث کا ظہور۔ بعض کلمہ گو تعزیوں کو سجدے کرتے ہیں، قبروں کو تو بہت لوگ سجدے کرتے ہیں، بعض لوگ زندہ پیروں کو سجدے کرتے ہیں، یہ ہے بُت پرستی۔ نعوذ باللہ!

(مرأۃ المناجیح، جلد ۷، صفحہ ۲۱۹)

خلاصہ یہ کہ تصویر، فوٹو اسلام میں حرام ہیں اور پیروں، ولیوں، اللہ والوں کے فوٹو اور انکی تصویریں اور زیادہ حرام ہیں۔ کافروں، اسلام دشمن طاقتوں کی سازشیں چل رہی ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم کو اپنی طرح بنائیں اور تم سے کفر کرائیں خود بھی جہنم میں جائیں اور تم کو بھی جہنم میں لے جائیں۔

شریعت کی مخالفت کرنے والے پیر

آجکل ایسے پیروں کی تعداد بھی کافی ہے جو نماز روزہ و دیگر احکامِ شرع پر نہ خود عمل کرتے ہیں اور نہ اپنے مریدوں سے عمل کراتے ہیں بلکہ اسلام و قرآن کی باتوں کو یہ کہکر ٹال دیتے ہیں کہ یہ مولوی لائن کی باتیں ہم تو فقیری لائن کے ہیں یہ کھلے عام شریعت اسلامیہ کا انکار اور نماز روزے کی مخالفت کرنے والے، پیر تو پیر مسلمان تک نہیں ہیں ان کا مُرید ہونا ایسا ہی ہے جیسے کسی غیر مُسلِم کو اپنا پیشوا بنانا، کیونکہ شریعت اسلامیہ کا انکار اسلام ہی کا انکار ہے اور یہ کفر ہے۔

سیّدنا اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی ارشاد فرماتے ہیں :

''صراحۃً شریعت مطہرہ کو معاذ اللہ معطل و مہمل لغو و باطل کر دینا یہ صریح کفر و ارتداد و زندقہ والحاد و موجب لعنت و ابعاد ہے۔'' (مقال عرفاء، صفحہ ۹)

حق یہ ہے کہ اللہ کا ولی اور اللہ والا وہی ہے جو خود بھی اللہ کے راستے پر چلے اور دوسروں کو بھی چلائے اور اللہ کا راستہ وہی ہے جو رسول اکرم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا اور خود اُس پر چل کر دکھایا اس کا مخالف حضور کا مخالف ہے، اور حضور کا مخالف اللہ کا مخالف ہے، اور شیطانِ لعین کا مُرید ہے۔

قرآن کریم میں خدائے تعالیٰ کا فرمان ہے :

''اے محبوب تم فرماؤ کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میرا کہنا مانو تم اللہ کے پیارے ہو جاؤ گے اور وہ تمہارے گناہوں کو معاف فرما دیگا اور اللہ بہت بخشنے والا مہربان ہے۔'' (پارہ ۳، رکوع ۱۲)

اس آیت کریمہ سے خوب معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ تک پہونچنے کے سارے راستے حضور ہی کے قدموں سے گذرتے ہیں وہ عالموں، مولویوں، کے

ہوں یا فقیروں، دُرویشوں کے۔ حضور کا راستہ چھوڑ کر ہرگز کوئی خدائے تعالیٰ تک نہیں پہونچ سکتا، اور حضور کا راستہ ہی شریعتِ اسلامیہ ہے اور طریقت بھی اسی کا ایک ٹکڑا ہے اس کو شریعت سے جُدا ماننا گمراہی ہے۔

بعض گمراہ پیروں کے گمراہ مُریدوں کو یہ کہتے بھی سنا گیا ہے کہ ہم نے اپنے پیر کا دیدار کرلیا یہی ہماری نماز وعبادت ہے ان کا یہ قول سخت بد دینی ہے۔ نماز اسلام میں اتنی اہم ہے اسکو اگر مُرید چھوڑیں گے تو وہ قبر وحشر میں عذابِ الٰہی کا مزہ چکھیں گے، اور پیر چھوڑیں گے تو وہ بھی آخرت میں خوب ٹھونکے جائیں گے اور وہ پیر ہی نہیں، جو نہ خود اللہ کی عبادت کرے نہ دوسروں کو کرنے دے!

نماز کا تو اسلام میں اتنا بلند مقام ہے کہ حضور سیّد عالم احمد مجتبیٰ محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم جب مکّہ معظّمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لائے تھے تو آپ نے اپنے اور اپنے گھر والوں کے رہنے کے لئے حجرے اور مکانات بعد میں تعمیر فرمائے تھے پہلے خدائے تعالیٰ کی عبادت یعنی نماز پڑھنے کے لے مسجد شریف کی تعمیر فرمائی تھی جو آج بھی ہے اسکا ایک ایک حِصّہ اہلِ ایمان کے لئے دل وجان سے بڑھ کر ہے۔

حضور فرماتے ہیں کہ نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اور نماز جنّت کی کنجی ہے پہلے زمانے کے بزرگانِ دین مرشدانِ کرام صوفی اور دُرویش سب کے سب نمازی دیندار اور نہایت درجہ حضور کی شریعت پر چلنے والے پرہیز گار ہوتے تھے۔

وہ یہ نہیں کہتے کہ ہم فقیری لائن کے ہیں ہم پر نماز معاف ہے بلکہ وہ

اوروں سے زیادہ ساری ساری رات نماز پڑھتے تھے، آجکل کے کچھ جاہل نام نہاد صوفیوں اور پیروں نے سوچا کہ پیری بھی چلتی رہے اور آزادی و آرام میں بھی کوئی کمی نہ آئے، اس لئے وہ احکام شرع نماز و روزے وغیرہ کی مخالفت کرتے ہیں۔

غور کرنے کی بات ہے کہ پہلے کے بزرگوں کے آستانے اور مزارات جہاں ملیں گے وہاں مسجد بھی ضرور ملیں گی۔ اجمیر شریف میں خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی کا آستانہ، دہلی میں حضرت خواجہ قطبُ الدین بختیار کاکی، حضرت نظام الدین محبوبِ الٰہی، حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی، حضرت شیخ عبد الحق محدّث دہلوی وغیرہم کی خانقاہیں، لاہور میں حضرت شیخ داتا گنج بخش کا آستانہ، ناگور شریف میں حضرت صوفی حمید الدین ناگوری، کچھوچھہ میں حضرت شیخ مخدوم اشرف سمنانی، پاک پٹن میں حضرت فرید الدین گنج شکر، کلیر شریف میں حضرت شیخ علاؤ الدین صابر کلیری وغیرہم کے ان سب آستانوں پر آپ کو جہاں مزارات ملیں گے وہاں مسجدیں بھی ان سے متصل بنی ہوئی نظر آئیں گی۔ اس میں راز یہ ہے کہ یہ حضرات جہاں قیام فرماتے ٹھہرتے اور بستر لگاتے وہاں خدا کا گھر یعنی مسجد بنا کر اذان و نماز سے اس کو آباد فرماتے اور جب انہوں نے خدائے تعالیٰ کی عبادت کر کے اس کے گھروں کو آباد کیا تو خدائے تعالیٰ نے ان کے در آباد کر دیئے۔

اور اسلام انہیں دو چیزوں کا نام ہے کہ خدائے تعالیٰ کی عبادت اطاعت بھی ہوتی رہے اور اس کے محبوب بندوں، خاصانِ خدا حضراتِ انبیاء و اولیاء کی تعظیم اور ان سے محبّت بھی ہوتی رہے۔

جو خدائے تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی عبادت، پوجا اور پرستش کرے وُہ مُسلمان نہیں اور جو خدا والوں سے محبت کا مطلقاً انکار کرے انکی بارگاہوں میں بے ادبی سے پیش آئے گستاخی کرے وہ بھی اسلام سے خارج ہے۔

معمولی اختلافات کو باعث نزاع بنانا

بعض فروعی اور نو پید مسائل جن کا ذکر صراحتاً کھلے الفاظ میں قرآن و حدیث اور فقہ کی مستند کتابوں میں نہیں ملتا ان کے متعلّق کبھی کبھی عالموں کی رائے الگ الگ ہو جاتی ہے، خاص کر آج سائنس کے دور میں نو ایجادات کی بنیاد پر ایسے مسائل کثرت سے سامنے آرہے ہیں تو کچھ لوگ علماء کے درمیان اختلاف کو لڑائی جھگڑے، گالی گلوج، لعن وطعن کا سبب بنا لیتے ہیں، اور آپس میں گروہ بندی کر لیتے ہیں یہ ان کی سخت غلط فہمی ہے۔

فروعی مسائل میں اختلاف کی بنیاد پر پارٹی بندی کبھی نہیں کرنا چاہیئے نہ ایک دوسرے کو برا بھلا کہنا چاہیئے بلکہ جو بات آپکے نزدیک حق ودُرست ہے وہ دوسروں کو بھی سمجھا دینا کافی اگر مان جائیں تو ٹھیک ورنہ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دینا چاہیئے اور انہیں اپنا مسلمان بھائی ہی خیال کرنا چاہیئے۔ مگر آجکل چھوٹی چھوٹی باتوں پر آپس میں لڑائی جھگڑے دنگے کرنا اور پارٹی بنانے کی مسلمانوں میں بیماری پیدا ہو گئی، یہ اسلئے بھی ہوا کہ آجکل لوگ نماز وعبادت وقرآن کی تلاوت اور دینی کتابوں کے مطالعے میں مشغول نہیں رہتے۔ خالی رہتے ہیں اسی لئے انہیں خرافات سوجھتی ہے اور خواہ مخواہ کی باتوں میں لڑتے اور جھگڑتے ہیں۔

کچھ لوگ ان فروعی اختلافات کو علماء دین کی شان میں گستاخی کرنے اور انہیں بُرا بھلا کہنے کا بہانہ بنا لیتے ہیں۔ ایسے لوگ گمراہ و بد دین ہیں ان سے دوری

بہت ضروری ہے اور ان کی صحبت ایمان کی موت ہے۔ کیونکہ علماء دین کی شان میں گستاخی اور مولویوں کو بُرا بھلا کہنا، بد مذہبی ہے گمراہوں کی گمراہی کی شروعات یہیں سے ہوتی ہے۔

اہلِ علم وفضل اصحاب دیانت وامانت میں اگر کسی بات پر اختلاف ہو جائے تو عام لوگوں کو چاہئیے کہ خدائے تعالیٰ کی توفیق سے جدھر ذہن کا جھکاؤ ہو جائے اس کی بات پر عمل کرنا چاہئیے۔ لیکن دوسرے کی شان میں بھی بے ادبی نہ کرے اسکا بھی احترام کرتے رہنا چاہئیے اور خُدائے تعالیٰ سے رورو کر توفیق خیر اور سیدھے راستے پر قائم رہنے کی دُعا کرتے رہنا چاہئیے۔

حدیث میں ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب جنگِ خندق سے واپس مدینہ میں تشریف لائے اور فوراً یہودیوں کے قبیلے بنو قریظہ پر حملہ کا ارادہ فرمایا صحابہ کو حکم دیا کہ بنو قریظہ میں چل کر عصر پڑھی جائے لیکن راستہ ہی میں نماز کا وقت ہو گیا تو کچھ صحابہ نے نماز کا وقت جانے کے خوف سے راستہ میں ہی نماز ادا فرمالی اور انہوں نے خیال کیا کہ حضور کا مقصد یہ نہیں تھا کہ خواہ وقت نکل جائے لیکن نماز بنو قریظہ ہی میں پڑھی جائے اور کچھ لوگوں نے وقت نکل جانے کی پرواہ نہ کی اور نماز عصر بنو قریظہ ہی میں جا کر پڑھی حضور کے سامنے جب یہ ذکر آیا دونوں قسم کے لوگوں کو صحیح و درست بتایا۔

(صحیح بخاری، جلد ا باب صلاۃ الطالب والمطلوب، صفحہ ۱۲۹)

ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور کے دو صحابہ سفر پر گئے راستہ میں پانی نہ ملنے کی وجہ سے دونوں نے پاک مٹی سے تیمم کر کے نماز پڑھی پھر آگے بڑھے تو پانی مل گیا اور نماز کا وقت باقی تھا۔ ایک صاحب نے وضو کر کے نماز دوہرائی لیکن

دوسرے نے نہیں دوہرائی۔ واپسی میں حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر قصہ بیان کیا تو حضور نے نماز نہ دوہرانے والے صاحب سے فرمایا تم نے سُنّت کے مطابق کام کیا اور دوہرانے والے سے فرمایا تمہارے لئے دوگنا ثواب ہے۔

(نسائی، ابوداؤد، بحوالہٗ مشکوٰۃ، باب التیمم صفحہ ۵۵)

یعنی حضور نے دونوں کو حق و درست فرمایا۔ ان حدیثوں سے پتہ چلتا ہے کہ فروعی اختلافات کے بعد بھی دو گروہ حق پر ہو سکتے ہیں جب کہ دونوں کی نیت صحیح ہو۔ ان حدیثوں سے تقلید کا انکار کرنے والی نام نہاد جماعتِ اہلِ حدیث کو سبق لینا چاہئیے کہ جو یہ کہتے ہیں کہ اختلاف کے باوجود چاروں مسلک حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی کیسے حق پر ہو گئے؟

حضرت مولائے کائنات سیّدنا و مولانا علی مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں جنگ و جدال کے باوجود دونوں کا ہی احترام کیا جاتا ہے اور دونوں میں کسی کو بُرا بھلا کہنا سخت گمراہی اور جہنم کا راستہ ہے۔

اس کی مثال یوں سمجھنا چاہئیے کہ جیسے ماں اور باپ میں اگر جھگڑا ہو جائے تو اولاد اگر ماں کو مارے، پیٹے، گالیاں دے تب بھی بدنصیب و محروم اور اگر باپ کے ساتھ ایسا برتاؤ کرے تب بھی، یعنی اولاد کو اس جھگڑے میں اجازت نہ ہوگی کہ ایک کی طرف ہو کر دوسرے کی شان میں بے ادبی کرے بلکہ دونوں کا احترام ضروری ہوگا، یا کسی شاگرد کے دو استادوں میں لڑائی ہو جائے تو شاگرد کے لئے دونوں میں سے کسی کے ساتھ بے ہودگی اور بدتمیزی کی اجازت نہ ہوگی۔

مقصد یہ کہ بڑوں کے جھگڑے میں چھوٹوں کو بہت احتیاط و ہوشیاری کی ضرورت ہے۔

اس عنوان کے تحت ہم نے جو کچھ لکھا ہے اس سب کا حاصل یہ ہے کہ جب تک کوئی شخص ضروریاتِ دین کا منکر اور عقیدے میں خرابی کی وجہ سے اس منزل کو نہ پہونچ جائے کہ اسکو خارج اسلام اور کافر کہہ سکیں تب تک اس کے ساتھ نرمی کا ہی برتاؤ کرنا چاہئیے اور سمجھانے کی کوشش کرتے رہنا چاہئیے اور خدائے تعالیٰ سے اس کی ہدایت کی دُعا کرتے رہنا چاہئیے۔

ہاں وہ لوگ جو ضروریاتِ دین کے منکر ہوں قرآن و حدیث سے ثابت صریح امور کے قائل نہ ہوں، یا اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب ﷺ اور دیگر انبیاء کرام و اولیاءِ عظام و علماءِ ذوی الاحترام کی شان میں توہینیں و گستاخیاں کرتے، یا گستاخانِ رسول کی تحریکوں اور جماعتوں سے قصداً جڑے ہوئے ہوں ان کی مدح وستائش کرتے ہوں وہ یقیناً اس لائق نہیں بلکہ ان سے جتنی نفرت کی جائے کم ہے کیونکہ اللہ اور اللہ والوں کی شان میں گستاخی و بے ادبی اسلام میں سب سے بڑا جرم ہے، اور ایسے شخص کی صحبت ایمان کے لئے زہریلا ناگ ہے۔

علماءِ اہلِ حق کے درمیان فروعی اختلافات کی صورت میں دونوں جانب کا احترام و ادب ملحوظ رکھنے کا مشورہ جو ہم نے دیا ہے یہ انہیں کیلئے جو واقعی عالم ہوں فقیہ و محدّث ہوں، ورنہ آجکل کے بعض وہ ناخواندے دو چار اردو کی کتابیں پڑھ کر عالم بنتے یا صرف تقریریں کر کے اسٹیجوں پر علاّمہ کہلاتے قرآن و حدیث میں اٹکلیں لگاتے ہیں، مسائل میں علماء سے ٹکراتے ہیں۔ اپنی دکان الگ سجاتے ہیں یہ اس میں داخل نہیں بلکہ یہ تو ملّتِ مسلمہ میں رخنہ اندازی کرنے والے اور فتنہ پرور ہیں۔

ایسے ہی وہ منکرین جو چاروں ائمہ سے الگ راہ نکالتے اور اہل حدیث کہلاتے ہیں یہ سب وہ ہیں جن کے بارے میں حدیث میں آیا حضور نے فرمایا کہ ''جب تم ایک کی اتباع پر متفق ہو جاؤ اور کوئی شخص تمہاری لاٹھی چیرنا چاہے تو اسکو قتل کردو۔'' (مشکوٰۃ، صفحہ ۳۲۰)

سیّدی اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

''جہاں اختلافاتِ فرعیہ ہوں جیسے حنفی اور شافعی فرق اہلسنّت میں وہاں ہرگز ایک دوسرے کو بُرا کہنا جائز نہیں۔'' (الملفوظ، حصّہ ا، صفحہ ۵۱)

خانقاہی اختلافات اور اس سلسلے میں صحیح بات

آجکل خانقاہی اختلافات کا بھی زور ہے اور ایک پیر کے مُرید دوسرے کے مُریدوں کو اور ایک سلسلے والے دوسرے سلسلے کے لوگوں کو ایک آنکھ نہیں بھاتے اور انہیں اپنا دشمن جانتے ہیں، اور یہ اس لئے کہ انہیں اسلام و قرآن اور اللہ و رسول سے محبت نہیں ورنہ یہ ہر مسلمان اور اللہ و رسول پر ایمان رکھنے والے سے محبت کرتے۔

آجکل کچھ پیر بھی ایسے ہیں کہ انہیں اپنے ہی مُرید اچھے لگتے ہیں اور دوسروں کے مریدوں کو دیکھ کر ان کا خون کھولتا ہے جب کہ پیری و استادی کے آداب واصول سے ہے کہ وُہ اپنے شاگردوں ومُریدوں کو جہاں اپنی ذات سے عقیدت ومحبّت سِکھائے وہیں دوسرے اہلِ علم و فضائل و مشائخ وصلحاء کی بے ادبی و گستاخی سے بچائے، بلکہ مُرید کرنے کا مقصد اُسے بے ادبی سے بچانا ہے کیونکہ اس میں ایمان کی حِفاظت ہے اور ایمان بچانے کیلئے ہی تو مرید کیا جاتا ہے، اور ایمان ادب ہی کا دوسرا نام ہے۔

جو پیر مسلمانوں سے نفرت کی تعلیم دے رہے ہیں اور قوم مسلم کو ٹکڑیوں میں بانٹ رہے ہیں، مُریدوں کو مشائخ وعلماء کا بے ادب بنا رہے ہیں وُہ ہرگز پیر نہیں ہیں، بلکہ وہ شیطان کا کام کر رہے ہیں اور ابلیس کا لشکر بڑھا رہے ہیں۔

اندریں سِلسلہ حق ودرست بات یہ ہے کہ جو مُسلمان کسی بھی سلسلہ صحیحہ میں متصل السلسلہ متبع شرع پیر سے بیعت ہے اور اس کے عقائد درست ہیں وہ ہمارا بھائی ہے اور مرید نہ بھی ہوا ہو لیکن عقائد صحیح رکھتا ہو، انبیاء و اولیاء، علماء سے محبت کرتا ہو وہ بھی یقیناً مُسلمان ہے اور اس کی نجات کے لئے یہ کافی ہے۔

دراصل پیری ومُریدی، لڑائی و جھگڑے اور گروہ بندی کا سبب اُس وقت سے بنی جب سے یہ ذریعہ معاش اور صرف کھانے کمانے اور لمبے لمبے نذرانوں کے حاصِل کرنے کا دھندہ بن کر رہ گئی۔

آج زیادہ تر پیروں کو اس بات کی فکر نہیں کہ مُرید نماز پڑھتا ہے کہ نہیں، زکوٰۃ نکالتا ہے کہ نہیں سُنّی ہے کہ بد عقیدہ، مسلمان ہے کہ غیر مُسلم انہیں تو بس نذرانہ چاہیئے، جو زیادہ لمبی نذر دے وہی میاں کے قریب ہے ورنہ وہ میاں کے نزدیک بدنصیب ہے۔

کیا ہر دیوانہ، مجذوب ولی ہے؟

اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں اور اولیاء کرام میں ایک خاص قسم مجذوبوں کی بھی ہے یہ وہ لوگ ہیں جو خدائے تعالیٰ کی محبت اور اسکی یاد میں اتنے غرق ہو جاتے ہیں کہ انہیں اپنے تن بدن کا ہوش نہیں رہتا اور دنیا والوں کو پاگل اور دیوانے سے نظر آتے ہیں لیکن ہر پاگل اور دیوانے کو مجذوب نہیں خیال کرنا چاہیئے آجکل عام لوگوں میں یہ مرض پیدا ہو گیا ہے کہ جس پاگل کو دیکھتے ہیں اس

پر ولایت اور مجذوبیت کا حکم لگا دیتے ہیں اور اس کے پیچھے گھومنے لگتے ہیں۔ اور اگر کوئی ہے بھی تو اس کو اسکے حال پر چھوڑ دیجئے وُہ جانے اور اس کا رب۔

بہتر طریقہ یہ ہے کہ اگر کسی شخص کے بارے میں آپکو ایسا شک ہو جائے تو اسکی بُرائی بھی مت کرو اور اسکے پیچھے بھی مت گھومو آپ تو وہ کرو جس کا آپکو خدائے تعالیٰ نے حکم دیا ہے احکام شرع کی پابندی کرو اور برے کاموں سے بچو اسلام میں ایسا کوئی حکم نہیں ہے کہ دیوانوں میں تلاش کرو کہ ان میں کون مجذوب ہے اور کون نہیں۔

بعض جگہ ایسی سُنی سُنائی باتوں پر یقین کر کے کچھ لوگ مجذوب قرار دے دیتے ہیں اور پھر لاکھوں لاکھ رُوپیہ خرچ کر کے ان کے مرنے کے بعد مزار بنا دیتے ہیں اور عرسوں کے نام پر میلے ٹھیلے اور تماشے شروع کر دیتے ہیں۔ اور عرسوں کے نام پر یہ میلے اور تماشے اب دن بدن بڑھتے جارہے ہیں اور اسلام اور اسلامیات کے حق میں یہ اچھا نہیں ہو رہا ہے۔

خلاصہ یہ کہ اگر کوئی مجذوب ہے اور وہ خدائے تعالیٰ کی یاد میں بیہوش ہوا ہے تو اسکا صلہ اور بدلہ اسکو اللہ تعالیٰ دینے والا ہے آپکے لئے تو دوری ہی بہتر ہے اور یہ جو اہلِ علم و فضل اولیاء و علماء کی صُحبت اختیار کرنے کی فضیلتیں آئی ہیں یہ مجذوبوں کیلئے نہیں مجذوب کی صحبت سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔

حضور مفتئ اعظم ہند مولانا مصطفٰے رضا خاں علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ہر کس و ناکس کو مجذوب نہیں سمجھ لینا چاہئے اور جو مجذوب ہو اس سے بھی دور ہی رہنا چاہیئے کہ اس سے نفع کم اور ضرر زائد پہونچنے کا اندیشہ ہے۔
(فتاوٰی مصطفویہ حصّہ سوم، صفحہ ۱۷۵)

کچھ دیوانے ستر کھولے ننگے پڑے رہتے ہیں اور لوگ ان کے پاس جا کر ان کی خدمت کرتے ہیں یہ گناہ ہے کیونکہ وہ اگر مجذوب بھی ہے تب بھی اسکی ایسی حالت دیکھنا ناجائز ہے کیونکہ وہ مجذوب ہے آپ تو ہوش میں ہیں مجذوب ہونے کی بنا پر اگرچہ اُس پر گناہ نہیں لیکن آپ اسکے بدن کے وہ حصے دیکھیں گے جن کا چھپانا فرض ہے تو آپ ضرور گناہگار ہوں گے۔

بلّی راستہ کاٹ جائے تو کیا ہوتا ہے؟

کچھ جگہوں پر دیکھا گیا ہے کہ کوئی شخص گلی اور راستے میں جا رہا ہے اور سامنے سے بلّی گذر گئی جسے راستہ کاٹنا کہتے ہیں تو وہ کچھ دیر کے لئے ٹھہر جاتا ہے اور پھر بعد میں چلنے لگتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ بلّی نے راستہ کاٹ دیا شگون خراب ہو گئے اب کوئی نقصان ہو سکتا ہے، حالانکہ یہ سب بیکار کی باتیں ہیں اور اسلام میں ایسا کچھ نہیں اور ایک مسلمان کو اس قسم کے خیالات کبھی نہیں رکھنا چاہئیے اور یہ نہیں سمجھنا چاہئیے کہ بلّی کے راستہ کاٹنے سے کچھ ہوتا ہے۔

کچھ تاریخوں کو شادی بیاہ کے لئے منحوس جاننا

بعض لوگ کچھ تاریخوں میں شادی بیاہ اور خوشی کا کام کرنے کو منع کرتے ہیں اور خود بھی نہیں کرتے ہیں مثلاً ۳، ۱۳، ۲۳/ اور ۸، ۱۸، ۲۸۔ ان تاریخوں کو شادی و خوشی کیلئے برا جانا جاتا ہے حالانکہ یہ سب بیکار باتیں ہیں اور کافروں اور غیر مسلموں کی سی وہم پرستیاں ہیں اسلام میں ایسا کچھ نہیں ہے۔

نکاح و شادی ہر دن اور ہر تاریخ میں جائز ہے۔ ماہِ محرم میں نکاح کو برا جاننا رافضیوں، شیعوں کا طریقہ ہے جو بعض جگہ اہلِ سنّت میں بھی پھیل گیا۔

مُسلمانو! اسلام کو اپناؤ اور سچّے پکّے مسلمان بنو وہم پرستیاں چھوڑ و خداو رسول کی پیروی کرو محرّم اور صفر میں نکاح کو بُرا مت جانو۔

ٹائی باندھنا اور بچّوں کو بندھوانا

ٹائی باندھنا اسلام میں سخت گناہ ہے یہ عیسائیوں کا مذہبی شِعار ہے انکے عقیدے کے مُطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہُودیوں نے پھانسی دی تھی عیسائی اس پھانسی کے پھندے کو گلے میں آج تک ڈالے ہوئے ہیں جسے ٹائی کہا جاتا ہے۔

لیکن قرآنِ کریم میں فرمایا گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خُدائے تعالیٰ نے زندہ اٹھالیا۔ اور کافی حدیثوں سے یہ بات ثابت ہے، وُہ اب بھی حیاتِ ظاہری کے ساتھ آسمانوں میں تشریف فرما ہیں قیامت کے قریب زمین پر تشریف لائیں گے، اور اسلام پھیلائیں گے، لہٰذا اسلامی نقطۂ نظر سے پھانسی کا واقِعہ من گڑھنت ہے اور غلط ہے اور جو یہ عقیدہ رکھے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو پھانسی دے دی گئی وہ مُسلمان نہیں بلکہ کافر ہے کیونکہ وہ قرآن وحدیث کا منکر ہے ٹائی باندھنے والے مسلمان یہ عقیدہ تو نہیں رکھتے لیکن بہر حال عیسائیوں کا ایک مذہبی انداز اپنانے کی وجہ سے وُہ ایک بہت بڑے گناہ میں مبتلا ہیں اور ٹائی باندھنے کے حرام ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ مسلمانوں کو چاہئیے کہ وُہ اس سے دور رہیں اور ایسے اسکولوں میں جہاں ٹائی باندھنا بچّوں کیلئے لازم ہو اپنے بچّوں کو نہ پڑھائیں یا ٹائی کا قانون وہاں سے کوشش کر کے ختم کرائیں۔

مُسلمانو! اب تو آنکھیں کھولو تم نے کافروں کی نقل کی انکے انداز اپنائے لیکن موجودہ دور کے حالات سے یہ خوب ظاہر ہو گیا ہے کہ وہ پھر بھی تمہارے

دشمن ہی رہے اور تمہیں مٹانے اور قتل کرنے میں کوئی کمی نہیں کر رہے ہیں۔

لہٰذا اب خدارا اپنے اسلامی طریقے اپناؤ، سچے پکے مسلمان بنو پھر دیکھنا خدا اور رسول بھی راضی ہوں گے اور دنیا میں بھی عزّت و عظمت نصیب ہوگی۔ اس موقع پر یہ بھی جان لیں کہ جو لوگ چھوٹے بچّوں میں لڑکوں کو لڑکیوں کی طرح اور لڑکیوں کو لڑکوں کی طرح لباس پہناتے ہیں اسکا گناہ و عذاب بھی انہیں پہنانے والوں پر ہے۔

محفل میلاد میں ذکر شہادت

کچھ لوگ محفلِ میلاد میں حضرت سیدنا امامِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپکے بھائیوں، بھتیجوں اور بھانجوں کی شہادت کے واقعات بیان کر دیتے ہیں حالانکہ یہ مناسب نہیں ہے۔

محفلِ میلاد پاک ﷺ کی ولادت کی خوشی کی محفل ہے اس میں ایسے واقعات بیان نہیں کرنا چاہئیے جن کو سُن کر رنج و ملال، غم اور دُکھ ہو، اعلیٰ حضرت امامِ اہلسنّت فرماتے ہیں:

"عُلماء کرام نے مجلِس میلاد شریف میں ذکر شہادت سے منع فرمایا ہے کہ وُہ مجلسِ سُرور ہے ذکرِ حزن مناسب نہیں۔ احکامِ شریعت حصّہ دوم صفحہ ۱۴۵

امانت میں تصرف

آجکل امانت میں تصرف عام ہو گیا ہے عموماً ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے پاس کوئی رقم رُوپیہ پیسہ بطور امانت رکھ دیا اور وُہ اس کی اجازت کے بغیر اس میں سے یہ سوچ کر خرچ کر دیتا ہے یا تجارت میں لگا دیتا ہے کہ دینے والے کو میں اپنے پاس سے دے دونگا یا ابھی نکال لوں پھر بعد میں پورے کر دونگا

یہ سب گناہ ہے اور ایسا کرنے والے سب گناہ گار ہیں خواہ بعد میں وہ رقم اُسے پوری واپس کردیں کیونکہ امانت میں تصرف کی اجازت نہیں۔

مسجدوں کے متولیوں اور مدرسوں کے مہتممین میں دیکھا گیا ہے کہ وہ چندے کے پیسوں کو ادھر سے ادھر کرتے رہتے ہیں کبھی کسی کو قرض دے دیتے ہیں کبھی تجارتوں میں لگا دیتے ہیں کبھی خود اپنی ضرورتوں میں خرچ کر ڈالتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ بعد میں پورا کر دیں گے یہ سب خدا کے یہاں پکڑے جائیں گے۔

بعض متقی پرہیز گار دیندار بننے والے تک ان باتوں کا خیال نہیں رکھتے اور حرام کو حلال کی طرح کھاتے ہیں اور امانت میں تصرّف ہی آدمی کو ایک دن نیت خراب اور خائن بنا دیتا ہے، یہ سوچ کر خرچ کر لیا کہ بعد میں اپنے پاس سے پورا کر دونگا اور پھر نیت خراب ہو جاتی ہے اور پھر بڑے بڑے پرہیز گار حرام خور ہو جاتے ہیں اور خدائے تعالیٰ کے عذاب کی فکر کئے بغیر پرائے مال کو اپنے کی طرح کھانے لگتے ہیں۔

فتاوٰی عالمگیری میں ہے رَجل جمع مَالًا مِنَ النّاسِ یُنفِقُهٗ فِیْ بناءِ المَسْجد فَانفق مِنْ تِلکَ الدَّراهِمْ فِی حَاجَتِهٖ ثمّ رَدَّ بدْلَها فِیْ نَفقَةِ المَسْجدِ لَا یسعَهٗ ذالِکَ.

ایک شخص نے مسجد بنانے کیلئے چندہ کیا پھر اس میں سے کچھ رقم اپنے لئے خرچ کر لی پھر اتنی ہی رقم اپنے پاس سے مسجد میں خرچ کر دی تو ایسا کرنا اس کے لئے جائز نہیں۔ (فتاوٰی عالمگیری، جلد۲، کتاب الوقف، باب ۱۳، صفحہ ۴۸۰ بحوالہ فتاوٰی رضویہ جلد ۸ صفحہ ۲۹)

اعلیٰ حضرت امامِ اہلسنّت فرماتے ہیں :

''زرِامانت میں تصرّف حرام ہے۔''

خاص مدرسوں کے مہتمم حضرات کے بارے میں فرماتے ہیں :

مہتمانِ انجمن نے اگر صراحۃً بھی اجازت دے دی ہو کہ تم جب چاہو صَرف کر لینا پھر اسکا عوض دے دینا جب بھی نہ اسکو تصرف جائز نہ مہتموں کو اجازت دینے کی اجازت کہ مہتمم مالک نہیں اور قرض تبرّع ہے اور غیر مالک کو تبرّع کا اختیار نہیں ہاں چندہ دینے والے اجازت دے جائیں تو حرج نہیں الخ۔

فتاوٰی رضویہ جلد ۸ صفحہ ۳۱

پہلے امانت رکھنے والے مسلمانوں کا طریقہ تھا کہ وُہ تھیلیاں رکھتے اور ہر امانت الگ الگ ایک تھیلی میں محفوظ رکھتے اور پھر جو لیا تھا خاص اسی کو لوٹا دیتے۔

بھائیو! ایسی ہی طریقے اپناؤ اگر کچھ آخرت کی بھی فکر ہے ورنہ آج متصرف ہو گے اور کل کو خائن و نیت خراب کیونکہ ہر نفس کے ساتھ لگا ہوا شیطان ہے۔ والعیاذ باللہ تعالٰی

رات کو دیر تک جاگنا اور صبح کو دیر سے اٹھنا

آجکل راتوں کو جاگنے اور دن کو سونے کا ماحول بنتا جا رہا ہے حالانکہ قرآنِ کریم کی بعض آیات کا بھی مفہوم یہ ہے کہ ہم نے رات آرام کے لئے بنائی اور دن کام کرنے کیلئے، اور اسلامی مزاج یہ ہے کہ رات کو عِشاء کی نماز پڑھ کر جلدی سو جاؤ اور صبح کو جلد اُٹھ جاؤ اور عشاء کی نماز کے بعد غیر ضروری فالتو دنیوی باتیں کرنا مکروہ و ممنوع ہے۔

حدیث شریف میں ہے :

كَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَهَا وَ الْحَدِيْثَ بَعْدَهَا

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز سے پہلے سونے کو اور عشاء کی نماز کے بعد بات چیت کرنے کو ناپسند فرماتے تھے۔ یہ حدیث بخاری و مسلم دونوں میں ہے۔ مشکوٰۃ باب تعجیل الصلاۃ، فصل اوّل صفحہ ۶۰

بعض مدرسین اور طلبہ کو دیکھا گیا ہے کہ وہ رات کو کتب بینی کرتے اور کافی کافی رات تک کتابوں اور ان کے حاشیے میں لگے رہتے ہیں اور صبح کو فجر کی نماز قضا کر دیتے یا نماز پڑھتے بھی ہیں تو اِس طرح کہ گھڑی دیکھتے رہتے ہیں جب دیکھا کہ دو چار منٹ رہ گئے اور پانی سر سے اونچا ہو گیا تو اٹھتے ہیں اور جلدی جلدی وضو کر کے نماز میں پرندوں کی طرح چار چونچیں مار کر مصلّے سے الگ ہو جاتے ہیں۔

ایسی نماز کو حدیث پاک میں حضور نے منافق کی نماز فرمایا اور ان میں کے وہ لوگ جو نمازیں چھوڑنے یا بے جماعت کے تنگ وقت میں منافق کی سی نماز پڑھنے کے عادی ہو گئے ہیں یہ سب گمراہ ہیں اور راستے سے بھٹک گئے ہیں ان کے رات رات بھر کے مطالعے اور کتب بینیاں انہیں نماز میں کاہلی اور سستی کے عذاب سے بچا نہ سکیں گے۔

دراصل یہ وہ لوگ ہیں جو کتابیں پڑھتے ہیں مگر نہیں جانتے کہ علم کیا ہے یہ تلبیسِ ابلیس کا شکار ہیں اور شیطان نے انہیں دھوکہ دے رکھا ہے کچھ کا کچھ سوجھا رکھا ہے ایسے ہی وہ واعظین و مقررین جلسے کرانے والے اور کرنے والے اور سننے اور سُنانے والے اس خیال میں نہ رہیں کہ ان کے جلسے انہیں نمازیں

چھوڑنے کے عذاب سے نجات دلائیں گے، ہوش اُڑ جائیں گے بروزِ قیامت نمازوں میں لاپرواہی کرنے والوں کے اور جلدی جلدی منافقوں کی سی نماز پڑھنے والوں کے خواہ یہ مقرر ہوں یا شاعر مُدرس ہوں یا مفتی سجّادہ نشین ہوں یا کسی بڑے باپ کے بیٹے یا بڑی سے بڑی خانقاہ کے مجاور، اور بروز قیامت جب نمازوں کا حساب لیا جائیگا تو پتہ چلے گا کہ کون کون کتنا بڑا خادمِ دین اور اسلام کا ٹھیکیدار تھا؟

خلاصہ یہ کہ رات کو دیر تک جاگنے اور صبح کو دیر سے اٹھنے کی عادت اچھی نہیں ہاں اگر کوئی شخص علمِ دین کے سیکھنے سکھانے یا عبادت وریاضت میں رات کو جاگے اور فجر کی نماز بھی اہتمام کے ساتھ باجماعت ادا کرے تو وہ مردِ مجاہد ہے۔

کیا نقد اور اُدھار کی الگ الگ قیمت رکھنا منع ہے؟

اگر کوئی شخص اپنا مال کسی کے ہاتھ بیچے اور یہ کہے کہ اگر ابھی قیمت ادا کر دوگے تو اتنے میں اور اُدھار خریدو گے تو اتنے پیسے ہوں گے۔

مثلاً ابھی تین سو (۳۰۰) روپیہ اور اُدھار خریدو گے، پیسے بعد میں ادا کرو گے تو ساڑھے تین سو (۳۵۰) روپیہ دینا ہوں گے تو یہ جائز ہے۔ اس کو کچھ لوگ ناجائز خیال کرتے ہیں اور سود سمجھتے ہیں یہ ان کی غلط فہمی ہے یہ سود نہیں ہے۔

ہاں اگر خریداری کے وقت اس بات کو کھولا نہیں اور مال تین سو روپیہ میں فروخت کر دیا اور رقم ادا کرنے میں اس نے دیر کی تو اس سے پیسے بڑھا کر وصول کئے مثلاً ساڑھے تین سو روپیہ لئے تو یہ سود ہو جائیگا، مطلب یہ ہے کہ ادھار اور نقد کا بھاؤ اگر الگ الگ ہو تو خریداری کے وقت ہی اس کی وضاحت کر دے بعد

مقبولیت کا معیار بن گیا ہے جو گھوم پھر کر زیادہ سے زیادہ چندہ لاکر جمع کر دے وہ محبوب و مقبول ہے اور بھلے سچے پڑھے قابل با صلاحیت عالم صاحب بیچارے گری نظروں سے دیکھے جا رہے ہیں۔

حدیث پاک میں رسول اللہ ﷺ نے قیامت کی نشانیوں میں سے ایک بات یہ بھی فرمائی تھی کہ "جب معاملات نا اہلوں کے سپرد کئے جانے لگیں۔"

یہ آج خوب ہو رہا ہے اہل علم و فضل کو کوئی پوچھنے والا نہیں اور نا اہل بے علم چاپلوس خوشامدی باتیں بنانے والے مساجد و مدارس، مراکز و دفاتر پر قبضہ جمائے بیٹھے ہیں۔

مع ہٰذا اہل علم و فضل کی بارگاہوں میں بھی یہ فقیر دست بستہ گذارش کرتا ہے وہ ان سب معاملات و حالات میں صبر سے کام لیں اور جو ہو سکے وہ کرتے رہیں ہمت نہ ہاریں نتیجہ اور میدان آخرکار ہمیشہ صبر کرنے والوں کے ہی ہاتھ رہا ہے اور صبر سے بڑھ کر دنیا میں کوئی طاقت نہیں اور بے صبری سے بڑی کوئی کمزوری نہیں، عزّت و شہرت اور خدا اور رسول کی بارگاہ میں مقبولیت ظلم سہنے والوں کو ہی ہمیشہ ملی ہے ظلم کرنے والے تو نہیں پاتے مگر گھاٹے پر گھاٹا۔ مگر یہ صبر کرنا اور ظلم سہنا بھی اللہ و رسول کیلئے ہو محض دین اور آخرت کیلئے ہو اس لئے نہ ہو کہ صبر کرنے سے شہرت و عزّت ملتی ہے۔

خالص دنیا دار مولوی اور امام

آخرت کی فکر کے ساتھ دنیا میں رہ کر دنیاوی زندگی گذار کر اسکی ضروریات کو پورا کرنا اسلام میں منع نہیں ہے، مگر آج عوام تو عوام ہمارے بعض وہ بھائی جو مولوی کہلاتے امامت و مدرسی کی زندگی گذارتے ہیں، لوگوں کو جنت و

آخرت کی باتیں بتاتے ہیں مگر خود آخرت کی فکر سے بہت دور خالص دنیادار ہو کر رہ گئے ہیں یہ مولوی صاحب ہیں انہیں عالم وعلاّمہ کہلانے کا شوق ہے مگر دینی کتابوں کے مطالعے کا شوق نہیں ہے۔

امیروں کی طرح گرہستی جمع کر لی ہے مگر کتابیں خریدنے اور گھر میں رکھنے کیلئے نہ رقم ہے نہ گھر میں جگہ اور اِدھر اُدھر سے جمع کر کے کچھ رکھ بھی لیں تو پڑھنے کا ٹائم نہیں، یہ قرآن واسلام کے علمبردار ہیں مگر ابھی تک پورے قرآن کی کوئی تفسیر ان کی نظر سے ایک بار بھی نہیں گذری ہے انہیں کوئی محدّث صاحب کہدے تو خوشی سے جھوم جائیں مگر ابھی تک بخاری ومسلم ومشکوٰۃ بھی ایک بار پوری نہیں پڑھ سکے ہیں، یہ مسلکِ اعلیٰ حضرت کے نعرے لگاتے اور اس کے لئے لڑنے جھگڑنے کا جوش تو رکھتے ہیں مگر فتاوٰی رضویہ پڑھنے کیلئے کبھی فرصت نہیں پاتے۔

ان میں کے کچھ تو وہ ہیں جو منطق و فلسفے کی باریکیوں اور نحو وصرف بلاغت وفصاحت کی نکتہ آفرینیوں میں ایسے لگے کہ تفسیر وحدیث وفقہ وتصوّف کی کتابوں کو یہ کہکر نظرانداز کر دیتے ہیں کہ یہ تو آسان ہیں خود ہی آجائیں گی، یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ابھی علم کی بھنک تک نہیں لگی ہے۔

یہ امام صاحب ہیں جنہیں امامت ونماز سے زیادہ اپنی تنخواہ کی فکر رہتی ہے جب تک امامت کرتے ہیں نماز پڑھتے ہیں اور امامت چھوڑ دی یا کبھی گھر جانا ہوا تو نماز بھی غائب اور یہ مدرس صاحب ہیں جو رات کو بیٹھ کر باتیں چھکاتے ہیں اور سویرے کو درسگاہ میں طلبہ کے سامنے اِدھر اُدھر کی ہانکتے ہیں اور انہیں کچھ کا کچھ بتاتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ اس میں شک نہیں کہ آج کچھ مولویوں نے دین کو بالکل دھندہ بنالیا ہے، کاش انہیں توفیق ملتی اور یہ دین کا کام دین کی نیت سے کرتے تو خدائے تعالیٰ انہیں دنیا میں بھی روزی روٹی کیلئے پریشان نہیں رکھتا اور قوم کے دل میں ان کی محبت ڈال دیتا اور بے شک سب کچھ اللہ جلّ شانہٗ ہی کی طرف سے ہے۔

خاص کر وہ مقررین وواعظین جو نذرانے کے نام پر لمبی لمبی رقمیں طے کرتے اور تھوڑا کم ملے تو پھینکا پھانکی کرتے ہیں لڑتے اور جھگڑتے ہیں اور اپنی اس دنیا پرستی کے لئے علماء کرام کا وہ فتوی جس میں انہوں نے واعظ کے لئے بقدرِ ضرورت بوقتِ ضرورت قوم سے کچھ حاصل کرنیکی کی اجازت دی ہے اس کو آڑ بناتے ہیں حالانکہ یہ ان کا دھوکا ہے علماء کا وہ فتوی اور اجازت امیروں کی شریکی کرنے کروڑ پتی بننے مکان میں سنگِ مرمر لگوانے اپنے بچوں کو ایک ایک ہزار روپیہ مہینہ فیس والے عیسائیوں کے اسکولوں میں پڑھوانے کیلئے نہیں بلکہ وہ سادہ زندگی کی ضرورتوں کے لئے ہے کروڑ پتی بننے کے لئے نہیں ہے اور مال جمع کر کے مرنے کے لئے نہیں ہے۔

فقیر راقم الحروف اگرچہ خود بھی ایک دنیا دار اور نہایت گنہ گار آدمی ہے مگر یہ سب کچھ اس لئے لکھ دیا ہے کہ شاید اس کے صدقہ میں ربِّ قدیر مجھ کو بھی سنبھلنے اور سُدھرنے کی توفیق عطا فرمادے۔ آمین! یہاں یہ بتا دینا بھی ضروری ہے کہ نذرانے کے نام پر بلاضرورت خاص لمبی لمبی رقمیں طے کرنے والے مقرر و شاعر غلطی پر ہیں تو انکو چندہ کر کے یہ لمبی لمبی رقمیں دینے والے بھی غلطی پر ہیں۔

چندوں کی زیادتی

آجکل چندے بہت بڑھتے جارہے ہیں ان پر روک لگانا بہت ضروری ہوگیا ہے جہاں تک مدارس و مساجد کا معاملہ ہے تو یہ قوم کی ایسی ضرورتوں میں سے ہیں کہ جن کے بغیر دین باقی نہیں رہ سکتا لہٰذا ان کیلئے اگر چندے لئے جائیں تو کچھ حرج نہیں۔ البتہ گاؤں گاؤں مولویت کی پڑھائی کے مدارس کھولنا مناسب نہیں ہے ایک ضلع میں عالم و فاضل بنانے والے دو چار مدارس کافی ہیں ہاں با صلاحیت امام مسجدوں میں رکھے جائیں اور وہ بغیر لمبی پوری چندے کی تحریک چلائے امامت کے ساتھ ساتھ دو تین جماعت تک بچّوں کو مولویت کی ابتدائی تعلیم دیں اور پھر بڑے مدارس میں داخل کرادیں تو یہ نہایت مناسب بات ہے اور خالی حافِظ بنانا اور انہیں علمِ دین اور لکھنے پڑھنے سے محروم رکھنا اور اسی میں ان کی عمر گذار دینا قوم کے حق میں اچھا نہیں ہے۔

ہاں گاؤں گاؤں اسلامی مکتب یعنی اسلامی انداز کے پرائمری اسکول قائم کرنا بہت ضروری ہے جس میں دین کی ضروری تعلیم کے ساتھ ساتھ دنیا کی بھی تعلیم ہو۔ یعنی مولوی اور عالم تو سب نہیں ہوسکتے لیکن مسلمان ہونا اور مسلمان بنانا سب ہی کو ضروری ہے۔

مسجد کی جہاں ضرورت ہو وہاں اگر کوئی سیٹھ صاحب یونہی بغیر دوسروں کی مدد کے بنوادیں تو وہ یقیناً بہت بڑے اجر کے مستحق ہوں گے اور ایسا نہ ہوسکے تو مسجد کیلئے چندہ کرنا اور مسجد بنوانا نہایت بہتر اور عمدہ کام ہے لیکن مسجد کی سجاوٹ اور خوبصورتی کے لئے غریب مزدور اور نادار مسلمانوں پر چندے ڈالنا اور ان پر

گاؤں بستی کا دباؤ بنا کر وصولیابی کرنا ہر گز مناسب نہیں ہے۔ دنیا بھر میں رسید بکیں لے کر گھومنے اور غریب مزدوروں پر دباؤ بنا کر چندہ وصول کرنے سے سادہ سی مسجد میں نماز پڑھنا بہتر ہے اسلام میں مسجد کا خوبصورت ہونا کچھ بھی ضروری نہیں ہے بلکہ پہلے کے علماء نے تو مسجدوں کو سجانے اور سنوارنے سے منع فرمایا ہے۔ بعد کے علماء نے بھی صرف اجازت دی ہے لازم وضروری قرار نہیں دیا ہے۔ کہ جس کے لئے گاؤں گاؤں پھرا جائے اور دور دور کے سفر کئے جائیں یا غریبوں اور مزدوروں کو ستایا جائے۔

یہ تو رہا مسجدوں اور مدرسوں کا معاملہ اس کے علاوہ بھاری بھاری عرس کرنے اور خانقاہیں اور مزارات تعمیر کرانے کے لئے چندے کی کوئی ضرورت نہیں ہے آپ سے جو ہو سکے عقیدت ومحبت میں حلال کمائی سے کیجئے دوسروں کے ذمہ دار آپ نہیں ہیں اگر دو چار آدمی بھی یوم وصال پر کسی بزرگ کی خانقاہ میں جا کر قرآنِ کریم کی تلاوت کر دیں اور تھوڑا بہت جو میسّر ہو وہ ان کے نام پر ان کی روح کے ایصالِ ثواب کے لئے کھلائیں پلائیں تو یہ مکمل عرس ہے جس میں کوئی کمی نہیں ہے۔

اور بخوشی بزرگانِ دین کے نام پر جو کوئی جو کچھ کرے وہ یقیناً عند اللہ ماجور ہے اور ثواب کا مستحق ہے۔

جلسے اور جلوس اور کانفرنسوں کے نام پر بھی چندوں کا ایک مخصوص ومحدود طریقہ ہونا چاہیئے، کیونکہ آج ہندوستان میں قومِ مسلم بدحالی اور بے روزگاری کا شکار ہے، غریبوں، مزدوروں اور چھوٹے چھوٹے کسانوں سے چندے کے نام پر جبراً رقمیں وصول کر کے دس دس بیس بیس اور پچاس پچاس لاکھ کی ہستی رکھنے

والے پیشہ ور مقرروں اور شاعروں کو نذرانے کے نام پر لمبی لمبی رقمیں بھینٹ چڑھانا قوم کے حق میں کچھ بہتر نہیں ہے۔

ٹینیٹ اور ڈیکوریشن والوں کو بھرنے کے لئے گھر گھر چندہ کرتے گھومنا عقلمندی نہیں ہے۔ ہاں کیجئے اور مخصوص و محدود طریقے سے ایک دائرے میں رہ کر کیجئے اور جب ضرورت ہو تب کیجئے۔

اور آجکل تو جلسے مشاعرے بن کر رہ گئے اور جو مقرّرین ہیں ان میں بھی اکثر وعظ و نصیحت والے نہیں رنگ وروغن بھرنے والے زیادہ ہیں، اور یہ لمبے لمبے نذرانے پہلے طے کرنے والے مقرّرین و شاعروں کو دور دور سے بلانا اور ان کے نکھرے ٹھسّے اُٹھانا، بڑے پیمانے پر لائٹ و ڈیکوریشن سجانا زیادہ تر نام و نمود کیلئے ہو رہا ہے۔

خوب پبلک جُٹانے اور مجمع بڑھا کر مقرروں، شاعروں سے تعریف و توصیف سُننے کے لئے ہو رہا ہے، اور جہاں نام و نمود ہو ریا کاری اور دکھاوا ہو وہاں چندے دینے اور دلانے میں کچھ بھی ثواب نہیں ہے، کمیٹی والوں کا مقصد صرف یہی ہے کہ پبلک خوب آجائے خواہ انہیں کچھ حاصل ہو یا نہ ہو بلکہ بعض بعض تو یہ جلسے کرنے والے کمیٹیوں کے صدر اور سکریٹری اور خزانچی ایسے تک ہیں کہ قوم سے چندے کر کے جلسے کراتے ہوئے انہیں مدّت ہو گئی مگر خود بھی نمازی اور دیندار نہیں بن سکے ہیں۔

شراب، جوا اور لاٹری و سنیموں کے شوق تک ان سے نہیں چھوٹ سکے بلکہ اب تو بعض جگہ جلسوں کے نام پر چندہ کر کے اور تھوڑا خرچ کر کے لمبی لمبی رقم بچانے کی رپورٹیں بھی مل رہی ہیں۔

اس سب کو لکھنے سے ہمارا مقصد یہ نہیں ہے کہ جلسے بند کر دیئے جائیں بلکہ جلسے کیئے جائیں مخلص واعظین و مقررین سے تقریریں کرائی جائیں نعت خوانی کے لئے قرب و جوار کے کسی خوش گلو سے ایک دو نعتیں پڑھوائی جائیں پیشہ ور شاعروں اور مقرّروں کو چندے کر کے لمبی لمبی رقمیں نہ دی جائیں اور یہ سب نہ ہو سکے تو جلسے کرنا کوئی فرض واجب نہیں ہے مسجدوں میں باصلاحیت امام رکھے جائیں اور وُہ نمازِ جمعہ وغیرہ میں وعظ و تقریر کریں اور لوگوں کو علماء اہلسنّت کی کتابوں کو پڑھنے کی ترغیب دلائیں۔

لڑکیوں کی شادی کے لئے بھی چندے کرنے کی بیماری عام ہوگئی ہے، حالانکہ یہ چندہ غیر ضروری اخراجات اور شادی میں ناموری کمانے کئے لئے ہوتا ہے۔

اسلام میں نہ جہیز واجب ہے نہ بارات کو کھانا کھلانا جہیز کو علماء نے سُنّت لکھا ہے تو یہ سُنّت دو چار برتنوں سے بھی ادا ہوسکتی ہے اس میں دخل ان لڑکے والوں کی زیادتیوں کا بھی ہے۔

خلاصہ یہ کہ بالکل سادہ نکاح بھی کر دیا جائے تو یہ بلاشبہ جائز بلکہ آج کے حالات کے مناسب ہے۔

لڑکیوں کی شادی کیلئے بھیک، مانگنے والے اگر بھیک مانگنے کے بجائے کسی ایسے کے ساتھ بیٹی کا نکاح کر دیں جو دوسری شادی کا خواہشمند ہو اور دو عورتوں کا کفیل ہو سکے یا طلاق دے چکا ہو یا اس کی بیوی مرگئی ہو یا وہ غریب ہو یا عُمر رسیدہ ہو اور اپنی ان کمزوریوں کی وجہ سے شادی میں اخراجات کا طالب نہ ہو، جیسا کہ آجکل ماحول ہے تو یہ ان کے لئے بھیک مانگنے سے ہزاروں درجے بہتر

ہے کیونکہ لڑکی کی شادی کیلئے بھیک مانگنا گناہ ونا جائز ہے اور جن لوگوں کا ابھی ہم نے ذکر کیا ان کے ساتھ نکاح بلاشبہ جائز ہے، ہاں بغیر سوال کرے کوئی از خود کسی کی مدد کرے تو اس میں کوئی روک ٹوک نہیں لیکن سُوال کرنا اور بھیک مانگنا اسلام میں سوائے چند مخصوص صورتوں کے جو احادیث وفقہ کی کتابوں میں مذکور ہیں حرام ہے اور جو صورتیں مذکور ہوئیں ان میں شادی بیاہ کے غیر ضروری مراسم ادا کرنا ہر گز شامل نہیں۔

حرام طریقے سے کما کر راہ خدا میں خرچ کرنا

یہ بیماری بھی کافی عام ہوگئی ہے لوگ کماتے وقت یہ نہیں سوچتے کہ یہ حرام ہے یا حلال جھوٹ، فریب، مکّاری، دھوکے بازی بے ایمانی، رشوت خوری، سود و بیاج اور مزدوروں کی مزدوری روک کر کماتے ہیں اور مال جمع کر لیتے ہیں اور پھر راہِ خدا میں خرچ کرنے والے سخی بنتے ہیں خوب مزے سے کھاتے ہیں اور یاروں، دوستوں کو کھلاتے ہیں مسجدوں، مدرسوں اور خانقاہوں کو بھی دیتے ہیں، مانگنے والوں کو بھی دے دیتے ہیں یہ حرام کما کر راہِ خدا میں خرچ کرنے والے نہ ہرگز سخی ہیں نہ دیندار بلکہ بڑے بے وقوف اور نرے احمق ہیں، حدیث میں ہے، حرام کمائی میں سے صدقہ وخیرات قبول نہیں۔

مشکوٰۃ باب الکسب صفحہ ۲۴۲

یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی بے وجہ جان بوجھ کر کسی کی آنکھ پھوڑ دے اور پھر پٹی باندھ کر اسے خوش کرنا چاہئے۔

بھائیو! خوب یاد رکھو اصل نیکی اور پہلی دینداری نیک کاموں میں خرچ کرنا نہیں ہے بلکہ ایمان داری کے ساتھ کمانا ہے جو حلال طریقے اور دیانت

داری سے کماتا ہے اور زیادہ راہِ خدا میں خرچ نہیں کر پاتا ہے وُہ اس سے لاکھوں درجہ بہتر ہے جو بے رحمی کے ساتھ حرام کما کر اِدھر اُدھر بانٹتا پھرتا ہے۔

ان حرام کمانے والوں، رشوت خوروں، بے ایمانوں، امانت میں خیانت کرنے والوں میں یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ کوئی مدینہ شریف جا رہا ہے اور کوئی اجمیر شریف اور کلیر شریف کے چکّر لگا رہا ہے۔ حالانکہ حدیث شریف میں ہے۔

حضرت سیّدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب رسول اللہ ﷺ نے یمن کا حاکم و گورنر بنا کر بھیجا تو آپ ان کو رخصت کرنے کے لئے نصیحت فرماتے ہوئے انکی سواری کے ساتھ ساتھ مدینہ طیبہ سے باہر تک تشریف لائے جب حضور واپس ہونے لگے تو فرمایا کہ اے معاذ اس سال کے بعد جب تم واپس آؤ گے تو مجھ کو نہیں پاؤ گے بلکہ میری قبر اور مسجد کو دیکھو گے حضرت معاذ یہ سُن کر حضور کی جدائی کی وجہ سے رونے لگے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

اِنَّ اَوْلٰی النَّاسِ بِیَ الْمُتَّقُوْنَ مَنْ کَانُوْا وَ حَیْثُ کَانُوْا۔

یعنی لوگوں میں میرے سب سے زیادہ قریب پرہیزگار لوگ ہیں چاہے وُہ کوئی ہوں اور کہیں بھی ہوں۔ مشکوٰۃ کتاب الرقاق صفحہ ۴۴۵

یعنی حضور ﷺ نے صاف طور پر فرما دیا کہ اصل نیکی اور دینداری محبّت و نزدیکی پاس رہنا اور حاضری نہیں ہے بلکہ پرہیزگاری یعنی بُرے کاموں سے بچنا اچھے کام کرنا ہے خواہ وہ کہیں رہ کر ہو۔

حضرت سیّدنا اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور کے زمانے میں تھے لیکن کبھی ملاقات کیلئے حاضر نہ ہوئے مگر حضور کو اتنے پسند تھے کہ ان سے ملنے اور

دُعاءِ مغفرت کرانے کی وصیت صحابۂ کرام کو فرمائی تھی۔ صحیح مسلم جلد۲ صفحہ۳۱۱

ایک حدیث شریف میں تو حضور نے ان کے بارے میں یہاں تک فرما دیا کہ میری امّت کے ایک شخص کی شفاعت سے اتنے لوگ جنّت میں جائیں گے کہ جنکی تعداد قبیلۂ بنو تمیم کے افراد سے بھی زیادہ ہوگی۔

مشکوٰۃ باب الحوض والشّفاعۃ صفحہ۴۹۴

اس حدیث کی شرح میں علماء نے فرمایا کہ اس شخص سے مراد حضرت سیّدنا اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ مرقاۃ جلد۵ صفحہ۲۷۸

ان احادیث سے خوب واضح ہو گیا کہ اصل محبت پاس رہنا نہیں، حاضری و چکّر لگانا نہیں بلکہ وہ کام کرنا ہے جس سے محبوب راضی ہو۔

خلاصہ یہ کہ جو لوگ نماز اور روزے و دیگر احکامِ شرع کے پابند ہیں حرام کاریوں اور حرام کمائیوں سے بچتے ہیں وہ خواہ بزرگوں کے مزارات پر بار بار حاضری نہ دیتے ہوں وہ ان سے بدرجہا بہتر اور محبت کرنے والے ہیں، جو خدا و رسول کی نافرمانی کرتے حرام کھاتے اور حرام کھلاتے، رات دن گانوں، تماشوں، جوئے، شراب اور لاٹری، سنیموں میں لگے رہتے ہیں خواہ ہر وقت مزار پر ہی پڑے رہتے ہوں، البتہ وہ لوگ جو حضراتِ انبیاء کرام اور اولیاء عظام کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں، بے ادبی سے بولتے ہیں اور اُنکی بارگاہوں میں حاضری کو شرک و بدعت قرار دیتے ہیں انکے عقیدے اسلامی نہیں انکی نماز نماز نہیں انکے روزے روزے نہیں انکی تلاوت قرآن کی تلاوت نہیں انکی دینداری اتباعِ رسولِ انام نہیں کیوں کہ ادب ایمان کی جان ہ اور بے ادب نام کا مُسلمان ہے۔

حلال کمانے اور دیندار بن کر رہنے کی ترکیب

جو شخص حلال کما کر اور دیندار بن کر اللہ و رسول کو راضی کرنا چاہے اس کو چاہئیے کہ فضول خرچی سے بچے آجکل لوگوں نے اپنے اخراجات بڑھا لئے ہیں اور بے جا شوق اور ارمان پورے کرنے میں لگ گئے ہیں یہ کبھی اس طرح دیندار نہیں بن سکتے۔

اگر آپ سچے پکّے مسلمان بننا چاہیں تو آمدنی بڑھانے سے زیادہ فکر اخراجات گھٹانے کی رکھئے کیونکہ اخراجات کی زیادتی سے آمدنی کرنے کی ہوس پیدا ہوتی ہے اور آمدنی کرنے کی ہوس انسان کو بے رحم ظالم اور حرامخور بناتی ہے اور جن کی عادت آمدنی سے زیادہ خرچہ کرنے کی پڑ گئی ہے وہ کبھی چین و سکون سے بھی نہیں رہ پاتے زندگی بھر پریشان رہتے ہیں اور آمدنی سے کم خرچہ کرنے والوں کی زندگی بڑی پُرسکون اور باعزّت رہتی ہے اور یہی لوگ وقت بے وقت دوسروں کے بھی کام آجاتے ہیں۔

انہیں وجوہات کی بنا پر قرآنِ کریم میں خُدائے تعالیٰ نے فضول خرچی کرنے والوں کو شیطان کا بھائی فرمایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سادگی آدھا ایمان ہے۔ آج سائنس کی جدید ایجادات نے بھی انسان کے اخراجات اور اسکی ضرورتوں کو بڑھا دیا ہے اس پر کنٹرول کرنے کی ضرورت ہے۔ گھر گرہستی کی ضرورتوں میں ایک درمیانی رویہ اپنایا جائے۔

افسوس کہ آج ہم دو چار جوڑی کپڑوں میں زندگی نہیں گذار سکتے بلکہ جوڑوں پر جوڑے بنائے چلے جا رہے ہیں۔ افسوس کہ آج مضبوط اور پکّا مکان

بنا کر بھی چین سے نہیں رہتے بلکہ ان کو سجانے اور سنوارنے میں لاکھوں لاکھ روپیہ اڑائے چلے جارہے ہیں۔

کچھ لوگ شیخی خوری کی وجہ سے پریشان ہیں انکی یہ عادت انہیں ذہنی سکون حاصل نہیں ہونے دیتی انہیں ہر وقت یہ فکر رہتی کہ اگر ہم ایسا کپڑا پہن کر نہیں جائیں گے یا ایسا مکان نہیں بنائیں گے، یا ایسا کھانا نہیں کھائیں گے اور کھلائیں گے تو لوگ کیا کہیں گے۔

بھائیو! لوگوں کے کہنے کومت دیکھو بلکہ اپنے حال اور آمدنی کو دیکھو اگر ابھی آپ پر کوئی وقت پڑ جائے تو یہی منہ بجانے والے پاس تک نہیں آئیں گے قرض تک دینے کو تیار نہیں ہوں گے حدیث پاک میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

كُنْ فِيْ الدُّنْيَا كَاَنَّكَ غَرِيْبٌ اَوْ عَابِرُ سَبِيْلٍ وَ عُدَّ نَفْسَكَ فِيْ اَهْلِ الْقُبُوْرِ.

دنیا میں زندگی مُسافر پردیسی کی طرح گذارو اور خود کو قبر والوں میں سمجھو۔ مشکوٰۃ صفحہ ۴۵۰ باب الامل والحرص

یعنی مُسافر اور پردیسی جس طرح کم سے کم سامان زندگی کے ساتھ سفر کرتا ہے یونہی تم بھی دنیا میں ایک مُسافر کی طرح ہو۔

اس بیان سے ہمارا مطلب یہ نہیں کہ خدائے تعالیٰ حلال کمائی سے دے تو اچھا کھانا اور پہننا ناجائز ہے بلکہ ہمارا مقصد غیر ضروری اور فالتو اخراجات سے باز رکھنا ہے تاکہ کہیں آپ کمانے کی زیادہ فکر میں بے ایمان، خائن اور حرام خور نہ بن جائیں، اور دینداری کی زندگی گذارنے کیلئے اخراجات پر قابو رکھنا اور فضول خرچیوں سے بچنا ضروری ہے اور اس بارے میں جائز و ناجائز کی حدود جاننے

کے لئے فقہ وتصوف کی کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہئیے، خاص کر صدالشریعہ حضرت مولانا امجد علی صاحب علیہ الرحمۃ کی بہارِ شریعت کا سولہواں حصّہ پڑھ لینا ایک مسلمان کیلئے فی زمانہ نہایت ضروری ہے۔

آجکل جو بے ایمانوں بے رحمی اور ظلم کر کے کمانے والوں اور پرائے مال کو اپنا سمجھنے والے رشوت خوروں کی تعداد بہت زیادہ بڑھ گئی ہے یہاں تک کہ وُہ لوگ جو معاملہ کے صاف ستھرے ہوں انکی گنتی اب نہ ہونے کے برابر ہے اس سب کی خاص وجہ آجکل کے بے جا اخراجات اور فضول خرچیاں ہیں۔

خلاصہ یہ کہ حرام خوری سے بچنے اور دیندار بن کر جو شخص زندگی گذارنا چاہے اسکے لئے فضول خرچی سے بچنا اور سادہ زندگی گذارنا آجکل ضروری ہے۔

عظیم شخصیتوں کو منوانے کا طریقہ

کچھ لوگ جو شخصیت پرستی میں حد سے آگے بڑھے ہوئے ہیں وہ اپنی محبوب و پسندیدہ شخصیتوں کو دوسروں سے منوانے کے لئے لڑائی جھگڑا کرتے ہیں۔ اور جو محبت انہیں ہے وہ اگر دوسرا نہ کرے تو بُرا مانتے اور اُسے گمراہ بددین تک خیال کر بیٹھتے ہین اور زبردستی اس سے منوانا چاہتے ہیں، حالانکہ محبت کبھی بھی زبردستی نہیں پیدا کی جا سکتی اور نہ صرف فتوے لگا کر اور نہ ان محبوب بندوں اور بزرگوں کے نام کے نعرے لگا کر اور نہ جوشیلی اور جذباتی تقریریں کر کے۔

بلکہ طریقہ یہ ہے کہ جو واقعی بزرگ، صاحب کردار اللہ والے لوگ ہیں یعنی حقیقت میں وہ اسلامی نقطۂ نظر سے عظیم شخصیت کے مالک ہیں تو اُن کا وہ کردار اور طریقہ زندگی، کارنامے اور دینی خدمات، خدا ترسی اور نفس کشی سنجیدہ انداز میں سمجھانے کے طور پر تقریر یا تحریر کے ذریعے لوگوں کے سامنے لائیے اور

جن باتوں کی بنیاد پر آپ کو اس صاحبِ علم و فضل سے محبت ہے وہ باتیں دوسروں کو بتائیے اگر وہ بھی اُن کا عاشق و دیوانہ ہو جائے تو ٹھیک اور نہ ہو تو کوشش آپ کا کام اب آپ زبردستی منوانے کی کوشش نہ کیجئے ہاں جو لوگ عام طور سے بزرگوں کی شان میں گستاخی کرتے ہیں یا ایسے عالم و بزرگ کہ جن کی بزرگی و برتری پر پوری امّت مسلمہ اتفاق کر چکی ہو ان کی شان میں بکواس کرنے والے ہیں وہ یقیناً گمراہ و بددین ہیں وہ اگر سمجھانے سے نہ سمجھیں تو ان سے دوری اور بیزاری ضروری ہے اور جو گستاخی اور بے ادبی نہ کرتا ہو لیکن آپ کی طرح عقیدت و محبت بھی نہ رکھتا ہو تو اس کے معاملے میں خاموشی بہتر ہے اور اگر اس کے خیالات بہتر ہیں اسلامی ہیں تو اس کو مسلمان ہی خیال کیا جائے، اور اپنا اسلامی بھائی سمجھا جائے۔

اسلامی شخصیتوں اور اپنے بزرگوں، پیروں یا مشائخ کو دوسروں سے منوانے کے لئے سب سے زیادہ عمدہ طریقہ اور بہتر ڈھنگ آپکا کردار ہے۔ آج ایسے لوگ بہت ہیں جو حرام و حلال میں تمیز نہیں رکھتے، نمازیں چھوڑتے گانے بجانے اور تماشوں میں لگے رہتے ہیں ان کی نیتیں خراب ہو چکی ہیں ان میں اسلامی اخلاق نام کی کوئی چیز نہیں ہے اور پھر یہ بزرگوں کے نام کے ٹھیکیدار بنتے ہیں عرس کراتے، مزار بنواتے اور ان کے نام کی لمبی لمبی نیازیں دلواتے ہیں انکے نام پر جلسے جلوس اور محفلوں کا انعقاد کرتے ہیں تو یہ لوگ قوم کو بزرگوں سے قریب کرنے کے بجائے دور کر رہے ہیں اور انکے یہ ڈھنگ لوگوں کے دلوں میں اللہ والوں کی محبت کبھی بھی پیدا نہ کر سکیں گے۔

بھائیو! اللہ والوں سے محبت کرنے والے اور ان کی محبت کا بیج دوسروں کے دلوں میں بونے والے وہ ہیں جنہیں دیکھ کر اللہ والوں کی یاد آجائے اور اللہ

والے وہ ہیں جنہیں دیکھ کر اللہ کی یاد آجائے ورنہ یہ پرائے مال پر نظر رکھنے والے حرام خور بے ایمان نیت خراب لوگ خدائے تعالیٰ کے ان بندوں کی عظمت و عزّت لوگوں کے دلوں میں نہیں بٹھا سکیں گے کہ جنہوں نے اپنا سب کچھ راہِ خدا میں لٹا دیا اور لالچ کے پٹارے کڑوڑ پتی بننے کی تمنا رکھنے والے مقرّرین شاعروں اور قوالوں، نام نہاد پیروں فقیروں کے ذریعے سے اللہ والوں کی عظمت و عزّت کے جھنڈے نہیں گاڑے جا سکتے۔

ضروری ہے کہ مُریداپنے پیر کا اور شاگرد اپنے استاد کا اور ہر معتقد اپنے محبوب کا نمونہ ہو تبھی اس سے اپنے شیخ اور استاد کے کارنامے اُجاگر ہوں گے اور اس سے ان کی عظمت لوگوں کے دلوں میں بیٹھے گی، اور جو لوگ کسی بزرگ کے کارنامے اور اس کی اسلامی خدمات اپنے چال وچلن، کردار و گفتار کے ذریعے بتائے بغیر زبردستی اس بزرگ شخصیت کو لوگوں سے منوانے میں لگے ہیں وہ قوم میں گروہ بندی، تفرقہ بازی کر رہے ہیں اور قوم مسلم کو بکھیر رہے ہیں مسلمانوں کو بانٹ رہے ہیں۔

فلمی گانوں کی طرز پر نعت پڑھنا

آجکل جلسوں اور مشاعروں میں شاعر و نعت خواں لوگ فلمی گانوں کی طرز پر حمد، نعت و منقبت پڑھنے لگے ہیں حالانکہ یہ منع ہے انہیں ان حرکات سے باز رہنا چاہئے اور مسلمانوں کو چاہئے کہ ایسے لوگوں سے ہرگز نظمیں نہ سنیں اعلیٰ حضرت امامِ اہلسنّت فرماتے ہیں اگر گانے کی طرز پر راگنی کی رعایت ہو تو ناپسند ہے کہ یہ امر ذکر شریف کے مناسب نہیں۔ فتاویٰ رضویہ جلد ۱۰ قسط ۲ صفحہ ۱۸۵

بے اولاد مردوں اور عورتوں کے لئے ضروری ہدایت

اولاد دنیا میں اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے لہٰذا جس کو اللہ تعالیٰ یہ نعمت عطا فرمائے اسکو چاہیئے کہ وہ خدائے تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور اگر نہ دے تو صبر کرے مگر آجکل کچھ مرد اور عورتیں اولاد نہ ہونے کی وجہ سے پریشان رہتے ہیں وراس کمی کو زیادہ محسوس کرتے ہیں حالانکہ یہ اہلِ ایمان کی شان نہیں مومن کو دنیا اواسکی نعمتوں کے حاصِل نہ ہونے کی زیادہ فکر نہیں کرنا چاہیئے، زیادہ فکر وغم آخرت کا ہونا چاہیئے، اگر آپ نے اپنی آخرت سُدھار لی تو دنیا کی کسی نعمت کے نہ پانے کا زیادہ غم نہیں کرنا چاہیئے، اولاد اللہ کی نعمت ضرور ہے لیکن سمجھ والوں کیلئے یہ بات بھی قابل قابلِ غور ہے کہ مال اور اولاد کو اللہ جلّ شانہٗ نے اپنے قرآن میں دنیا کی رونق فرمایا آخرت کی نہیں۔ فرماتا ہے :

اَلْمَالُ وَ الْبَنُوْنَ زِیْنَةُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا الخ الآیۃ

مال اور بیٹے دنیوی زندگی کا سِنگار ہیں اور باقی رہنے والی اچھی باتیں ہیں ان کا ثواب تمہارے رب کے یہاں بہتر اور وُہ امّید میں سب سے بھلی۔

سورۂ کہف، پارہ ۱۵، رکوع ۱۸

قرآنِ کریم میں مال اور اولاد کو فِتنہ یعنی آزمائش بھی کہا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ان چیزوں کو حاصِل کرکے اگر خدا اور رسول کا حق بھی ادا کرتا رہا تب تو ٹھیک، اور مال و اولاد کی محبّت میں اللہ و رسول کو بھول گیا، حرام وحلال کا فرق کھو بیٹھا تو یہ نہایت بُری چیزیں ہیں۔ البتہ نیک اولاد آخرت کا بھی سرمایہ ہے لیکن آنے والے زمانے میں اولاد کے نیک ہونے کی امّیدیں کافی کم ہوگئی ہیں۔

خدائے تعالیٰ کے محبوب بندوں یعنی اللہ والوں میں بھی ایسے بہت سے لوگ ہوئے ہیں جن کے اولاد نہ تھی سرکار دو عالم حضرت رسولِ پاک محمد مصطفےٰ ﷺ کی سب سے پیاری بیوی سیّدہ عائشہ صدّیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھی کوئی اولاد نہ تھی بلکہ حضور کی گیارہ بیویاں تھیں جن میں آپ کی اولاد صرف دو سے ہوئی، صحابۂ کرام میں حضرت سیّدنا بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی لا ولد تھے۔۔

اکمال فی اسماء الرّجال لِصاحب المشکوٰۃ صفحہ ۵۸۷

ہمارے کچھ بھائی اور بہنیں بے اولاد ہونے کی وجہ سے ہر وقت کڑھتے رہتے ہیں اور زندگی بھر دوا دارو اور دُعا و تعویذ کراتے رہتے ہیں اور لوٹ کھسوٹ مچانے والے کچھ ڈاکٹر و حکیم اور کرنے دھرنے والے کٹھ مُلّے اور میاں فقیر، ان کی اس کمزوری سے خوب فائدے اٹھاتے چکّر پر چکّر لگواتے یہاں تک کہ انہیں برباد کر دیتے ہیں۔

اور ڈاکٹر و حکیموں اور کرنے دھرنے والوں میں آجکل مکّاروں، فریب کاروں کی تعداد بہت بڑھ گئی ہے۔ کچھ ٹوکا ٹاکی کرنے والی اور مشورے دینے والی بوڑھی عورتیں ان بیچاروں کو چین سے نہیں بیٹھنے دیتیں اور نئے نئے حکیموں، ڈاکٹروں اور کرنے دھرنے والوں کے پتے بتاتی رہتی ہیں۔ یہاں سے چھوٹے تو وہاں پہنچے اور یہاں سے نکلے تو وہاں پھنسے بچاروں کی اسی میں کٹ جاتی ہے۔

بھائیو! صبر سے بڑی کوئی دوا نہیں اور شکر سے بڑا کوئی تعویذ نہیں۔ اس سے ہمارا مطلب یہ نہیں ہے کہ بے اولاد دوا اور تعویذ نہ کریں بلکہ ہمارا مقصد یہ بتانا ہے کہ تھوڑا بہت علاج بھی کرالیں اور اچھے بھلے مولوی، عالموں، پیروں، فقیروں سے دُعا تعویذ بھی کرالیں اگر کامیابی ہو جائے تو ٹھیک۔ سُبحان اللہ

خدائے تعالیٰ مبارک فرمائے اور نہ ہو تو صبر سے کام لیں خدائے تعالیٰ کی عبادت، اس کے ذکر اور قرآن کی تلاوت میں دھیان لگائیں زیادہ حکیموں، ڈاکٹروں اور کرنے دھرنے والوں کے دروازوں کے چکّر نہ لگائیں اور اس میں زندگی کی قیمتی گھڑیوں کو نہ گنوائیں آخر ہونا وہی ہے جو خدائے تعالیٰ کی مرضی ہے۔

اور ایک ضروری بات یہ بھی ہے کہ اب قریب قیامت جو زمانہ آرہا ہے اس میں زیادہ تر اولاد نااہل نکل رہی ہے اور تجربہ شاہد ہے کہ اب اولاد سے لوگوں کو سکون کم ہی حاصل ہوگا اور اب بوڑھاپے میں ماں باپ کو کما کر کھلانے والے بہت کم نہ ہونے کے برابر، نوچ نوچ کر کھانے والے زیادہ پیدا ہوں گے، آج لاکھوں کی تعداد میں صاحبِ اولاد بوڑھے اور بوڑھیاں صرف اس لئے بھیک مانگتے گھوم رہے ہیں کہ ان کی اولاد نے جو کچھ ان کے پاس تھاؤہ یا تو ختم کردیا یا اپنے قبضے میں کرلیا اور ماں باپ کو بھیک مانگنے کیلئے چھوڑ دیا، بلکہ بعض تو ماں باپ سے بھیک منگوا کر خود کھا رہے ہیں اور اپنے بچّوں کو کِھلا رہے ہیں گویا کہ اب ماں باپ اس لئے نہیں ہیں کہ بوڑھاپے میں اولاد کی کمائی کھائیں بلکہ اب اس لئے ہیں کہ مرتے دم تک انہیں کما کر کھلائیں خواہ اس کے لئے انہیں بھیک ہی کیوں نہ مانگنا پڑے۔

آج کتنے لوگ ہیں کہ ان کی زندگی چین وسکون اور شان کے ساتھ کٹی لیکن اولاد کی وجہ سے بُرے دن دیکھنے کو ملے کسی کو لڑکے کی وجہ سے جیل اور تھانے جانا پڑا اور پولس کی کھری کھوٹی سُننا پڑیں اور کسی کی جوان لڑکی نے ناک کٹوادی اور پورے گھر کی عزّت خاک میں ملا دی چار آدمیوں میں بیٹھنے کے لائق نہیں چھوڑا۔

اس سب سے ہمارا مقصد یہ نہیں ہے کہ اولاد مطلقاً کوئی بُری چیز ہے یا بے اولاد اولاد حاصل کرنے کے لئے بالکل کوشش نہ کریں بلکہ بات وہی ہے جو ہم لکھ چکے کہ خدائے تعالیٰ نیک اولاد دے تو مُبارک، اسکا شکر کریں اور نہ دے تب بھی پریشان نہ ہوں، معمولی دوا تدبیر کے ساتھ ساتھ صبر وشکر ہی سے کام لیں۔

اور یہ بتا دینا بھی ضروری ہے کہ بدمذہب و بد دین یا خدا اور رسول اور ماں باپ کی نافرمان، بگڑی ہوئی، چور، ڈکیت، شرابی زناکار وحرام کار عیّاش و بدمعاش اولاد والا ہونے سے وہ لوگ بہت اچھے ہیں جن کے اولاد نہیں!

غیر مسلموں سے گوشت منگانے کا مسئلہ

غیر مسلم کی دوکان سے گوشت خرید کر کھانا یا کسی غیر مسلم سے ہدیے اور تحفے میں کچّا یا پکا ہوا گوشت لیکر کھانا حرام ہے خواہ وہ یہ کہے کہ میں نے یہ جانور مسلمان سے ذبح کرایا تھا یعنی مسلمان کا ذبیحہ بتائے تب بھی اس سے گوشت لینا خریدنا اور کھانا سب حرام ہے ہاں اگر ذبح ہونے سے لیکر جب تک مسلمان کے پاس آیا ہر وقت مُسلمان کی نظر میں رہا تو یہ جائز ہے۔

فتاوٰی رضویہ، جلد ۱۰ نصف اوّل، صفحہ ۹۴

ہاں اگر گوشت کسی مسلمان کی دکان سے لایا گیا لیکن خرید کر لانے والا نوکر مزدور وغیرہ کوئی غیر مسلم ہو اور وہ کہے کہ میں نے یہ گوشت مُسلمان کی دکان سے خریدا ہے اور آپ بھی جانتے ہیں کہ یہ مُسلمان کی دکان سے خرید کر لایا ہے تو اس گوشت کو کھانا جائز۔

جامع صغیر میں ہے :

وَمَنْ اَرْسَلَ اَجِیْرًا لَهٗ مَجُوْسِیًا اَوْ خَادِمًا فَاشْتَرٰی لَحْمًا فَقَالَ اِشْتَرَیْتُهٗ مِنْ یَهُوْدِیّ اَوْ نَصْرَانِی اَوْ مُسْلِمٍ وَ سَعَهٗ اَکْلُهٗ وَ اِنْ کَانَ غَیْرَ ذَالِکَ لَمْ یَسْعَهٗ اَکْلُهٗ

ہدایہ جلد۴ صفحہ ۴۳۷

بہار شریعت حصہ ۱۶ صفحہ ۳۶ پر بھی اس کی وضاحت موجود ہے :

خلاصہ یہ کہ مسلمان کی دکان کا گوشت جائز ہے خواہ خرید کر لانے والا نوکر یا مزدور غیر مسلم ہو اور غیر مسلم کی دکان کا گوشت حرام ہے خواہ خرید کر لانے والا مسلمان ہی کیوں نہ ہو اور اگر ذبح شرعی سے لیکر کسی وقت مسلمان کی نظر سے غائب نہ ہوا تو یہ بھی جائز ہے۔

محرم و صفر میں بیاہ شادی نہ کرنا اور سوگ منانا

ماہِ محرم میں کتنی رسوم و بدعات و خرافات آج کل مسلمانوں میں رائج ہوگئی ہیں اُن کا شمار کرنا بھی مشکل ہے۔ انہیں میں سے ایک یہ بھی کہ یہ مہینہ سوگ اور غمی کا مہینہ ہے، اس ماہ میں بیاہ شادی نہ کی جائیں۔ حالانکہ اسلام میں کسی بھی میت کا تین دن سے زیادہ غم منانا ناجائز ہے اور ان ایّام میں بیاہ شادی کو بُرا سمجھنا گناہ ہے، نکاح سال کے کسی دن میں منع نہیں، خواہ محرّم ہو یا صفر یا اور کوئی مہینہ یا دن۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان سے پوچھا گیا :

(۱) بعض اہلسنّت و جماعت عشرۂ محرم میں نہ تو دن بھر روٹی پکاتے ہیں اور نہ جھاڑو دیتے ہیں کہتے ہیں بعدِ دفن تعزیہ روٹی پکائی جائیں گی۔

(۲) دس دن میں کپڑے نہیں اُتارتے۔

(۳) ماہِ محرّم میں بیاہ شادی نہیں کرتے۔

(۴) ان ایام میں سوائے امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے کسی اور کی نیاز و فاتحہ نہیں دلاتے یہ جائز ہے یا ناجائز؟ تو آپ نے جواب میں فرمایا پہلی تینوں باتیں سوگ ہیں اور سوگ حرام اور چوتھی بات جہالت، ہر مہینے میں ہر تاریخ میں ہر ولی کی نیاز اور ہر مسلمان کی فاتحہ ہو سکتی ہے۔

احکام شریعت، حصہ اوّل، صفحہ ۱۲۷

دراصل محرّم میں غم منانا سوگ کرنا فرقہ ملعونہ، رافضیوں اور شیعوں کا کام ہے اور خوشی منانا مردود خارجیوں کا شیوہ اور نیاز و فاتحہ دلانا نفل پڑھنا روزے رکھنا مسلمانوں کا کام ہے فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذَالِكَ

یونہی محرم میں تعزیہ داری کرنا، مصنوعی کربلائیں بنانا، ان میں میلے لگانا بھی ناجائز و گناہ ہے۔

مردوں کا ایک سے زیادہ انگوٹھی پہننا

اسلامی نقطۂ نظر سے مرد کو چاندی کی صرف ایک انگوٹھی ایک نگ کی پہننا جائز ہے جس کا وزن ساڑھے چار ماشے سے کم ہو۔ اسکے علاوہ مرد کیلئے کوئی زیور حلال نہیں۔ ایک سے زیادہ انگوٹھی یا کوئی زیور کسی بھی دھات کا ہو سب گناہ و ناجائز ہے۔

مگر آجکل عوام تو عوام بعض جاہل نام نہاد صوفیوں اور مخالفِ اسلام پیروں نے زیادہ سے زیادہ انگوٹھی پہننے کو بزعم خویش فقیری و تصوّف سمجھ رکھا ہے یہ ایک چاندی کی شرعی انگوٹھی سے زیادہ انگوٹھیاں پہننے والے خواہ وہ سونے کی ہوں یا چاندی کی یا اور کسی دھات کی سب کے سب گنہ گار ہیں اور اس لائق نہیں کہ انہیں پیر بنایا جائے۔ ہمارے کچھ بھائی تانبے، پیتل اور لوہے کے چھلّے پہنتے ہیں

اور انہیں درد وغیرہ کسی بیماری کی شفا خیال کرتے ہیں یہ بھی غلط ہے۔ اور علاج کے طور پر بھی ناجائز زیورات چھلّے وغیرہ پہننا جائز نہیں ہے۔

فتاوٰی رضویہ، جلد ۱۰، نصف اوّل، صفحہ ۱۵ مطبوعہ بیسلپور

کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ چھلّہ یا انگوٹھی ہم مکّہ، مدینہ یا اجمیر سے لائے ہیں، اگر وہ خلافِ شرع ہے تو مکّے، مدینے، اجمیر کے بازار میں بکنے سے حلال نہیں ہو جائے گی۔

بھائیو! آپ تو آج وہاں کے بازاروں سے لائے ہیں اور یہ ناجائز ہونے کا حکم چودہ سو (۱۴۰۰) سال قبل وہیں سے آچکا ہے۔

خلاصہ یہ کہ مقدّس شہروں میں بکنے سے حرام چیز حلال نہیں ہو جاتی۔

بھائیو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور ناجائز انگوٹھیاں، زیورات، کڑے، چھلّے پہن کر اللہ کی نافرمانی نہ کرو۔

امریکن گائے کا شرعی حکم

امریکن گائے کے بارے میں کافی لوگ شکوک و شبہات میں مبتلا ہیں جبکہ اس میں کوئی شک نہیں کہ امریکن گائے بھی بلاشبہ گائے ہے اس کا کھانا حلال اور اس کا دودھ، گھی کھانا پینا جائز ہے۔ فتاوی بحر العلوم ۴/۵۲۴

دوا کھانے اور پینے سے قبل بسم اللہ نہ پڑھنا

یہ بھی غلط اور ایک جاہلانہ خیال ہے بلکہ دوا کھانے پینے سے قبل بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ خاص طور سے دھیان کر کے ضرور پڑھنا چاہیئے تا کہ نامِ خدا کی برکت دوا میں شامل ہو جائے اور دوا جلد سے جلد شفایاب ہو کیونکہ بیماریاں اور ان کی شفا اللہ کی طرف سے ہے۔

ہاتھ اُٹھا کر یا صرف اشارے سے سلام کا جواب دینا

سلام کرنے یا سلام کا جواب دینے میں آجکل صرف اشارہ کر دینا یا ہاتھ اٹھا دینا یا تھوڑا سا سر ہلا دینا کافی رائج ہو گیا ہے۔ حالانکہ اس طرح سلام کی سُنّت ادا نہیں ہوتی اور اگر کسی نے سلام کیا اور اس کے جواب میں صرف یہی کیا منھ سے وعلیکم السّلام یا وعلیک السّلام نہ کہا تو گنہ گار بھی ہوا، اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں :

''بندگی آداب، تسلیمات وغیرہ الفاظ سلام سے نہیں اور صرف ہاتھ اُٹھا دینا کافی نہیں جب تک اسکے ساتھ کوئی لفظ سلام نہ ہو۔''

فتاوٰی رضویہ، جلد ۱۰، نصف اوّل، صفحہ ۱۹۸

اوجھڑی کھانا

اوجھڑی اور آنتیں کھانا جائز نہیں۔ قرآنِ کریم میں ہے :

وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ

اور وہ نبی گندی چیزیں حرام فرمائیں گے۔

اور ''خبٰئث'' سے مراد وہ چیزیں ہیں جن سے سلیم الطبع لوگ گھن کریں اور اوجھڑی اور آنتیں کھانے سے بھی سلیم الطبع لوگ گھن کرتے ہیں اور یہ گندی چیزیں ہیں لہٰذا ان کا کھانا جائز نہیں ہے۔ اعلیٰ حضرت نے اپنے رسالے **اَلْمِنَحُ الْمَلِیْحَۃُ فِیْمَا نَھٰی عَنْ اَجْزَاءِ الذَّبِیْحَۃِ** میں اس سب کو تصریح و تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔

صفر کے مہینے کا آخری بدھ

بعض جگہ صفر کے مہینے کے آخری بُدھ کے بارے میں یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اس روز حضور ﷺ نے مرض سے شفا پائی تھی، لہٰذا اس دن خوشی مناتے ہیں کھانے شیرینی وغیرہ کھاتے کھلاتے ہیں جنگل کی سیر کو جاتے ہیں اور کہیں پر لوگ اسکو منحوس خیال کرتے ہیں اور برتن توڑ ڈالتے ہیں حالانکہ صفر کے آخری بُدھ کی کوئی اصل نہیں۔ نہ اُس دن حضور ﷺ کیلئے مرض سے صحت یابی کا کوئی ثبوت۔ بعض جگہ کچھ لوگ اس دن کو منحوس خیال کر کے برتنوں وغیرہ کو توڑتے ہیں یہ بھی فضول خرچی اور گناہ ہے۔ خلاصہ یہ کہ صفر کے مہینے کے آخری بدھ کی اسلام میں کوئی خصوصیت نہیں۔ (فتاوٰی رضویہ، جلد ١٠، نصف آخر، صفحہ ١١٧)

صلعم، ؑ، رض وغیرہ لکھنا

حضور سیّد عالم ﷺ کے نام نامی اسم گرامی "مُحَمَّد" ﷺ کے آگے بجائے درود شریف کے صرف "صلعم" بنانا یا علیہ السلام کی جگہ "ؑ" بنانا سخت محرومی اور اعلیٰ درجے کی کم نصیبی ہے امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ جس نے سب سے پہلے درود شریف کا ایسا اختصار کیا اسکا ہاتھ کاٹا گیا، امام طحطاوی نے حاشیۂ درّ مختار میں اسے کفر تک فرمایا اور واقعی اگر قصداً استخفاف شان ہو تو کفر ہے۔ یونہی صحابۂ کرام اور بزرگانِ دین کے ناموں کے ساتھ بجائے رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خالی "رض" بنانا بھی منع ہے اور خیر و برکت سے دوری ہے۔ (فتاوٰی رضویہ، جلد ۴، صفحہ ۵۴: بہار شریعت حصہ ۳، صفحہ ۸۷)

اولاد کو عاق کرنے کا مسئلہ

بعض لوگ اپنی اولاد کے بارے میں یہ کہہ دیتے ہیں کہ میں نے اس کو عاق کر دیا اور اس کا مطلب یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اب وہ عاق کی ہوئی اولاد باپ کے مرنے کے بعد اسکی میراث سے حصّہ نہیں پائے گی حالانکہ یہ ایک بیکار بات ہے اور عاق کر دینا شرعاً کوئی چیز نہیں ہے اور نہ باپ کے یہ لفظ بولنے سے اسکی اولاد جائیداد میں حصّے سے محروم ہوگی بلکہ وہ بدستور باپ کی موت کے بعد اسکے ترکے میں شرعی حصّے کی حقدار ہے۔

ہاں ماں باپ کی نافرمانی اور ان کو ایذاء دینا بڑا گناہ ہے اور جس کے والدین اس سے ناخوش ہوں وہ دونوں جہاں میں عتاب و عذابِ الٰہی کا حقدار ہے، اور سخت محروم ہے۔

سیّدی اعلٰی حضرت رضی اللہ تعالٰی عنہ ارشاد فرماتے ہیں :

''عاق کر دینا شرعاً کوئی چیز نہیں نہ اس سے ولایت زائل ہو۔''

فتاوٰی رضویہ جلد ۵ صفحہ ۴۱۲

سالی اور بھاوج سے مزاق کرنا

بعض لوگ سالی اور بھاوج سے مزاق کرتے بلکہ اُسے اپنا حق خیال کرتے ہیں اور انہیں اس قسم کی باتوں سے روکا ٹوکا جائے تو کہتے ہیں کہ ہمارا رشتہ ہی ایسا ہے، حالانکہ اسلام میں یہ مزاق حرام بلکہ سخت حرام جہنّم کا سامان ہے۔ عورتوں اور مردوں کے درمیان مخصوص معاملات سے متعلق گندی اور بیہودہ باتیں خواہ کھلے الفاظ میں کہی جائیں یا اشاروں کنایوں میں سب مزاق ہے اور حرام

ہے، حدیث شریف میں جیٹھ، دیور اور بہنوئی سے پردہ کرنے کی سخت تاکید آئی ہے۔ اور جس طرح مردوں کیلئے سالی اور بھاوج سے مزاق حرام ہے ایسے ہی عورتوں کو بھی دیور اور بہنوئی سے مزاق حرام ہے۔

حمل روکنے والی دواؤں اور لوپ، کنڈوم وغیرہ کا استعمال

اسلام میں نسبندی حرام ہے۔ نسبندی کا مطلب یہ ہے کہ کسی عمل یعنی آپریشن وغیرہ کے ذریعے مرد یا عورت میں قوّتِ تولید یعنی بچّہ پیدا کرنے کی صلاحیت ہمیشہ کیلئے ختم کر دینا جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ جب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم ﷺ سے بر بنائے اندیشۂ زنا خصی ہونے کی اجازت چاہی تو حضور نے اس سوال پر ان سے رُوگردانی فرمائی اور ناراضگی کا اظہار کیا۔

لیکن حمل روکنے کے خیال سے عارضی ذرائع و وسائل اختیار کرنا مثلاً دوائیں، لوپ، نرودھ وغیرہ کا کسی ضرورت سے استعمال کرنا مطلقاً حرام نہیں ہے۔ دراصل مذہب اسلام بڑی حکمتوں والا مذہب اور قانونِ فطرت ہے جو نسبندی کو حرام فرماتا ہے کیونکہ اس میں انسان کی بچّہ پیدا کرنے کی قدرتی صلاحیت وقوت کو ختم کر دینا ہے۔ کبھی یہ بھی ہوسکتا ہے کہ والدین نسبندی کرا بیٹھے اور جو بچّے تھے وہ فوت ہو گئے ایسا ہو بھی جاتا ہے تو سب دن کیلئے اولاد سے محرومی ہاتھ آتی ہے، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ عورت نے نسبندی کرائی اور اسکے شوہر کا انتقال ہو گیا یا طلاق ہو گئی اب اس عورت نے دوسری شادی کی اور دوسرا شوہر اپنی

اولاد کا خواہشمند ہو، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مرد نے نسبندی کرائی اب اسکی عورت فوت ہوگئی یا طلاق ہوگئی اب وہ دوسری شادی کرتا ہے اب نئی بیوی اولاد کی خواہشمند ہو۔

خلاصہ یہ کہ بچہ پیدا کرنے کی سرے سے صلاحیت ختم کردینا کسی طرح سمجھ میں نہیں آتا اور اسلام کا قانون بے شمار حکمتوں کا خزانہ ہے۔ البتہ عارضی طور سے بچّوں کی ولادت روکنے کے ذرائع و وسائل کو اسلام مطلقاً حرام نہیں فرماتا۔ اس میں بھی بڑی حکمت ہے کیونکہ کبھی ایسا ہوجاتا ہے کہ عورت کی صحت اتنی خراب ہے کہ وہ ولادت کی متحمل نہیں بلکہ کبھی بعض عورتوں کے بچے صرف آپریشن سے ہی ہو پاتے ہیں اور دو تین بچّوں کی ولادت کے بعد ڈاکٹروں نے کہہ دیا کہ آئندہ آپریشن میں سخت خطرہ ہے تو عارضی طور پر مانع حمل ذرائع کا استعمال گناہ نہیں ہے، حدیث شریف میں ہے :

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ نزولِ قرآن کے زمانے میں ''عزل'' کرتے تھے یعنی انزال کے وقت عورت سے علیحدہ ہوجاتے تھے۔ یہ حدیث بخاری و مسلم دونوں میں ہے، مسلم شریف میں اتنا اور ہے :

یہ بات حضور نبی کریم ﷺ تک پہونچی تو آپ نے منع نہیں فرمایا۔

عزل سے متعلق اور بھی احادیث ہیں جن سے اسکی اجازت کا پتہ چلتا ہے جن کی توضیح و تشریح میں علماء کا فتویٰ ہے کہ بیوی سے اسکی اجازت کے بغیر یعنی اسکی مرضی کے خلاف ایسا نہ کرے کیونکہ اس میں اسکی حق تلفی ہے۔

حضرت مولانا مفتی جلال الدین احمد صاحب امجدی فرماتے ہیں :

''کسی جائز مقصد کے پیش نظر وقتی طور پر ضبطِ تولید کے لئے کوئی دوا یا

ربڑ کی تھیلی استعمال کرنا جائز ہے لیکن کسی عمل سے ہمیشہ کے لئے قوت تولید کو ختم کر دینا کسی طرح جائز نہیں ہے۔'' فتاوٰی فیض الرسول جلد دوم صفحہ ۵۸۰

اس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ بے مقصد خواہ مخواہ ایسا کرنا بھی جائز نہیں ہے۔

نئے سال کی مبارک بادیاں

مسلمانوں میں انگریزی سال کے پہلے دن یکم جنوری کو خوشی منانے مٹھائیاں بانٹنے مبارکبادیاں دینے اور بھیجنے کا رواج عام ہو گیا ہے اور طرح طرح کی فضول خرچیاں کی جاتی ہیں۔

حالانکہ یکم جنوری ہو یا یکم اپریل (اپریل فول) ۲۵ دسمبر بڑا دن ہو یا گڈ فرائی ڈے، ان سب کا اسلام اور مسلمانوں سے کوئی تعلق نہیں بلکہ ان کو اہمیت دینا یا تیوہار سمجھنا ''عیسائیت'' ہے اور کافروں اور غیر مسلموں کا طریقۂ کار۔ مسلمانوں کو چاہیئے اسلامی تیوہار منائیں اور اسلامی دنوں کو اہمیت دیں عیسائیت نہ اپنائیں کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کا حشر عیسائیوں کے ساتھ ہو۔

حدیث شریف میں ہے اللہ تعالیٰ کے رسول سیّد عالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ فرماتے ہیں ''جو جس قوم کا طریقۂ کار اپنائے وہ انہیں میں سے ہے۔''

آج کل مسلمانوں میں بچوں کی سال گرہ منانے کا رواج بھی بہت ہو گیا ہے اور اُس میں غیر ضروری اخراجات کئے جاتے ہیں، کیک کاٹے جاتے ہیں۔ اسلامی نقطۂ نظر سے یہ سب بھی کچھ اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ اس میں انگریزی تہذیب اور عیسائیت کی بو آتی ہے۔

غیر ضروری جاہلانہ سوالات

آجکل عوام میں غیر ضروری سوالات معلوم کرنے کا رواج بھی عام ہو گیا ہے وہ بھی عمل و اصلاح کی غرض سے نہیں بلکہ علماء کو عاجز کرنے یا اور کسی فاسد مقصد سے۔

ایک صاحب کو میں نے دیکھا کہ وہ مالدار ہو کر کبھی قربانی نہیں کرتے تھے اور مولوی صاحب سے معلوم کر رہے تھے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی جگہ ذبح کرنے کیلئے جو دُنبہ لایا گیا تھا وہ نر تھا یا مادہ اور اُس کا گوشت کس نے کھایا تھا وہیں انہیں کے جیسے دوسرے صاحب بولے کہ وہ دُنبہ انڈو تھا یا خصی؟

ایک صاحب کو نماز یاد نہیں تھی اور وضو بھی ٹھیک سے کرنا نہیں جانتے تھے اور انہیں جو مولانا صاحب ملتے ان سے یہ ضرور پوچھتے تھے کہ موسٰی علیہ السلام کی ماں کا نام کیا تھا؟ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح کس نے پڑھایا تھا؟

غرض کہ اس قسم کے غیر ضروری سوالات کرنے کا ماحول بن گیا ہے عوام کو چاہیے کہ تاریخی باتوں میں نہ پڑ کر نماز، روزہ وغیرہ شرع کے مسائل سیکھیں اور اسلامی عقیدے معلوم کریں یہی چیزیں اصل علم ہیں۔

اور جو بات قرآن و حدیث و فقہ سے معلوم ہو جائے تو زیادہ کرید اور باریکی میں نہ پڑیں نہ بحث کریں اگر عقل میں نہ آئے تو عقل کا قصور جانیں نہ کہ معاذ اللہ قرآن و حدیث کا یا فقہاء و مجتہدین کا۔

اور خواہ مخواہ زیادہ سوالات کرنے کی عادت اچھی نہیں ہے فی زمانہ عمل کرنے کا رواج بہت کم ہے پوچھنے کا زیادہ اور اندھا ہو کر باریک راہوں پر چلنے میں سخت خطرہ ہے۔

اپنی طرف سے نہ کرکے اوروں کے نام سے قربانی کرنا

کچھ لوگ جن پر مالدار صاحبِ نصاب ہونے کی بنا پر قربانی واجب ہوتی ہے وہ قربانی میں بوقتِ ذبح اپنے نام کے بجائے اپنے ماں، باپ یا بزرگانِ دین کا نام لیکر ان کی طرف سے قربانی کرتے ہیں حالانکہ یہ غلط ہے۔ جس پر جس سال قربانی واجب ہے وہ اپنے نام سے کرے اگر ہر سال واجب ہے تو ہر سال اپنے نام سے ہی کرے۔ اس کے بعد اگر وسعت ہے تو بڑے جانور میں اور حصّے لیکر یا دوسرے جانور بزرگانِ دین رضوانُ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین یا اپنے زندہ یا مردہ ماں باپ کی طرف سے ذبح کرے اور حضور سیّد عالم احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے قربانی کرنا بڑی فضیلت ہے لیکن جب اس پر قربانی واجب ہے تو یہ فضیلتیں اسی کیلئے ہیں جو خود اپنی طرف سے پہلے کرے ورنہ اُس پر قربانی نہ کرنے کا گنہ ہوگا۔

قوّالی کا شرعی حکم

اسلامی بھائیو! آج کل بزرگانِ دین کے مزارات پر انکے اعراس کا نام لیکر خوب موج مستیاں ہو رہی ہیں اور اپنی رنگ رنگیلیوں، باجوں، تماشوں، عورتوں کی چھیڑ چھاڑ کے مزے اٹھانے کیلئے اللہ والوں کے مزاروں کو استعمال کیا جا رہا ہے اور ایسے لوگوں کو نہ خدا کا خوف ہے، نہ موت کی فکر اور نہ جہنم کا ڈر اگر! یہ لوگ موج مستیاں یہ ڈھول، باجے، مزامیر کے ساتھ قوالیاں مزارات سے الگ کرتے اور عرس کا نام نہ لیتے تو کم از کم اسلام اور اسلام والے بزرگ بدنام نہ ہوتے۔ یہی تو بقیہ

آج کفار و مشرکین یہ کہنے لگے ہیں کہ اسلام بھی دوسرے مذاہب کی طرح ناچ، گانوں، تماشوں، باجوں اور بے پردہ عورتوں کو اسٹیجوں پر لاکر بے حیائی کا مظاہرہ کرنے والا مذہب ہے لہٰذا اہلِ کفر کے اسلام قبول کرنے کی جو رفتار تھی اس میں بہت بڑی کمی آگئی ہے۔

مذہب اسلام میں بطور لہو ولعب ڈھول، باجے اور مزامیر ہمیشہ سے حرام رہے ہیں بخاری شریف کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لَيَكُوْنَنَّ فِيْ اُمَّتِيْ اَقْوَامٌ يَسْتَحِلُّوْنَ الْحَرَوَ الْحَرَائِرَ وَالْخَمْرَ وَالْمَعَازِف"

یعنی ضرور میری امت میں ایسے لوگ ہونے والے ہیں جو زنا، ریشمی کپڑوں، شراب اور باجوں تاشوں کو حلال ٹھہرائیں گے۔

(صحیح بخاری، جلد۲، کتاب الاشربہ، صفحہ ۸۳۷)

ایک دوسری حدیث میں حضور نبی کریم علیہ الصّلوٰۃ والتسلیم نے قیامت کی نشانیاں بیان کرتے ہوئے فرمایا "ظَهَرتُ القينات وَ المعازف" یعنی قیامت کے قریب ناچنے گانے والیوں اور باجے تاشوں کی کثرت ہو جائیگی۔

(ترمذی، مشکوٰۃ باب اشراط الساعۃ، صفحہ ۴۷۰)

فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

السماع والقول و الرقص الذی یفعله التصوفة فی زماننا حرام لا یجوز القصد الیه و الجلوس علیه

یعنی سماع، قوّالی، رقص (ناچ) جو آجکل کے نام نہاد صوفیوں میں رائج ہے یہ حرام ہے۔ اس میں شرکت جائز نہیں۔

(فتاوٰی عالمگیری، جلد۵، کتاب الکراہیۃ، صفحہ ۳۵۲)

اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فتوٰی عرب وعجم میں مانا جا رہا ہے انہوں نے مزامیر کے ساتھ قوالیوں کو اپنی کتابوں میں کئی جگہ حرام لکھا ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں قوالی مع مزامیر چشتیہ سلسلے میں رائج اور جائز ہے، یہ بزرگانِ چشتیہ پر ان کا صریح بہتان ہے بلکہ ان بزرگوں نے بھی مزامیر کے ساتھ قوالی سننے کو حرام فرمایا ہے سیّدنا محبوبِ الٰہی نظام الدّین دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے خاص خلیفہ سیدنا فخر الدین زرداری سے مسئلہ سماع کے متعلق ایک رسالہ لکھوایا جس کا نام کَشْفُ الْقِنَاع عَنْ اُصُولِ السِّماعِ ہے، اس میں صاف لکھا ہے :

اَمّا سِمَاعُ مَشَائِخِنَا رضی اللہ تعالیٰ عنھم فَبَرِئٌ عَنْ ھٰذِہٖ التُّھْمَۃِ وَ ھُوَ مُجَرَّد صَوْت القَوَّالِ مَعَ الْاشعَارِ الْمُشْعِرَۃُ مِنْ کَمَالِ صنعۃ اللہ تعالٰی

یعنی ہمارے بزرگوں کا سماع اس مزامیر کے بہتان سے بری ہے (ان کا سماع تو یہ ہے) صرف قوال کی آواز ان اشعار کے ساتھ ہو جو کمال صنعت الٰہی کی خبر دیتے ہیں۔

قطبُ الاقطاب سیّدنا فرید الدین گنج شکر رحمۃُ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرید اور سیّدنا محبوبِ الٰہی نظام الدین دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلیفہ سیّدنا محمد بن مبارک علوی کرمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی مشہور کتاب ''سیر الاولیاء'' میں تحریر فرماتے ہیں حضرت سلطان المشائخ قدس سرّہٗ فرمود کہ چندیں چیز می باید کہ سماع مباح شود مسمع مستمع مسموع والہ سماع مسمع یعنی گوینده مرد تمام باشد کودک نہ باشد

وعورت نہ باشد و مستمع آنکہ می شنود واز یادحق خالی نہ باشد۔ ومسموع آنکہ بگوئید فحش ومسخرگی نباشد۔ وآلہ سماع مزامیر است چوں چنگ ورباب ومثلِ آں می باید کہ درمیاں نہ باشد ایں چنیں سماع حلال است، یعنی محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین دہلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے فرمایا کہ چند شرائط کے ساتھ سماع حلال ہے۔

(۱) سنانے والا مرد کامل ہو چھوٹا لڑکا اور عورت نہ ہو۔

(۲) سننے والا یادِ خدا سے غافل نہ ہو۔

(۳) جو کلام پڑھا جائے فحش، بے حیائی اور مسخرگی نہ ہو۔

(۴) آلۂ سماع یعنی سارنگی مزامیر ورباب سے پاک ہو۔

سیر الاولیاء، باب ۹، درسماع ووجد ورقص، صفحہ ۵۰۱

اسکے علاوہ ''سیر الاولیاء'' شریف میں ایک اور مقام پر ہے کہ ایک شخص نے حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ ان ایّام میں بعض آستانہ دار دُرویشوں نے ایسے مجمع میں جہاں چنگ ورباب ومزامیر تھا، رقص کیا تو حضرت نے فرمایا کہ انہوں نے اچھا کام نہیں کیا جو چیز شرع میں ناجائز ہے وہ ناپسندیدہ ہے، اسکے بعد کسی نے بتایا کہ جب یہ جماعت باہر آئی تو لوگوں نے اُن سے پوچھا کہ تم نے یہ کیا کیا وہاں تو مزامیر تھے تم نے سماع کس طرح سُنا اور رقص کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم اس طرح سماع میں مستغرق تھے کہ ہمیں یہ معلوم ہی نہیں ہوا کہ یہاں مزامیر ہیں یا نہیں۔ حضرت سُلطان المشائخ نے فرمایا یہ کوئی جواب نہیں اسطرح تو ہر گناہ گار، حرام کار کہہ سکتا ہے۔

(سیر الاولیاء، باب ۹، صفحہ ۵۳۰)

خلاصہ یہ کہ آدمی زنا کریگا اور کہہ دیگا کہ میں بے ہوش تھا مجھ کو پتہ نہیں کہ میری بیوی ہے یا غیر عورت، شرابی کہے گا کہ مجھے ہوش نہیں کہ شراب پی یا شربت۔

مزید برآں انہیں حضرت سیّدنا محبوبِ الٰہی نظام الحق والدین علیہ الرحمۃ والرضوان کے ملفوظات پر مشتمل انہیں کے مرید و خلیفہ حضرت خواجہ امیر حسن علائی سنجری کی تصنیف ''فوائد الفواد شریف'' میں ہے۔

دریں میاں شخصی بیامد و حکایت جماعتی تقریر کردہ کہ ہم اکنوں در فلاں موضع یارانِ شما جمیعتی کردند و مزامیر درمیاں بود خواجہ ذکر اللہ بالخیر ایں معنٰی ناپسند ید فرمود کہ من منع کردہ ام کہ مزامیر و محرمات درمیاں نہ باشد ہر چہ کردہ اند نیکو نہ کردہ اند دریں باب بسیار غلومی فرمود

یعنی حضرت محبوبِ الٰہی کی خدمت میں ایک شخص آیا اور بتایا کہ فلاں جگہ آپ کے مُریدوں نے محفل کی ہے اور وہاں مزامیر بھی تھے حضرت محبوب الٰہی نے اس بات کو پسند نہیں فرمایا۔ اور فرمایا کہ میں نے منع کیا ہے کہ مزامیر (باجے) حرام چیزیں وہاں نہیں ہونا چاہیئے ان لوگوں نے جو کچھ کیا اچھا نہیں کیا اس بارے میں کافی ذکر فرماتے رہے۔ اسکے بعد حضرت نے فرمایا کہ اگر کوئی کسی مقام سے گرے تو شرع میں گرے گا اور اگر کوئی شرع سے گرا تو کہاں گریگا۔

فوائد الفواد، جلد ۳ مجلس پنجم مطبوعہ اردو اکاڈمی دہلی صفحہ ۵۱۲، ترجمہ خواجہ حسن نظامی

مسلمانو! ذرا سوچو یہ حضرت خواجہ نظام الدین دہلوی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا فتوٰی ہے جو تم نے اوپر پڑھا اِن اقوال کے ہوتے ہوئے کوئی کہہ سکتا ہے کہ خاندانِ چشتیہ میں مزامیر کے ساتھ قوالی جائز ہے۔ ہاں یہ بات وہ لوگ کہیں گے جو نہ چشتی ہیں، نہ قادری انہیں تو مزے داریاں اور لطف اندوزیاں چاہیئے۔

اوراب جبکہ سارے کے سارے قوال بے نمازی اور فاسق و فاجر ہیں۔
یہاں تک کہ بعض شرابی تک سننے میں آئے ہیں۔ یہاں تک کہ عورتیں اور اَمرَد
لڑکے بھی چل پڑے ہیں ایسے ماحول میں ان قوالیوں کو صرف وہی جائز کہے گا
جس کو اسلام و قرآن، دین و ایمان سے کوئی محبّت نہ ہو اور حرام کاری، بے حیائی،
بدکاری اسکے رگ و پے میں سرایت کر گئی ہو۔ اور قرآن و حدیث کے فرامین کی
اُسے کوئی پرواہ نہ ہو۔ کیا اسی کا نام اسلام پسندی ہے کہ مسلمان عورتوں کو لاکھوں
کے مجمع میں لاکر ان کے گانے بجانے کرائے جائیں پھر ان تماشوں کا نام عرس
بزرگانِ دین رکھا جائے۔ کافروں کے سامنے مسلمانوں اور مذہبِ اسلام کو ذلیل
وبدنام کیا جائے؟

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ قوالی اہل کے لئے جائز اور نااہل کیلئے ناجائز ہے ایسا
کہنے والوں سے ہم پوچھتے ہیں کہ آجکل جو قوالیوں کی مجالس میں جو لاکھوں لاکھ کے
مجمع ہوتے ہیں کیا یہ سب اہل اللہ اور اصحابِ استغراق ہیں؟ جنہیں دنیا و متاعِ دنیا کا
قطعاً ہوش نہیں؟ جنہیں یادِ خدا و ذکرِ الٰہی سے ایک آن کی فرصت نہیں؟

خراٹے کی نیندوں اور گپّوں، شپّوں میں نمازوں کو گنوا دینے والے،
رات دن ننگی فلموں، گندے گانوں میں مست رہنے والے، ماں باپ کی نافرمانی
کرنے اور اُن کو ستانے والے، چور، ڈکیت، جھوٹے فریبی، گرہ کاٹ وغیرہ کیا
سب کے سب تھوڑی دیر کے لئے قوالیوں کی مجلس میں شریک ہو کر اللہ والے ہو
جاتے ہیں؟ اور خدا کی یاد میں محو ہو جاتے ہیں؟ یا پیر صاحب نے اہل کا بہانہ
تلاش کر کے اپنی موج مستیوں کا سامان کر رکھا ہے؟ کہ پیری بھی ہاتھ سے نہ

جائے اور دُنیا کی موج مستیوں میں کمی کوئی کمی نہ آئے۔ یاد رکھو قبر کی اندھیری کوٹھری میں کوئی حیلہ و بہانہ نہ چلے گا۔

بعض لوگوں کو یہ کہتے سُنا گیا ہے کہ مزامیر کے ساتھ قوالی ناجائز ہوتی تو درگاہوں اور خانقاہوں میں کیوں ہوتی؟

کاش یہ لوگ جانتے کہ رسولِ پاک ﷺ کی احادیث اور بزرگانِ دین کے مقابلے میں آجکل کے فُساق داڑھی منڈانے والے نمازوں کو قصداً چھوڑنے والے بعض خانقاہیوں کا عمل پیش کرنا دین سے دوری اور سخت نادانی ہے جو احادیث ہم نے اوپر لکھیں اور بزرگانِ دین کے اقوال نقل کئے ان کے مقابل نہ کسی کا قول معتبر ہوگا نہ عمل۔ آجکل خانقاہوں میں کسی کام کا ہونا اُس کے جائز ہونے کی شرعی دلیل نہیں۔

بعض خانقاہیوں کی زبانی یہ بھی سُنا کہ ہم قوالیاں اِس لئے کراتے ہیں کہ زیادہ لوگ جمع ہو جائیں اور عرس بھاری ہو جائے یہ بھی سخت نادانی ہے گویا آپکو اپنی ناموری کی فکر ہے آخرت کی فکر نہیں آپکو کوئی جانتا نہ ہو۔ آپکے پاس کوئی بیٹھتا نہ ہو۔ آپ گم نام ہوں اور حرام کاریوں سے بچتے ہوں۔ نمازوں کے پابند ہوں، بیوی بچوں کیلئے حلال روزی کمانے میں لگے ہوں اور آپ کا پروردگار آپ سے راضی ہو یہ ہزار درجہ بہتر ہے اِس سے کہ آپ مشہورِ زمانہ شخصیت ہوں۔ آپ کے ہزاروں مرید ہوں، ہر وقت ہزاروں معتقدین کا جھمگٹا لگا رہتا ہو یا لاکھوں کے مجمع میں بولنے والے خطیب و مقرر ہوں۔ بڑے علاّمہ و مولانا شمار کئے جاتے ہوں لیکن حرام کاریوں میں انہماک، نمازوں سے غفلت، شہرت و جاہ

طلبی، دولت کی نا جائز ہوس کی وجہ سے میدانِ محشر میں خدائے تعالیٰ کے سامنے شرمندگی ہو، قیامت کے دن رُسوائی ہو۔

میرے بھائیو! دل میں یہ تمنا رکھو اور یہی خدائے قدیر سے دُعا کیا کرو کہ خواہ ہم مشہور زمانہ پیر اور دلوں میں جگہ بنانے والے خطیب ہوں یا نہ ہوں، لیکن ہمارا رب ہم سے راضی ہو جائے ایمان پہ موت ہو جائے اور جنت نصیب ہو جائے۔ خدائے تعالیٰ چاہے ہمیں تھوڑوں میں رکھے لیکن اچھوں اور سچوں میں رکھے۔ فقیری اور دُرویشی بھیڑ اور مجمع جٹانے کا نام نہیں ہے۔ فقیر تو تنہائی پسند ہوتے ہیں اور بھیڑ سے بھاگتے ہیں، اکیلے میں یادِ خدا کرتے ہیں۔

اُن کی یاد اُن کا تصوّر ہے اُنہیں کی باتیں
کتنا آباد میرا گوشۂ تنہائی ہے

اخیر میں ایک بات یہ بھی بتا دینا ضروری ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''جو کوئی خلافِ شرع کام کی بنیاد ڈالتا ہے تو اس پر اپنا اور سارے کرنے والوں کا گناہ ہوتا ہے'' لہٰذا جو مزامیر کے ساتھ قوالیاں کراتے ہیں اور دوسروں کو بھی اسکا موقع دیتے ہیں ان پر اپنا، قوالوں، اور لاکھوں تماشائیوں کا گناہ ہے اور مرتے ہی انہیں اپنے کام کا انجام دیکھنے کو مل جائے گا۔

ہماری اس تحریر کو پڑھ کر ہمارے اسلامی بھائی برا نہ مانیں بلکہ ٹھنڈے دل سے سوچیں اپنی اور اپنے بھائیوں کی اصلاح کی کوشش کریں۔

اللہ تعالیٰ پیارے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے و طفیل توفیق بخشے۔ آمین

بجاہ سیّد المرسلین صلّی اللّٰہ تعالٰی علٰی خیرِ خلقِہٖ محمّدٍ وّ اٰلِہٖ و اصحابہ اجمعین.

کیا درختوں اور طاقوں میں شہید مرد رہتے ہیں

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ فلاں درخت پر شہید مرد رہتے ہیں یا فلاں طاق میں شہید مرد رہتے ہیں اور اس درخت اور اس طاق کے پاس جا کر فاتحہ دلاتے ہیں ہار پھول خوشبو وغیرہ ڈالتے ہیں لوبان واگربتی سلگاتے ہیں اور وہاں مرادیں مانگتے ہیں یہ سب خلافِ شرع اور غلط باتیں ہیں، جو بر بنائے جہالت عوام میں رائج ہو گئیں ہیں ان کو دور کرنا نہایت ضروری ہے، حق یہ ہے کہ طاقوں، محرابوں، درختوں وغیرہ پر محبوبانِ خدا کا قیام قرار دیکر وہاں حاضری نیاز، فاتحہ، اگربتی، موم بتی جلانا، ہار پھول ڈالنا، خوشبوئیں ملنا، چومنا، چاٹنا ہرگز جائز نہیں۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان باتوں کے متعلق فرماتے ہیں :

''یہ سب واہیات وخرافات اور جاہلانہ حماقات و بطلات ہیں ان کا ازالہ لازم ہے۔'' احکامِ شریعت حصّہ اوّل صفحہ ۳۲

آجکل کچھ لوگ ان حرکتوں سے روکنے والوں کو وہابی کہہ دیتے ہیں حالانکہ کسی مسلمان کو وہابی کہنے میں جلدی نہیں کرنا چاہیئے جب تک کہ اسکے عقائد کی خوب تحقیق نہ ہو جائے اور خلاف شرع حرکات و بدعات سے روکنا تو اہل سُنّت کا ہی کام ہے وہابی تو اس کو کہتے ہیں جو اللہ جل شانہٗ اور اس کے محبوب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور بزرگانِ دین کی شان میں گستاخی و بے ادبی کرتا ہو یا جان کر گستاخوں کی تحریک میں شامل ہو ان کو اچھا جانتا ہو۔ وہابی کسے کہتے ہیں اس سب کو تفصیل کے ساتھ ہم نے اپنی کتاب ''درمیانی اُمّت'' میں لکھ دیا ہے۔ یہ کتاب اُردو اور ہندی میں الگ الگ چھپ چکی ہے۔

کچھ غلط ناموں کی نشاندہی

کچھ لوگ اپنے بچوں کے نام، احمد نبی، محمد نبی، رسول احمد، نبی احمد رکھ دیتے ہیں یہ غلط ہے اسکے بجائے غلام محمد یا غلام رسول یا غلام نبی کرلیں یا محمد نبی اور احمد نبی میں نبی کے آگے ''ہ'' بڑھا کر محمد نبیہ یا احمد نبیہ کرلیں۔

غفور الدین نام رکھنا بھی غلط ہے کیونکہ غفور کے معنٰی مٹانے والے کے ہیں لہٰذا غفور الدین کے معنی ہوئے'' دین کو مٹانے والا'' لاحول ولاقوۃ الا باللہ، اللہ جل شانہٗ کا نام غفور اس لئے ہے کہ وہ گناہوں کو مٹاتا ہے، نام رکھنے سے متعلق کیا جائز ہے اور کیا ناجائز اس سب کو تفصیل سے جاننے کیلئے اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان کی تصنیف مبارکہ احکامِ شریعت میں صفحہ۷۲ سے صفحہ۹۸ تک کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔

نوٹ: کچھ لوگوں کے نام اس قسم کے ہوتے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کے مخصوص اسماء کے ساتھ ''عبد'' لگا ہوتا ہے جیسے عبداللہ، عبدالرحمٰن، عبدالرزاق، عبدالخالق وغیرہا تو ان نام والوں کو بغیر عبد لگائے خالی رحمٰن، رزاق یا خالق ہرگز نہیں کہنا چاہیئے اور یہ اسلام میں بہت بُری بات ہے جس کا دھیان کرنا نہایت ضروری ہے، والعیاذ باللہ تعالیٰ

مخلوق خدا کو ستانا اور دُعا تعویذ کرانا

آج کتنے ہی لوگ ہیں جو لوگوں پر ظلم و زیادتی کرتے ہیں اور پھر پیروں، فقیروں کے یہاں دعا تعویذات کراتے ہیں اور مزاروں پر مرادیں مانگتے گھومتے ہیں اور مسجدوں میں جا کر لمبی لمبی دعائیں مانگتے ہیں۔

کتنے شوہر ہیں جو بیویوں پر ظلم ڈھاتے ہیں اور ان کا خیال نہیں رکھتے انہیں باندیوں اور نوکرانیوں سے بدتر زندگی گذارنے پر مجبور کر دیتے ہیں نہ انہیں طلاق دیتے ہیں اور نہ اُن کا حق ادا کرتے ہیں۔

کتنی بیویاں ہیں جو اپنے شوہروں کا خون پیتی ان کے لئے گھروں کو جہنم کا نمونہ بنا دیتی ہیں ساسوں اور نندوں کے سائے سے جلتی ہیں، کتنی ساس اور نندیں ہیں جو اپنے گھروں میں آنے والی دلہنوں کے لئے جینا دوبھر کر دیتی ہیں اور شوہر بیوی کے درمیان محبت انہیں کانٹوں کی طرح کھٹکتی اور کلیجے میں چبھتی ہے۔

کتنے امیر کبیر رئیس زمیندار و مالدار لوگ ہیں جو مزدوروں کا گلا گھونٹتے، نوکروں کو مارتے، پیٹتے، جھڑکتے، ان کی مزدوریاں اور تنخواہیں روکتے اور خود عیش کرتے اور ان کے گھر والوں بیوی بچّوں کی بددعائیں لیتے ہیں، کتنے ہی لوگ وہ ہیں جو جانوروں کو پالتے ہیں لیکن ان کی بھوک، پیاس، جاڑے، گرمی کی پرواہ نہیں کرتے انہیں بےرحمی سے مارتے پیٹتے ہیں ان کی طاقت سے زیادہ ان سے کام لیتے اور بوجھ لادتے ہیں، خاص کر ذبح کا پیشہ کرنے والے ذبح کرنے سے پہلے انہیں بھوکا پیاسا رکھتے ہیں اور ان پر ایسے ایسے ظلم کرتے ہیں کہ جنہیں دیکھا نہیں جا سکتا۔

خلاصہ یہ کہ کوئی بھی ظالم اتیا چاری بےرحم ہو جو اپنے عیش و آرام اور مالداری کی خاطر دوسروں کو ستاتا اور ان کا خون پیتا ہے اس کی نہ خود اپنی دُعا قبول ہے نہ اس کے حق میں دوسروں کی یہ مرد ہوں یا عورتیں، یہ شوہر ہوں یا بیویاں، یہ ساسیں اور نندیں ہوں یا بہوئیں اور بھاوجیں، یہ مالدار اور زمیندار ہوں یا حکام و

ادھیکاری، اگر یہ ظالم و بے رحم اور اتیاچاری ہیں تو انہیں چاہیے کہ یہ لمبی لمبی دعائیں مانگنے، پیروں، فقیروں اور مزارات پر چکر لگانے اور دُعا و تعویذ کرانے سے پہلے جس کو ستایا ہے اس سے معافی مانگ لیں جس کا حق دبایا ہے وہ اسے لوٹا دیں اور ظلم و زیادتی و بے رحمی کی عادت چھوڑ دیں پھر آئیں یہ مسجدوں میں دعاؤں کے لئے اور خانقاہوں میں مرادیں مانگنے اور میاں و مولویوں کے پاس گنڈے تعویذات کرانے کے لئے۔ جس نے کسی غریب و کمزور کو ستایا ہے اور جس کے پیچھے کسی مظلوم کی بددعا لگی ہے۔ اُس کے لئے نہ کوئی دعا ہے نہ تعویذ۔

حدیث میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ''اللہ تعالی اس پر رحم نہیں فرماتا جو لوگوں پر رحم نہیں فرماتا۔''

اور فرماتے ہیں :

مظلوم کی بددعا سے بچو وہ اللہ سے اپنا حق مانگتا ہے اور خدائے تعالیٰ حق والے کو اس کا حق عطا فرماتا ہے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۴۳۵)

پڑھنے پڑھانے سے متعلق کچھ غلط فہمیاں

آج کل کثرت سے مسلمان اپنے بچّوں کو عیسائیوں اور بُت پرستوں مشرکوں کے اسکولوں، پاٹھ شالاؤں میں پڑھنے بھیج رہے ہیں جبکہ مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ ہندی، انگریزی، حساب و سائنس وغیرہ کی ادنیٰ و اعلیٰ تعلیم کیلئے بھی اپنے اسکول کھولیں جن میں دنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ ضرورت کے لائق دینی تعلیم بھی ہو یا دینی اسلامی علوم کے ساتھ ساتھ بقدر ضرورت دنیاوی علوم بھی پڑھائے جائیں اور تعلیم اگرچہ دنیوی بھی ہو لیکن ماحول و تہذیب اسلامی ہو اور

گورنمنٹ سے منظور شدہ نصاب کی کتابیں بھی پڑھائی جائیں لیکن ان میں اگر کہیں کوئی بات ایسی ہو جو اسلامی نظریات کے خلاف ہوں تو پڑھانے والے اس پر تنبیہ کر کے بچوں کے ایمان وعقیدے بچائیں کیونکہ ایمان ہر دولت سے بڑی دولت ہے۔

مگر افسوس کہ مسلمانوں میں ابھی ہر قسم کے لوگ موجود ہیں دولتمندوں اور امیروں کی تعداد بھی کافی ہے، اگر چاہتے تو آسانی سے دنیوی تعلیم کے لئے بھی اپنے اسکول کھول دیتے مگر وہاں عیسائیت اور مشرکانہ تہذیب کا نشہ سوار ہے خیال رہے کہ وقت اب قریب آتا معلوم ہو رہا ہے اور یہ نشے جلد ہی اتر جائیں گے، اصل بات یہ کہ جس قوم کے دن پورے ہو چکے ہوں اُسے کوئی سمجھا نہیں سکتا۔

عالم اور مولوی بنانے سے متعلق کچھ ضروری باتیں

قرآن کی تفسیر، حدیث وفقہ کو جاننے والے عالم اور مولوی کا اسلام میں بہت بڑا مرتبہ ہے۔ بلکہ اس سے محبت اس کا احترام وادب خالص خدا اور رسول کی رضا ہے۔

لیکن ایسے عالم و مولوی جن کا ذریعۂ معاش بھی علم دین ہو امامت و تدریس یا وعظ و تقریر ہی جن کی روزی روٹی کا وسیلہ ہو ان کی تعداد اور گنتی ضرورت کے لائق ہونا چاہئے ان کی بہت زیادتی ہماری رائے میں مصلحت کے خلاف ہے، اور بجائے نفع کے اس میں نقصان کا پہلو بھی نکل سکتا ہے۔

البتہ ایسے علم والے کہ جن کا ذریعہ علمِ دین نہ ہو کر کوئی اور دنیوی جائز

کام دھندا ہوان کی تعداد جتنی زیادہ ہو بہتر ہے اور اسلام کی ترقی کا سبب ہے۔

ایسے مدارس کہ جن میں کم سے کم تنخواہوں والے ناخواندے قسم کے مدرسین رکھ کر بچوں کو پڑھوایا جاتا یا وہ مدارس آزادی و آوارہ گردی کی نذر ہو گئے ہیں، اور ان میں پڑھنے والے بچے نہ تو دیندار مولوی اور عالم و حافظ ہی بن پاتے ہیں اور نہ ہی کوئی دنیا کا کام سیکھ پاتے ہیں اور ان کی جوانی کی بیش قیمت عمر برباد ہو جاتی ہے ایسے مدارس کے خلاف سخت کاروائی کی جائے یا انہیں سدھارا جائے یا پھر بند کرا دیا جائے تو یہ قوم کے حق میں بہت بڑا کام ہوگا۔

آجکل کافی مدارس ہیں جن میں پڑھنے پڑھانے سے زیادہ توجہ دستار بندیوں پر دی جا رہی ہے۔ اور طلبہ میں بڑی تعداد ان کی ہے جن کا دھیان کتابوں سے زیادہ کپڑوں کرتے اور پائجامے پر ہے۔ درسی کتابیں یاد کرنے سے زیادہ تقریروں اور نظموں کے یاد کرنے پر ہے خدائے تعالیٰ ہمیں صحیح راہوں پر لائے اور ان کوتاہیوں کو سمجھ کر انکی اصلاح و درستگی کی توفیق عطا فرمائے۔

قرآن کریم حفظ کرنے سے متعلق کچھ ضروری باتیں

بغیر معانی و مطلب سمجھے ہوئے صرف قرآن کریم کو زبانی یاد کر لینا یہ ایک فضیلت و برتری کی بات ہے لیکن محض اسے علم نہیں کہا جا سکتا۔

لہٰذا بچوں کو پورا قرآنِ کریم حفظ کرانے کے بجائے ان کو دینی علوم عقائد اسلامیہ اور مسائل فقہیہ سکھائے جائیں تو یہ زیادہ بہتر ہے۔

حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

"کچھ قرآن مجید یاد کر چکا ہے اور اسے فرصت ہے تو افضل یہ ہے کہ علم

فقہ سیکھے کہ قرآن مجید حفظ کرنا فرضِ کفایہ ہے اور فقہ کی ضروری باتوں کا جاننا فرض عین ہے۔" بہار شریعت حصہ ۱۶، صفحہ ۲۴۳

خلاصہ یہ کہ ہر شہر اور علاقے میں کچھ نہ کچھ حافظ ہونا بھی ضروری ہے کیوں کہ اس کے ذریعہ نظمِ قرآن کا تحفّظ ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہماری رائے یہ ہے کہ جو بچّے ذہین اور یادداشت کے پکّے ہوں انہیں اگر کم عمری میں حفظ کرایا جاسکتا ہے تو کرادیا جائے ورنہ ۱۵، ۱۵ اور ۲۰، ۲۰ سال کی عمر تک کا سارا وقت قرآنِ کریم حفظ کرانے میں خرچ کرادینا زیادہ بہتر نہیں ہے۔

کیوں کہ آج کل عموماً غریبوں اور مفلسوں کے بچّے دینی مدارس میں آتے ہیں، انہیں اس لائق کردینا بھی ضروری ہے کہ وہ کسبِ معاش پر قادر ہوں اور دینی اور ضرورت کے لائق دنیوی علوم بھی حاصل کئے ہوئے ہوں جنہیں پڑھا لکھا کہا جاسکے۔

کیا مچھلی اور ارہر کی دال پر فاتحہ نہیں ہوگی؟

ہمارے کچھ عوام بھائی اپنی ناواقفی کی وجہ سے یہ خیال کرتے ہیں کہ مچھلی اور ارہر کی دال پر فاتحہ نہیں پڑھنا چاہئیے۔ حالانکہ یہ ان کی غلط فہمی ہے، اسلام میں جس چیز کو کھانا حلال اور جائز ہے تو ان پر فاتحہ پڑھنے میں ہرگز کوئی قباحت نہیں، بلکہ مچھلی تو نہایت عمدہ اور محبوب غذا ہے۔

جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ جنّت میں اہل جنّت کو پہلی غذا مچھلی ہی ملے گی۔ اور جو کھانا جتنا عمدہ اور لذیذ ہوگا فاتحہ میں بھی اس کی فضیلت زیادہ ہوگی۔

سوئر کے نام لینے کو برا جاننا

مذہبِ اسلام میں سوئر کھانا حرام ہے اور اسکا گوشت، پوست، ہڈی، بال، پسینہ، تھوک وغیرہ پورا بدن اور اس سے خارج ہونے والی ہر چیز ناپاک ہے اور بایں معنٰی اس سے نفرت کرنا ایمان کی پہچان اور مومن کی شان ہے، لیکن کچھ لوگ بر بنائے جہالت اسکا نام بھی زبان سے نکالنے کو برا جانتے ہیں، یہاں تک کہ بعض نرے اَن پڑھ گنوار یہ تک کہہ دیتے ہیں کہ جس نے اپنے منھ سے سوئر کا نام لیا چالیس دن تک اس کی زبان ناپاک رہتی ہے، جہالت یہاں تک بڑھ چکی ہے کہ ایک مرتبہ ایک گاؤں میں امام صاحب نے مسجد میں تقریر کرتے وقت یہ کہہ دیا کہ شراب پینا ایسا ہی ہے جیسے سوئر کھانا تو لوگوں نے اس پر خوب ہنگامہ کیا کہ انہوں نے مسجد میں سوئر کا نام کیوں لیا یہاں تک کہ اس جرم میں بیچارے امام صاحب کا حساب کر دیا گیا۔

بھائیو! کسی بُری سے بُری چیز کا بھی برائی کے ساتھ نام لینا برا نہیں ہاں اگر کسی بری چیز کو اچھا کہے، حرام کو حلال کہے تو یہ یقیناً غلط ہے بلکہ بُری چیز کی بُرائی بغیر نام لئے ہو بھی نہیں سکتی، شیطان، ابلیس، فرعون، ہامان، ابولہب و ابوجہل کا نام بھی تو لیا جاتا ہے یہ ہوں یا اور دوسرے خدا اور رسول کے دشمن وہ سب کے سب سوئر سے بدرجہا بدتر ہیں، بلکہ ابلیس، فرعون، ہامان او ابولہب کا نام تو قرآن میں بھی ہے اور ہر قرآن پڑھنے والا ان کا نام لیتا ہے۔ خدائے تعالٰی اور اس کے محبوب ﷺ کے جتنے دشمن ہیں۔ اور ان کی بارگاہوں میں گستاخی اور بے ادبی کرنے والے ہیں یہ سب سوئر سے کہیں زیادہ برے ہیں۔ یہ سب جہنم میں

جائیں گے۔ اور جانور کوئی بھی ہو حرام ہو یا حلال وہ ہرگز جہنم میں نہیں جائے گا۔ بلکہ بعد حساب و کتاب کے فنا کر دئے جائیں گے۔

خلاصہ یہ کہ سوئر کا نام لیکر اس کے بارے میں حکم شرع سے آگاہ کرنا ہرگز کوئی برا کام نہیں خواہ مسجد میں ہو یا غیر مسجد میں۔ وعظ و تقریر میں ہو یا گفتگو میں۔ آخر قرآن میں بھی تو اس کا نام کئی جگہ آیا ہے، کیونکہ عربی میں جس کو خنزیر کہتے ہیں اسی کو ہندوستان والے سوئر کہتے ہیں تو اگر نماز میں وہی آیتیں تلاوت کی گئیں جن میں سوئر کے حرام فرمانے کا ذکر ہے تو اس کا نام نماز میں آئیگا اور مسجد میں بھی۔

کیا جو اسلامی باتوں کی جان کاری نہ ہونے کی وجہ سے عمل نہیں کرتے انکی پکڑ نہ ہوگی؟

آجکل کافی لوگ ایسے ہیں جو دینی باتوں، اسلامی عقیدوں، پاکی، ناپاکی، نماز و روزہ اور زکوٰۃ وغیرہا مسائل نہیں جانتے اور سیکھنے کی کوشش بھی نہیں کرتے۔ اور خدا و رسول نے کس بات کو حرام فرمایا اور کسے حلال، کسے جائز اور کسے ناجائز انہیں اسکا علم نہیں اور نہ علم سیکھنے کی پرواہ، اور خلاف شرع حرکات کرتے ہیں غلط سلط نماز ادا کرتے ہیں، لین دین خرید و فروخت اور رہن سہن میں مذہبِ اسلام کے خلاف چلتے ہیں، اور ان سے کوئی کچھ کہے یا انہیں غلط بات سے روکے، خلاف شرع پر ٹوکے تو وہ کہتے ہیں ہم جانتے ہی نہیں ہیں لہٰذا ہم سے کوئی مواخذہ اور سُوال نہ ہوگا اور ہم بروزِ قیامت چھوڑ دیئے جائیں گے۔

یہ ان لوگوں کی سخت غلط فہمی ہے، صحیح بات یہ ہے کہ انجان غلط کاروں کی ڈبل سزا ہوگی۔ ایک علمِ حاصِل نہ کرنے کی اور علماء سے نہ پوچھنے کی اور دوسرے

غلط کام کرنے کی، اور جو جانتے ہیں لیکن عمل نہیں کرتے انہیں ایک ہی عذاب ہوگا یعنی عمل نہ کرنے کا۔ علم نہ سیکھنے کا گناہ ان پر نہ ہوگا۔

آجکل آدمی اگر کوئی سامان گاڑیاں، کپڑے، زیورات کھانے پینے کی چیز خریدے اور اس کو اس چیز کے غلط وخراب یا اس میں دھوکے بازی کا شبہ ہو جائے تو جانچ پرکھ کرائیگا لوگوں سے مشورہ کریگا جانکاروں کو لا کے دکھائے گا، خوب چھان پھٹک کریگا، لیکن اسلام کے معاملے میں من مانی کرتا رہیگا الٹی سیدھی نماز پڑھتا رہیگا۔ وضو غسل نہانے دھونے میں اسلامی طریقے کا خیال نہیں رکھے گا، لین دین اور معاملات میں حرام کو حلال اور حلال کو حرام سمجھتا رہیگا لیکن عالموں مولویوں سے معلوم نہیں کریگا کہ میں جو کرتا ہوں یہ غلط ہے یا صحیح ؟

یہ اس لئے ہوا کہ اب انسان کو دنیا کے نقصان کی تو فکر ہے لیکن آخرت کے گھاٹے کی کوئی فکر نہیں حالانکہ وہ موت سے کسی صورت بچ نہ سکے گا اور قبر وحشر وجہنم کے عذاب سے بھاگ نکلنا اس کے بس کی بات نہ ہوگی۔

دنیوی حکومتوں اور سلطنتوں کی ہی مثال لے لیجئے اگر کوئی شخص کسی حکومت کے کسی قانون کی خلاف ورزی کرے اور پھر کہدے کہ میں جانتا ہی نہیں ہوں تو حکام اور پولس اس کی بات نہیں سنیں گے اور اُسے سزا دی جائیگی مثال کے طور پر کوئی شخص بغیر لائسنس کے ڈرائیوری کرے یا بغیر روڈ ٹیکس جمع کئے گاڑیاں اور موٹر چلائے اور جب پکڑا جائے تو کہے مجھ کو پتہ نہیں تھا کہ گاڑی چلانے کیلئے یہ کام کرنا پڑتے ہیں تو ہرگز اسکی بات نہیں سنی جائیگی۔ ایسے ہی کوئی شخص بغیر ٹکٹ کے ریل میں سفر کرنے لگے یا پسنجر کا ٹکٹ لے اور ایکسپریس میں سفر کرنے لگے سیکنڈ کلاس کا ٹکٹ لے اور فرسٹ کلاس میں بیٹھ جائے اور جب

پکڑا جائے تو کہدے کہ میں جانتا ہی نہیں ریل میں سفر کیلئے ٹکٹ لینا پڑتا ہے یا یہ ایکسپریس ہے میں نہیں پہچان سکا اور یہ فرسٹ کلاس ہے مجھ کو نہیں معلوم تو کیا چیک کرنے والے اسکو چھوڑ دیں گے؟ ہرگز نہیں۔

ایسے ہی دین کے معاملے میں جو لوگ غلط سلط کرتے ہیں وہ بھی یہ کہنے سے نہیں چھوٹیں گے کہ ہم جانتے ہی نہ تھے اور قیامت کے دن انہیں دوہری سزا ہوگی ایک نہ جاننے کی اور دوسری نہ کرنے کی اس سب کی تفصیل وتحقیق کیلئے دیکھئے اعلیٰ حضرت کے فرمودات الملفوظ حصہ اوّل صفحہ ۲۷ پر۔

گھر والوں کو تنگی اور پریشانی میں چھوڑ کر نفل عبادت کرنا

کچھ لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ عبادت و ریاضت میں لگے رہتے، اشراق، چاشت، اوّابین اور تہجّد کی نمازوں کو ادا کرتے، تسبیح و وظیفے پڑھتے ہیں اور ان کے بیوی بچّے یا بوڑھے اور مفلِس ماں باپ روٹی کے ٹکڑوں کو محتاج اور تیرا میرا منھ دیکھتے نظر آتے ہیں یہ ایسے لوگوں کی بھول ہے اور وہ نہیں جانتے بندگانِ خدا میں سے اہلِ حقوق کے حقوق ادا کرنا بھی خدائے تعالیٰ کی عبادت اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کا ذریعہ ہے، نفل عبادت میں مشغولیت اگر بیوی بچّوں اور مفلس ماں باپ کے ضروری اخراجات سے روکتی ہو تو پہلے بیوی بچّوں کی کفالت کرے پھر وقت پائے تو نوافل میں مشغول ہو۔ البتّہ پانچوں وقت کی فرض نماز ہرگز کسی صورت معاف نہیں اس کی ادائیگی ہر حال میں ہر ایک پر نہایت لازم وضروری ہے خواہ کیسے بھی کرے اور کچھ بھی کرے۔

اور آج کل کے اس دور میں اگر کوئی شخص صرف فرض نمازوں کو پابندی کے ساتھ با جماعت ادا کرتا ہو رمضان کے روزے رکھتا ہو اگر زکوٰۃ فرض ہو تو زکوٰۃ نکالتا ہو، حج فرض ہوا ہو تو زندگی میں صرف ایک بار حج کر چکا ہو۔ اور حرام کام مثلاً شراب، جوا، چوری، زنا کاری، سود خوری، غیبت و بدکاری، خیانت، بدعہدی، سنیمے، گانے باجے اور تماشوں وغیرہا سے بچتا ہو اور حتی الامکان سُنتوں کا پابند ہو اور اس کے ساتھ ساتھ جائز پیشے کے ذریعے بیوی بچوں کی کفالت کرتا ہو ایمان و عقیدہ درست رہے تو یقیناً وہ اللہ والا ہے، اللہ کا پیارا ہے اور اس کا مقدّس و نیک بندہ ہے خواہ وہ نفل نمازیں اور نفلی عبادت ادا نہ کر پاتا ہو، وظیفے اور تسبیح اشراق و چاشت و اوّابین وغیرہا میں مشغول نہ رہتا ہو حدیث پاک میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"طَلَبُ كَسْبِ الْحَلَالِ فَرِيْضَةٌ بَعْدَ الْفَرِيْضَةِ"

یعنی فرض عبادت کے بعد حلال روزی کی تلاش فرض ہے۔

(مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۴۲)

اور فرماتے ہیں:

"اَفْضَلُ دِيْنَارٍ يُنْفِقُهُ الرَّجُلُ دِيْنَارٌ يُنْفِقُهُ عَلٰى عَيَالِهٖ"

سب سے زیادہ عُمدہ و افضل وہ مال ہے جو تم اپنے گھر والوں پر خرچ کرو۔

مشکوٰۃ صفحہ ۱۷۰

صدرُ الشّریعہ حضرت مولانا امجد علی علیہ الرّحمۃ فرماتے ہیں:

اتنا کمانا فرض ہے جو اپنے لئے اور اہل و عیال کے لئے اور جن کا نفقہ اس کے ذمّے واجب ہے ان کے نفقے کے لئے اور ادائے دین کے لئے کفالت کر سکے۔

اور فرماتے ہیں :

قدر کفایت سے زیادہ اس لئے کماتا ہے کہ فقراء و مساکین کی خبر گیری کر سکے یا قریبی رشتے داروں کی مدد کرے تو مستحب ہے اور یہ نفل عبادت سے افضل ہے۔ فتاوی عالمگیری بحوالہ بہار شریعت حصہ ۱۶ صفحہ ۲۱۸

اس کے آگے مزید فرماتے ہیں :

جو لوگ مساجد اور خانقاہوں میں بیٹھ جاتے ہیں اور بسر اوقات کے لئے کچھ کام نہیں کرتے اور خود کو متوکل بتاتے ہیں حالانکہ ان کی نگاہیں اس کی منتظر رہتی ہیں کہ کوئی ہمیں کچھ دے جائے وہ متوکل نہیں، اس سے بہتر یہ تھا کہ وہ کچھ کام کرتے اور اس سے بسر اوقات کرتے۔

اسی طرح آجکل بہت سے لوگوں نے پیری، مریدی کا پیشہ بنالیا ہے۔ سالانہ مریدوں میں دورہ کرتے ہیں اور مریدوں سے طرح طرح کی رقمیں کھسوٹتے ہیں اور ان میں کچھ ایسے ہیں کہ جھوٹ اور فریب سے بھی کام لیتے ہیں یہ ناجائز ہے۔ بہار شریعت حصہ ۱۶ صفحہ ۲۱۸

کیا عورت جانور ذبح نہیں کر سکتی؟

عورت بھی جانور ذبح کر سکتی ہے اور اس کے ہاتھ کا ذبح کیا ہوا جانور حلال ہے مرد و عورت سب اسے کھا سکتے ہیں مشکوٰۃ شریف کتاب الصید والذبائح صفحہ ۳۵۷ پر بخاری کے حوالے سے اس کے جواز کی صریح حدیث موجود ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک لڑکی کے ہاتھ کی ذبح کی ہوئی بکری کا گوشت کھانے کی اجازت دی۔

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے سیّدی مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ کا فتاوٰی مصطفویہ جلد سوئم صفحہ ۱۵۳ اور فتاوٰی رضویہ جلد ۸ صفحہ ۳۲۸ اور صفحہ ۳۳۲

خلاصہ یہ کہ عورتوں کے لئے بھی مردوں کی طرح حلال جانوروں اور پرندوں کو ذبح کرنا جائز ہے جو اُسے غلط کہے وہ خود غلط اور نرا جاہل بلکہ شریعت پر افتراء کرنے والا ہے۔

سمجھدار بچے کا ذبح کیا ہوا جانور بھی حلال ہے۔ اور مسلمان اگر بدکار اور حرام کار ہو تو ذبیحہ اسکا بھی جائز ہے، نماز، روزے کا پابند نہ ہو اس کے ہاتھ کا بھی ذبح کیا ہوا جانور حلال ہے۔ ہاں نماز روزہ چھوڑنا اور حرام کام کرنا اسلام میں بہت بُرا کام ہے۔ دُرِّ مختار میں ہے :

شرط کون الذّابح مسلما او کتابیا و لو امراۃ

ذبح کرنے والے کے لئے مسلمان اور آسمانی کتابوں پر ایمان رکھنے والا ہونا کافی ہے اگر چہ عورت ہی ہو۔

درّ مختار، کتاب الذبائح، جلد ۲، صفحہ ۲۱۸ مطبعہ مجتبائی

اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :

''ذبح کیلئے دین سماوی شرط ہے اعمال شرط نہیں۔''

فتاوٰی رضویہ جلد ۸ صفحہ ۳۳۳

عورتوں کا نامحرم منہاروں کے ہاتھ سے چوڑیاں پہننا

یہ حرام کاری کافی رائج ہے عورتوں کو منہاروں کے ہاتھوں میں ہاتھ دیکر چوڑیاں پہننا سخت حرام ہے، بلکہ اس میں دو حرام ہیں ایک غیر مرد کو ہاتھ دکھانا اور دوسرا اُسکے ہاتھ میں ہاتھ دینا۔

ہماری اسلامی ماؤں، بہنوں کو چاہئیے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈریں اس کے عذاب سے بچیں اور اس فعل حرام کو فوراً ترک کر دیں بازار سے چوڑیاں خرید والیا کریں اور گھر میں یا تو عورتیں ایک دوسرے کو پہنا دیں یا گھر والوں میں سے کسی محرم سے پہن لیں یا شوہر اپنی بیوی کو پہنا دیں تو گناہ سے بچ جائیں گی۔

جو مرد اپنی عورتوں کو منہاروں سے چوڑیاں پہنواتے ہیں یا اس سے منع نہیں کرتے وہ بہت بڑے بے غیرت اور دیّوث ہیں سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ اس مسئلے کے متعلق فرماتے ہیں۔

حرام حرام حرام ہاتھ دکھانا غیر مرد کو حرام اس کے ہاتھ میں ہاتھ دینا حرام جو مرد اپنی عورتوں کے ساتھ اُسے روا رکھتے ہیں دیّوث ہیں۔

فتاوٰی رضویہ جلد۱۰ النصف آخر صفحہ ۲۰۸

مردوں عورتوں کا ایک دوسرے کی مشابہت کرنا

آجکل مردوں میں عورتوں کی اور عورتوں میں مردوں کی مشابہت اختیار کرنے اور ان کے انداز و لباس و چال ڈھال اپنانے کا مرض پیدا ہو گیا ہے، حالانکہ حدیثِ پاک میں ایسے لوگوں پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی ہے جو مرد ہو کر عورتوں کی اور عورت ہو کر مردوں کی وضع قطع اپنائیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ حضور نے فرمایا کہ ہمارے گروہ سے نہیں وہ عورت جو مردانہ رکھ رکھاؤ اپنائے اور وہ مرد جو زنانہ ڈھنگ اختیار کرے، ابو داؤد کی حدیث میں ہے کہ ایک عورت کے بارے میں سیّدہ عائشہ صدّیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بتایا گیا کہ وہ مردانہ جوتا پہنتی ہے تو انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مردانی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔

خلاصہ یہ کہ جو وضع قطع رکھ رکھاؤ لباس وغیرہ مردوں کے ساتھ خاص ہوں ان کو عورتیں نہ اپنائیں اور جو عورتوں کے ساتھ خاص ہو اس کو مرد نہ اپنائیں۔

آجکل کچھ عورتیں مردوں کی طرح بال کٹوانے لگی ہیں یہ ان کے لئے حرام ہے۔اور یہ مرنے کے بعد سخت عذاب پائیں گی۔

ایسے ہی کچھ مرد عورتوں کی طرح بال بڑھاتے ہیں صوفی بننے کے لئے لمبی لمبی لٹیں رکھتے ہیں، چوٹیاں گوندھتے اور جوڑے بنا لیتے ہیں یہ سب ناجائز و خلاف شرع ہے۔تصوّف اور فقیری بال بڑھانے اور رنگے کپڑے پہننے کا نام نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ کی سچّی پیروی اور خواہشاتِ نفسانی کو مارنے کا نام ہے۔

بہارشریعت حصّہ ۱۶ صفحہ ۱۹۸

عقیقے کا گوشت دادا، دادی اور نانا، نانی کے لئے ناجائز سمجھنا

کچھ لوگ عقیقے کا گوشت دادا، دادی اور نانا، نانی کے لئے کھانے کو ناجائز خیال کرتے ہیں یہ بہت بڑی جہالت نادانی اور غلط فہمی ہے۔عقیقے کا گوشت دادا، دادی اور نانا، نانی کے لئے کھانا بلاشبہ جائز ہے بلکہ جہاں اس کھانے کو برا جانتے ہوں وہاں ان کے لئے کھانا ضروری ہے۔

اگر وہ کھائیں گے تو رواج مٹانے کا ثواب پائیں گے۔اعلیٰ حضرت امامِ اہلسنّت مولانا احمد رضا خاں صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان سے اس بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا:

سب کھا سکتے ہیں عقود الدریہ میں ہے احکامُھا احکام الاضحیۃ
الملفوظ حصہ اوّل صفحہ ۴۶

نسب اور برادری بدلنا

یہ بیماری بھی کافی عام ہوگئی ہے کہ ہیں کسی قوم اور برادری کے اور خود کو دوسری قوم و برادری کا ظاہر کر رہے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اس ذریعے سے برتری، فضیلت اور عزت ملتی ہے۔ فضیلت، عزت و ذلت تو اللہ تعالیٰ کے دستِ قدرت میں ہے جسے جو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے، یہ اپنا نسب بدلنے والے بہت بڑے بے وقوف، احمق اور جاہل، بے غیرت و بے شرم ہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو جانتے ہوئے اپنے باپ کے سوا دوسرے کو اپنا باپ بتائے اس پر جنّت حرام ہے۔
صحیح بخاری، کتاب الفرائض، جلد ۲ صفحہ ۱۰۰۱، صحیح مسلم جلد ۱ صفحہ ۴۴۲

اور ایک دوسری حدیث میں اپنا نسب بدلنے والے اور اپنے باپ کے علاوہ کسی دوسرے کو باپ بتانے والوں کے بارے میں حضور نے فرمایا کہ ان پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور سارے لوگوں کی لعنت ہے۔ (صحیح مسلم جلد ۱ صفحہ ۴۹۵)

آجکل خود کو سیّد کہلانے اور آلِ رسول بننے کا شوق بہت زور پکڑ گیا ہے دیکھتے ہی دیکھتے ہزاروں، لاکھوں جو سیّد نہیں تھے وہ سیّد بن گئے جس کی وجہ سے اب سیّدوں کا احترام بھی مشکل ہوتا جا رہا ہے کیوں کہ نقلی سیّدوں کی بھر مار ہے خود میری معلومات میں ایسے کافی لوگ ہیں جو اب تک کچھ اور تھے اور اب چالیس اور پچاس کی عمر میں وہ سیّد اور آلِ رسول بن گئے یہ سب بہت بڑے والے مکّار، دھوکے باز، عیّار، فریبی اور جعل ساز ہیں جن پر خدائے تعالیٰ کی لعنت ہے۔

مُرادآباد شہر میں ابھی جلد ہی ایک مولوی نے ۵۵ سال کی عمر میں خود کو آلِ رسول اور سیّد کہلوانا شروع کر دیا ہے اور کہتا ہے کہ میرے پیر نے مجھے سیّد بنا دیا گویا کہ سِیادت کے ساتھ مزاق ہو رہا ہے۔

اور اس میں کافی دخل ہماری قوم کے بعض افراد کی اس بے جا عقیدت کا بھی ہے کہ انکی نظر میں علم وعمل، تقویٰ وطہارت کی کوئی قدر نہیں بس جو کسی بڑے باپ کا بیٹا ہے وہی سب کچھ ہے، حالانکہ اسلامی نقطۂ نظر سے اور تو اور خود ساداتِ کرام جن کا احترام وادب ایمان کی پہچان ہے۔ عالِم دین جو تفسیر وحدیث وفقہ کا علم کافی رکھتا ہو وہ ان سادات سے افضل ہے جو عالم نہ ہوں۔

حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"مَنْ اَبْطَأَ بِهٖ عَمَلُهٗ لَمْ يُسْرِعْ بِهٖ نَسَبُهٗ"

جس کا عمل اُسے پیچھے ڈھکیل دے وہ نسب سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔

الصحیح المسلم جلد۲ صفحہ ۳۴۵

اعلیٰ حضرت امامِ اہلسنّت مولانا احمد رضا خانصاحب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں فضلِ علم فضلِ نسب سے اشرف واعظم ہے سیّد صاحب کہ عالم نہ ہوں اگرچہ صالح ہوں عالمِ سُنّی صحیح العقیدہ کے مرتبے کو نہیں پہونچ سکتے۔

فتاوٰی رضویہ جلد نہم صفحہ ۵۹

بیعانہ ضبط کرنا

آجکل عموماً ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص کسی سے کوئی مال خریدتا ہے اور بیچنے والے کو کچھ رقم پیشگی دیتا ہے جسکو بیعانہ کہتے ہیں پھر کسی وجہ سے وہ مال لینے سے انکار کر دیتا ہے تو بیچنے والا بیعانے کی رقم خریدار کو واپس نہیں کرتا بلکہ ضبط کر لیتا

ہے اور پہلے سے یہ طے کیا جاتا ہے کہ اگر سودا نہ خریدی تو بیعانہ ضبط کرلیں گے، یہ بیعانہ ضبط کرنا عندالشرع ممنوع ہے اور یہ بیعانے کی رقم بایں طور اسکے لئے حلال نہیں بلکہ حرام ہے۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

بیعانہ آجکل تو یوں ہوتا ہے کہ اگر خریدار بعد بیعانہ دینے کے نہ لے تو بیعانہ ضبط، اور یہ قطعاً حرام ہے۔ الملفوظ حصّہ سوئم، صفحہ ۲۷

ہاں اگر بیع تمام ہولی تھی اور بلا کسی شرعی وجہ کے خریدار خواہ مخواہ خریدنے سے پھرتا ہے تو بیچنے والے کو حق حاصل ہے کہ وہ بیع کو لازم جانے اور مال اس کے حوالے کرے اور قیمت اس سے حاصل کرے خواہ قاضی و حاکم یا پنچایت وغیرہ کی مدد سے، لیکن اسکو مال نہ دینا پھر اسکی رقم واپس نہ کرنا حرام ہے۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

بیع نہ ہونے کی حالت میں بیعانہ ضبط کرلینا جیسا کہ جاہلوں میں رواج ہے، ظلمِ صریح ہے۔

مزید فرماتے ہیں، یہ کبھی نہ ہوگا کہ بیع کو فسخ ہو جانا مان کر مبیع زید کو نہ دے اور اسکے روپیہ اس جُرم میں کہ تو کیوں پھر گیا ضبط کرلے هَلْ هٰذَا اِلَّا ظُلْمٌ صَرِيْحٌ فتاوٰی رضویہ جلد ۷ صفحہ ۷

بھائیو! حرام کھانے سے بچو۔ سکون اور چین جسے اللہ دیتا ہے اُسے ملتا ہے، صرف روپئے، دولت اور پیسے سے نہیں ملتا۔ آپ نے بہت سے مالداروں کو بے چین و پریشان دیکھا ہوگا اور بہت سے غریبوں کو چین وسکون میں آرام سے سوتے دیکھا ہوگا۔ اور اصلی چین کی جگہ تو جنت ہے۔

قرآنِ کریم گر جائے تو اس کے برابر تول کر اناج خیرات کرنا

قرآنِ کریم اگر ہاتھ یا الماری میں سے گر جائے تو کچھ لوگ اس کو تول کر برابر وزن کا آٹا، چاول خیرات کرتے ہیں اور اس خیرات کو اسکا کفارہ خیال کرتے ہیں یہ ان کی غلط فہمی ہے۔

قرآنِ کریم جان بوجھ کر گرا دینا یا پھینکنا تو بہت ہی زیادہ بُرا کام ہے کسی بھی مسلمان سے اس کی امّید نہیں کی جاسکتی کہ وُہ ایسا کریگا اور جو توہین وتحقیر کیلئے ایسا کریگا وہ تو کھلا کافر ہے، توبہ کرے پھر سے کلمہ پڑھے نکاح ہو گیا ہو تو پھر سے نکاح کرے۔

لیکن اگر دھوکے سے بھول میں قرآن شریف ہاتھ سے چھوٹ گیا یا الماری وغیرہ میں سے گر گیا تو اس پر کوئی گناہ نہیں، بھول چوک معاف ہے لیکن پھر بھی اگر بطورِ خیرات کچھ راہِ خدا میں خرچ کردے تو یہ اچھی بات ہے اور نہایت مناسب و بہتر ہے لیکن قرآن شریف کو تولنا اور اسکے وزن کے برابر کوئی اناج، غلّہ وغیرہ خیرات کرنے کو کفارہ سمجھنا غلط فہمی ہے، بے علمی ہے۔ قرآن وحدیث اور فقہ کی کتابوں میں کہیں ایسا نہیں آیا ہے، ہاں صدقہ وخیرات ایک عمدہ کام ہے لہٰذا جو کچھ آپ سے ہو سکے تھوڑا یا زیادہ راہِ خدا میں خرچ کردیں ثواب ملے گا اور نہیں کیا تب بھی گناہ وعذاب نہیں ہوگا۔

جانوروں کو لڑانا

کچھ لوگ تفریح وتماشے کیلئے، مرغ، بٹیر، تیتر، ہاتھی مینڈھے اور ریچھوں وغیرہ کو لڑاتے ہیں یہ جانوروں کو لڑانا اسلام میں حرام ہے، حدیث میں ہے:

نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ عَنِ التَّحْرِيْشِ بَيْنَ الْبَهَائِمِ

رسول اللہ ﷺ نے جانوروں کو لڑانے سے منع فرمایا۔

جامع ترمذی جلد ا صفحہ ۲۰۴، سنن ابوداؤد جلد ا صفحہ ۳۴۶

اور یہ جانوروں کو لڑانا ان پر ظلم ہے آپکی تو تفریح ہو رہی ہے اور ان کا لڑتے لڑتے کام ہوا جا رہا ہے، مذہبِ اسلام اُسکا روادار نہیں ہے۔

بے زبانوں پر ظلم و زیادتی سے اسلام منع فرماتا ہے کبوتر بازی بھی ناجائز ہے۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں :

تماشے کیلئے کبوتروں کو بھوکا اُڑانا، جب اُترنا چاہیں اُترنے نہ دینا اور دن بھر اُڑانا ایسا کبوتر پالانا حرام ہے۔

(فتاوٰی رضویہ جلد ۱۰، نصف اوّل، صفحہ ۱۹۵)

اور یہ تماشے دیکھنا اور ان میں شرکت کرنا بھی ناجائز ہے۔

بہار شریعت حصّہ ۱۶ صفحہ ۱۳۱

جانوروں سے انکی طاقت سے زیادہ کام لینا

آجکل عام طور سے لوگ اس بات کا خیال نہیں رکھتے جانوروں پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ لاد دینا اور مار مار کر انہیں چلانا ظلم ہے، یونہی ان بے زبانوں کے چارہ پانی اور گرمی و جاڑے کی فکر نہ کرنا بھی ظلم ہے، دودھ دینے والے جانوروں کا سارا دودھ کھینچ لینا اور پھر اسکے بچے کو دن دن بھر کیلئے بھوکا پیاسا رکھنا ظلم ہے اور ایسا کرنے والے ظالم ہیں اور یہ زیادہ کمائی اور آمدنی کیلئے یہ سب

کرتے ہیں لیکن کمانے کے بعد بھی ایسے لوگ پریشان رہتے ہیں اور انہیں زندگی میں سکون میسر نہیں آتا، اور ہمیشہ بے چین اور پریشان رہتے ہیں۔

صدر الشریعہ حضرت مولانا امجد علی صاحب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

جانور سے کام لینے میں ضروری ہے کہ اسکی طاقت سے زیادہ کام نہ لیا جائے۔۔۔ بعض یکہ اور تانگے والے اتنی زیادہ سواریاں بٹھاتے ہیں کہ گھوڑا مصیبت میں پڑ جاتا ہے یہ ناجائز ہے۔

جانور پر ظلم کرنا ذمی کافر پر ظلم سے زیادہ برا ہے اور ذمی کافر پر ظلم مسلمان پر ظلم کرنے سے بھی زیادہ برا ہے۔ کیونکہ جانور کا کوئی معین و مددگار اللہ تعالیٰ کے سوا نہیں اس غریب کو اس ظلم سے کون بچائے۔

(درِّ مختار و ردالمحتار) بہارِ شریعت حصہ ۱۶ صفحہ ۲۵۸

کیا اُلّو کوئی منحوس پرندہ ہے؟

اُلّو ایک پرندہ ہے جس کو لوگ منحوس خیال کرتے ہیں حالانکہ اسلامی نقطۂ نظر سے یہ ایک غلط بات ہے الّو کو منحوس خیال کرنا ایک جاہلانہ خیال ہے، صحیح بخاری کی حدیث میں ہے:

لَا عَدْوٰی وَلَا ھَامَۃَ وَلَا صَفَرَ یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا چھوا چھوت کوئی چیز نہیں، الّو میں کوئی نحوست نہیں اور صفر کا مہینہ منحوس نہیں۔

مشکوٰۃ بابُ الفال والطیرۃ صفحہ ۳۹۱

ھَـامَـۃُ کی شرح میں مولانا علی قاری مکّی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں: ھِیَ اِسْمُ طَیْرٌ یَتَشَأَمُ بِہِ النَّاسُ .... وَیُقَالُ لَہٗ بُوم

یعنی ھَامَۃُ ایک پرندہ ہے جسے لوگ منحوس خیال کرتے ہیں اور اسکو بوم (الّو) کہا جاتا ہے۔ مرقات جلد۴ صفحہ ۵۱۹

صدر الشّریعہ حضرت مولانا امجد علی صاحب فرماتے ہیں :

ھَامَۃُ سے مراد الّو ہے زمانۂ جاہلیت میں اہلِ عرب اس کے متعلق مختلف قسم کے خیالات رکھتے تھے اور اب بھی لوگ اسکو منحوس سمجھتے ہیں جو کچھ بھی ہو حدیث نے اس کے متعلق ہدایت کی کہ اسکا اعتبار نہ کیا جائے، ماہِ صفر کو لوگ منحوس جانتے ہیں حدیث میں فرمایا یہ کوئی چیز نہیں۔

(حاشیۂ بہارِ شریعت، حصہ ۱۶ صفحہ ۱۲۴)

خلاصہ یہ کہ الّو کو منحوس سمجھنا غلط ہے۔ نفع نقصان کا مالک صرف اللہ تبارک وتعالیٰ ہے جو وہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔

دھوبی کے یہاں کھانے کا مسئلہ

کچھ لوگ دھوبی کے یہاں کھانا کھانے کو بُرا جانتے ہیں یہ بہت بُری بات ہے دھوبی ہو یا کوئی اور مسلمان، اسکے یہاں کھانا کھانے میں کوئی حرج نہیں اور بلا شبہ جائز ہے۔ جو لوگ دھوبیوں کے یہاں کھانے کو بُرا جانتے اور انکے یہاں کے کھانے کو ناپاک بتاتے ہیں وہ نرے جاہل ہیں۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :

دھوبی کے یہاں کھانا کھانے میں کچھ حرج نہیں یہ جو جاہلوں میں مشہور ہے کہ دھوبی کے یہاں کا کھانا ناپاک ہے، محض باطل ہے۔

الملفوظ حصہ اوّل صفحہ ۱۳

کیا برائی بھلائی کا تعلق ستاروں سے ہے؟

کچھ لوگ سمجھتے ہیں کہ سعد و نحس بُرائی بھلائی اور نفع و نقصان کا تعلق ستاروں سے ہے حالانکہ ایسا کچھ نہیں، اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں :

مُسلمان مطیع پر کوئی چیز نحس نہیں اور کافروں کیلئے کچھ سعد نہیں باقی کواکب (ستاروں) میں کوئی سعادت ونحوست نہیں اگر ان کو خود مؤثر جانے مشرک (کافر) ہے اور ان سے مدد مانگے تو حرام ہے اور ان کی رعایت ضرور خلافِ توکّل ہے۔ (فتاوٰی رضویہ جلد ۱۰ قسط ۲ صفحہ ۲۶۵)

بعض نقوش و تعویذات کے بارے میں ستاروں کا حساب لگا کر کچھ اوقات کو خاص کیا جاتا ہے تو اس کے بارے میں مسلمان کو یہ عقیدہ رکھنا چاہیئے کہ خدائے تعالیٰ نے بعض اوقات کو بعض کاموں کے لئے بعض دوسرے اوقات کے مقابلے میں پسند فرمایا ہے اور کسی ساعت اور گھڑی کو کسی دوسرے خاص کام کیلئے افضل و بہتر بنایا ہے لیکن منحوس کسی وقت کو نہیں سمجھنا چاہیئے اور ہوتا وہی ہے جو اللہ چاہتا ہے اور خدا و رسول پر ایمان اور ان کی اطاعت سے بڑھ کر کوئی سعادت و برکت، نفع اور بھلائی نہیں اور انکی نافرمانی اور کفر سے بڑھ کر کوئی نحوست نہیں۔

اور ایسے ہی بعض کاموں کے لئے بعض دنوں کی فضیلت آئی ہے جیسے سفر کیلئے جمعرات اور پیر کا دن، ناخن ترشوانے اور بال کٹوانے کے لئے جمعہ کا دن۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ اور دن منحوس ہیں یا ان میں وہ کام ناجائز و گناہ ہے بلکہ کسی دن بھی سفر کرنا اور کسی دن ناخن اور بال کٹوانا گناہ و ناجائز نہیں ہے ہر دن جائز ہے ہاں مذکورہ مخصوص دنوں میں یہ کام دوسرے دنوں سے زیادہ بہتر و افضل و پسندیدہ ہیں۔

بعض جگہ عورتیں بُدھ کے دن گھر سے نکلنے اور سفر کرنے کو منع کرتی ہیں یہ ان کی جہالت ہے بُدھ کے دن کی تو خاص طور پر حدیث میں فضیلت آئی ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے :

مَا مِنْ شَیْءٍ بُدِیَ یَوْمَ الْاَرْبَعَاءِ اِلَّا تَمَّ

یعنی جو کام بُدھ کے دن شروع کیا جائے وُہ پورا ہوتا ہے۔

(جامع الاحادیث، جلد ۳، صفحہ ۴۶۳)

صدر الشریعہ حضرت مولانا امجد علی صاحب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :

نجومیوں کی اس قسم کی باتیں جن میں ستاروں کی تاثیرات بتائی جاتی ہیں کہ فلاں ستارہ طلوع ہوگا تو فلاں بات ہوگی یہ بھی بے شرع ہے۔ اسی طرح پچھتروں کا حساب کہ فلاں پچھتر سے بارش ہوگی یہ بھی غلط ہے حدیث میں اس پر سختی سے انکار فرمایا۔ (بہار شریعت حصّہ ۱۶، صفحہ ۲۵۷)

ہاتھوں کے ڈورے اور کڑے

بعض مزارات کے مجاورین اور سجادہ نشین لوگ زائرین کے ہاتھوں میں سرخ یا پیلے رنگ کے ڈورے باندھ دیتے ہیں۔ ایسے کام ہندوؤں کے بابا اور سادھو لوگ کرتے تھے وہ تیرتھ یاتریوں کے ہاتھوں میں لال پیلے ڈورے باندھ دیتے ہیں اب مزارات کے مجاور اور سجادوں میں بھی اس کا رواج ہو گیا ہے۔ یہ بات مناسب نہیں ہے اور مسلمانوں کو غیر مسلموں کی نقل اور ان کی مشابہت سے بچنا چاہیئے اور ہاتھوں میں ڈورے اور کڑے نہ ڈالنا چاہیئے اور نہ ڈلوانا چاہیئے۔

مستحبات کوفرض وواجب سمجھنا اور فرائض کواہمیت نہ دینا

آجکل عوام اہلسنّت میں ایک بڑی تعداد ان لوگوں کی ہے جنہوں نے نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ اسلام میں ضروری باتوں کو چھوڑ کر نیاز، نذر، فاتحہ وغیرہ بدعات حسنہ کولازم وضروری سمجھ لیا ہے، یہ ایک غلط فہمی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ نیاز، فاتحہ، میلاد شریف مروجہ صلاۃ وسلام یعنی جیسے آجکل پڑھا جاتا ہے، بارہ ربیع الاوّل کوجلوس نکالنا، گیارہویں شریف، ۲۲ رجب اور ۱۴ شعبان اور ۱۰ محرم وغیرہ کوکھانے، کھچڑے، پوڑی، حلوے، پلاؤ اور مالیدے پر فاتحہ دلانا، عرس کرنا، بزرگوں کے مزارات پر حاضری دینا، قبر پر اذان دینا، حضور کے نام کوسُن کرانگوٹھے چومنا، مردوں کے تیجے، چالیسویں کرنا، یہ سب اچھے کام ہیں، انہیں کرنے میں کوئی حرج اور گناہ نہیں۔ جوانہیں غلط کہتے ہیں وہ خود غلط ہیں لیکن جو انہیں فرض اور واجب خیال کرتے ہیں وہ بھی بھول میں ہیں۔ اس مضمون سے ہمارا مقصد صرف اُن کی اصلاح کرنا ہے۔

سُنّی بھائیو! نیاز، فاتحہ، عرس، میلاد وغیرہ اوپر ذکر کی ہوئی باتوں میں وہابیوں سے اختلاف صرف یہ ہے کہ وہ ان کو بُرا کہتے ہیں اور علمائے اہل سنّت ان سب کاموں کواچھا کام بتاتے ہیں۔ لیکن فرض وواجب یہ بھی نہیں کہتے۔ فرض اور واجب تو اسلام میں یہ کام ہیں:

پانچوں وقت نماز باجماعت کی سختی کے ساتھ پابندی کرنا، رمضان کے مہینے کے روزے رکھنا۔ صاحب نصاب کوسال میں ایک بار زکوٰۃ نکالنا۔ جس کے بس کی بات ہو اُس کے لئے پوری زندگی مین ایک بار حج کرنا۔ زنا، شراب،

جوئے، سود، جھوٹ، غیبت، ظلم پکچر، گانے، تماشے وغیرہ سے بچنا۔ ماں باپ کی فرمانبرداری کرنا۔ جس کا آپ پر جو حق ہے اُس کو ادا کرنا۔ قرض لے کر جلد سے جلد دینے کی کوشش کرنا۔ مزدور کی مزدوری دینے میں دیر نہ کرنا وغیرہ۔ حق یہ ہے اگرچہ حق کڑوا ہوتا ہے کہ نیاز و نذر، میلاد و فاتحہ، عرس و مزارات کی حاضری کا فیض اور فائدہ صحیح معنوں میں اُنہیں کو حاصل ہوتا ہے جو اُن کاموں پر عمل کرتے ہیں جن کا ہم نے ابھی اوپر ذکر کیا ہے۔ جو لوگ نماز روزے کو چھوڑ کر حرام کماتے، حرام کھاتے، حرام کرتے اور پھر بزرگوں کی نیاز دلاتے، ان کے نام پر بڑی بڑی دیگیں پکاتے، مزارات پر حاضری دیتے ہین اُن کی وجہ سے مذہب اہل سنّت بدنام ہو رہا ہے۔

یہ جان لینا بھی ضروری ہے کہ دوسرے فرقوں میں جن لوگوں کو اسلام سے خارج اور کافر کہا گیا ہے وہ نیاز و فاتحہ نہ دلانے کی وجہ سے نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ اور دیگر انبیاء و اولیاء کی شان میں گستاخی کرنے کی وجہ سے اُنہیں گمراہ و بدمذہب یا کافر قرار دیا گیا ہے۔

البتہ اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ نیاز و فاتحہ، عرس و میلاد وغیرہ آجکل اہل حق کی علامت نشان اور پہچان بن گئی ہیں لہٰذا ان کاموں کو عام طور سے چھوڑا نہ جائے اور فرض و واجب بھی نہ سمجھا جائے۔ بس اچھے کام سمجھ کر شریعت اسلامیہ کے دائرے میں رہ کر کرتے رہیں۔ اور کسی کے ایصال ثواب کے لئے اس کی فاتحہ کے لئے کسی خاص دن کو شرعاً لازم خیال کرنا بھی جہالت ہے۔ فاتحہ ہر دن اور ہر وقت ہو سکتی ہے اور کسی نسبت سے کسی دن کو خاص کر لینے میں بھی کوئی حرج نہیں جبکہ اُس کو لازم اور ضروری نہ سمجھے۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

یہ تعینات (دنوں کو فاتحہ کے لئے خاص کرنا) عرفی ہے ان میں اصلاً حرج نہیں جبکہ انہیں شرعاً لازم نہ جانے۔ یہ نہ سمجھے کہ انہیں دنوں میں ثواب پہنچے گا، آگے پیچھے نہیں۔ (فتاوٰی رضویہ، جلد۴، صفحہ۲۱۹)

خلاصہ یہ کہ دنوں کو طے کر لینا اپنی سہولت اور رواج کے طور پر ہے اور اس میں حرج نہیں مگر اسے لازم نہ جانے کہ ہم دن طے کر لینگے تبھی ثواب پہنچے گا اور دن آگے پیچھے ہو جانے سے ثواب نہ پہنچے گا یہ غلط ہے۔

اور دوسری جگہ فرماتے ہیں:

ایصالِ ثواب ہر دن ممکن ہے اور خصوصیت کے ساتھ کسی ایک تاریخ کا التزام جبکہ اُسے شرعاً لازم نہ جانے مضائقہ نہیں۔ (فتاوٰی رضویہ، جلد۴، صفحہ۲۲۴)

چھینک آجائے تو بدشگونی ماننا

کچھ جگہوں پر بعض ہمارے اَن پڑھ مسلمان بھائی چھینک آنے کو بُرا جانتے ہیں اور اُس سے بدشگنی لیتے ہیں حالانکہ چھینک آنا اسلام میں اچھی بات ہے اور چھینک اللہ کو پسند ہے۔ لہٰذا جس کو چھینک آئے، وہ اللہ تعالیٰ کا شکر کرے۔ حدیث شریف میں ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

بیشک اللہ تعالیٰ چھینک کو پسند اور جماہی کو ناپسند فرماتا ہے تو جس کو چھینک آئے وہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہے اور جو دوسرا شخص اُس کو سُنے وہ جواب دے (یعنی یَرْحَمُكَ اللّٰه کہے) اور جماہی شیطان کی طرف سے ہے اس کو جہاں تک بس چلے نہ آنے دے اور جماہی میں جو منھ سے آواز نکلتی ہے، اُس کو سُن کر شیطان ہنستا ہے۔ (بخاری شریف، جلد۱، صفحہ۹۱۹)

بوہنی کے متعلق غلط خیالات

خرید وفروخت کے معاملے میں سویرے کو جو سب سے پہلی رقم حاصل ہوتی ہے، اُس کو ''بوہنی'' کہتے ہیں۔ عام طور سے لوگ پہلی سودا نہ پٹے اور پہلا گراہک واپس چلا جائے تو اس بات کو بُرا مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بوہنی خراب ہوگئی اور اِس سے سارے دن کی دوکانداری کے لئے براشگون لیتے ہیں۔ یہ سب کافروں اور غیر مسلموں کی باتیں اور وہم پرستیاں ہیں، جو مسلمانوں میں بھی پیدا ہوگئی ہیں۔ ایک مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان خیالات کو دل میں جگہ نہ دے اور یہ عقیدہ رکھے کہ نفع نقصان کا مالک اللہ تعالیٰ ہے جب جس کو جو چاہے عطا فرمائے اور بوہنی خراب ہونے سے کچھ نہیں ہوتا۔

کیا اسلام میں تعزیہ داری جائز ہے؟

کچھ لوگ محرم اور صفر کے مہینے میں تعزئے بناتے انہیں ڈھول باجوں کے ساتھ گھماتے اور انکے ساتھ سینا پیٹتے، ماتم کرتے ہوئے انہیں نقلی اور فرضی کربلا میں لے جا کر دفن کرتے ہیں۔ یہ سب باتیں اسلام میں منع ہیں، ناجائز و گناہ ہیں۔

پیارے اسلامی بھائیو! ہمارا آپکا پیارا مذہب جو ''اسلام'' ہے، وہ ایک صاف ستھرا، سنجیدہ اور شریف اچھا بھلا، سیدھا سچا مذہب ہے۔ وہ کھیل تماشوں، گانے باجوں، ڈھول ڈھماکوں، ناچ، کود پھاند، ماتم اور سینا کوبی والا مذہب نہیں ہے۔ آجکل کی تعزئے دارے اور اس کو جائز بتانے والے، دنیا کو یہ ذہن دے رہے ہیں کہ اسلام بھی دوسرے دھرموں کی طرح میلوں ٹھیلوں اور کھیل تماشوں اور غنڈہ گردی والا مذہب ہے۔

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ تعزیے بنانا جائز ہے، اس کو گھمانا وغیرہ ناجائز ہے۔ یہ بات بھی ایک دم درست نہیں بلکہ آجکل جو تعزیہ بنایا جاتا ہے، اُس کو بنانا بھی منع ہے کیونکہ یہ حضرت امام حسین کے روضے اور مزار کا صحیح نقشہ نہیں۔ بلکہ اجازت صرف اتنی ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزارِ پُر انوار کا صحیح نقشہ کسی کاغذ وغیرہ پر بنا ہوا اپنے پاس یا گھر میں رکھے جیسے خانۂ کعبہ، گنبد خضرٰی، بغداد شریف، اجمیر شریف وغیرہ کے بنے ہوئے نقشے کلنڈروں وغیرہ میں اور الگ سے بھی آتے ہیں اور لوگ برکت حاصل کرنے کے لئے انہیں گھروں میں ٹانگتے ہیں۔ (حوالے اور تفصیل سے جاننے کے لئے دیکھئے، فتاوٰی رضویہ جلد ۱۰ قسط اوّل صفحہ ۳۶)

محرم کے مہینے کی ۷، ۱۲، ۱۳ تاریخ کی جو مہندی بنائی یا نکالی جاتی ہے، یہ بھی ایک بیکار اور گڑھی ہوئی رسم ہے، رافضی اور شیعہ مذہب کی پیداوار ہے، اسلام سے اس سے اسکا کوئی تعلق نہیں، جہالت کا نتیجہ ہے۔

اہل سنت والجماعت کا مذہب یہ ہے کہ حضرت امام حسین اور دوسرے شہیدانِ کربلا اور بزرگان دین سے سچی محبت یہ ہے کہ ان کے نقشِ قدم پر چلا جائے اور ان کے راستے طریقے، ڈھنگ اور چال چلن کو اپنایا جائے۔ اور اسکے ساتھ ساتھ ان کی روح کو ثواب پہنچانے کے لئے نفل پڑھے جائیں، روزے رکھے جائیں، قرآن کریم کی تلاوت کی جائے یا صدقہ خیرات کر کے احباب دوستوں، رشتے داروں یا غریبوں مسکینوں کو کھانا، کھچڑا، حلوا، ملیدا جو میسر ہو وہ کھلا کر اس کا ثواب انکی پاک روحوں کو پہنچایا جائے، جس کو فاتحہ کہتے ہیں، تو یہ بے شک جائز عمدہ اور اچھا کام ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے۔ اور اپنے

رب کی رضا حاصل کرنا ہر مسلمان کے لئے ہر ضرورت سے زیادہ ضروری ہے۔
اور نیاز، فاتحہ، صدقہ، خیرات میں بھی یہ ضروری ہے کہ اپنے نام شہرت اور دکھاوے کے لئے نہ ہو۔ بلکہ جو بھی اور جتنا بھی ہو، خالص اللہ کی رضا حاصل کرنے اور بزرگوں کو ثواب پہنچانے کے لئے ہو۔ آجکل کچھ لوگ لمبی لمبی نیازیں دلاتے، خوب دیگیں پکاپکا کر کھلاتے ہیں اور انکا مقصد اپنی ناموری اور شہرت ہوتا ہے اور وہ دکھاوے کے لئے ایسا کرتے ہیں۔ انکی یہ نیازیں قبول نہیں ہونگی۔
یہ بھی سننے میں آیا ہے کہ کوئی شخص تعزیے داری اور اسکے ساتھ کی جانے والی خرافات سے منع کرے تو کچھ لوگ اُسے وہابی کہہ دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ تعزیے داری سنیوں کا کام ہے اور اس سے منع کرنا وہابیوں کا طریقہ ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں بلکہ کبھی بھی کسی صحیح سنی عالم نے تعزیے داری کو جائز نہیں کہا ہے بلکہ سب نے ہمیشہ ناجائز و گناہ لکھا ہے اور اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتابوں میں تو جگہ جگہ اس کو حرام بتایا گیا ہے اور اس بارے میں انکے فتاوٰی کا مجموعہ ایک کتاب کی شکل میں چھپ بھی چکا ہے جس کا نام رسالۂ تعزیے داری ہے۔ لہٰذا جو ہمارے بھائی تفصیل سے اس مسئلے کو پڑھنا چاہیں وہ سنی کتب خانوں سے اس رسالے کو حاصل کر کے پڑھیں۔
اور جو مولوی تعزیے داری کو جائز کہتے ہیں، وہ ایسا پبلک کو خوش کرنے اور اُن سے پروگراموں کے ذریعے نذرانے وغیرہ حاصل کرنے کے لئے کرتے ہیں۔ انہیں چاہیئے کہ پبلک کو خوش رکھنے کے بجائے اللہ اور اُس کے رسول کو راضی رکھنے کرنے کی فکر کریں کیونکہ حرام کو حلال بتانے والوں کی جب قبر و حشر میں پٹائی ہوگی تو یہ پبلک بچانے نہیں جائے گی اور ان جلسوں پروگراموں اور

نذرانوں کی رقموں کے ذریعے وہاں جان نہیں چھوٹے گی۔ بلکہ یہی تعزیے دار جن کو خوش رکھنے کے لئے یہ مولوی غلط مسئلے بتاتے ہیں، قیامت کے دن انکا دامن پکڑینگے۔

یہ بھی ممکن ہے کہ تعزیے داری اور اس کے ساتھ کی جانے والی خرافاتوں کو جائز کہنے والے مولوی وہابیوں کے ایجنٹ ہوں اور انسے خفیہ سمجھوتا کئے ہوئے ہوں کیونکہ سنیوں میں واہیات وخرافات کے رواج سے سنی مذہب بدنام ہوتا ہے۔ اور وہابیت کو اس ذریعے سے فائدہ پہنچتا ہے اور کافی لوگ اپنی جہالت کی وجہ سے ہمارے ماحول میں خلاف شرع حرکات دیکھ کر وہابیوں کی تعریف کرنے لگتے ہیں حالانکہ یہ ان کی بھول ہے اور سنی علماء کی کتابیں نہ پڑھنے کا نتیجہ ہے۔

ہاں اتنا جاننا ضروری ہے کہ وہابی تعزیے داری کو شرک اور تعزیے داروں کو مشرک وکافر تک کہہ دیتے ہیں۔ لیکن سُنّی علماء انہیں مسلمان اور اپنا بھائی ہی خیال کرتے ہیں۔ بس بات اتنی ہے کہ وہ ایک گنہ کر رہے ہیں۔ خدائے تعالیٰ انہیں اِس سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

بے وضو اذان پڑھنے کا مسئلہ

بے وضو اذان نہیں پڑھنا چاہیئے۔ لیکن اگر کوئی پڑھ دے تو اذان درست ہو جاتی ہے اور اُس اذان کے بعد جو نماز پڑھی جائے گی وہ بھی درست ہے۔ لیکن بے وضو اذان پڑھنے کی عادت ڈال لینا مناسب نہیں ہے۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں :

”بے وضو اذان پڑھنا جائز ہے، بایں معنی کہ اذان ہو جائے گی لیکن

چاہیئے نہیں۔" فتاوٰی رضویہ، جلد ۵، صفحہ ۳۷۳

خلاصہ یہ کہ کبھی کبھی بے وضو بھی اذان پڑھی جا سکتی ہے۔ لیکن بہتر اور اچھا طریقہ یہی ہے کہ اذان باوضو پڑھی جائے۔

اس زمانے کی ایک بڑی نیکی

اگر آپ اپنی، اپنے بیٹے یا بھائی کی شادی کرنا چاہتے ہیں۔ اور آپ کے عزیزوں، قریبوں، رشتے داروں یا اہلِ محلّہ میں کوئی غریب لڑکی ہے۔ جس سے آپ کا رشتہ شرعاً درست ہے، تو اُس سے بغیر خرچہ کرائے ہوئے اور بغیر بارات وغیرہ چڑھائے ہوئے اور بغیر جہیز لئے ایک دم سادہ نکاح کیجئے جیسے کہ رسول اللہ نے کئے تھے۔ اور اُس کو ساتھ عزّت کے اپنے گھر میں بیوی بنا کر رکھیئے۔ یہ اس زمانے کی بہت بڑی ہمدردی اور نیکی ہے۔ اور ایسا کرنے والوں کو جہاد کا ثواب ملے گا۔ آجکل لوگ خواہ مخواہ کی ہمدردیاں تو دکھاتے ہیں۔ عزیزوں، رشتے داروں اور خاندان والوں کی طرف سے لڑنے مرنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ لیکن جوان لڑکیاں گھروں میں پل رہی ہیں۔ اُن کی وجہ سے لوگ پریشان ہیں اور یہ اُن کے رشتے منظور نہیں کرتے۔ ہمدردی اِس کا نام ہے کہ آپ کے عزیز کو جو پریشانی ہو وہ دور کی جائے۔ جبکہ وہ آپ کے بس کی بات ہے۔ یہ کہاں کی ہمدردی، رشتے داری اور قرابت ہے کہ آپ دولت اور مالداری کی وجہ سے اِدھر اُدھر رشتے تلاش کر رہے ہیں۔ اور آپ کے عزیز اپنی لڑکی کے لئے پریشان اور دُکھی ہیں۔

سب سے بہتر مسلمان

آجکل کچھ لوگ تو وہ ہیں کہ دنیا کے کام دھندھوں میں لگ کر دین کو بالکل بھلا بیٹھے ہیں۔ جیسے کہ انہیں سب دن دنیا میں رہنا ہے۔ اور کچھ وہ ہیں کہ دین دار بنے تو کام دھندھا چھوڑ بیٹھے؛ کاہل، سُست اور آرام طلب ہو گئے یا اِس چکر میں ہیں کہ اِسی دینداری کے نام پر لوگ ہمیں دے جائیں۔ اِن دونوں قسم کے لوگوں سے اسلام کی صحیح ترجمانی نہیں ہوتی۔ سب سے بہتر مسلمان وہ ہے جو اپنا کچھ کام دھندھا کرتا ہو اور ساتھ ہی ساتھ نماز روزے کا پابند دیندار مسلمان ہو، حلال وحرام میں فرق رکھتا ہو۔

اسلام میں سب سے اچھا کام

اسلام میں سب سے اچھا کام پانچوں وقت کی نماز کی پابندی ہے اور مسجدوں کو بنانا اور انہیں نماز واذان سے آباد کرنا اور آباد رکھنے کیلئے کوشش کرنا ہے مسجد کے ساز وسامان لوٹے چٹائی وضو کا انتظام اس کی دیکھ بھال صفائی کرنے والے اذان دینے والے مؤذنوں اور نماز پڑھانے والے اماموں کا خیال کرنا اور انہیں ہر طرح خوش رکھنا بہترین کام ہے اور اس سلسلے میں جو خرچہ ہو وہ بہترین خرچہ ہے۔

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

''ایمان کے بعد پہلی شریعت نماز ہے۔''

فتاوٰی رضویہ جلد۵ صفحہ۸۳ مطبوعہ لاہور

غمی کا چاند غمی کی عید

اسلام میں تین (۳) دن سے زیادہ کسی میت کا غم منانا یعنی جان بوجھ کر ایسے کام کرنا جس سے غم ظاہر ہونا جائز ہے ایسے ہی کسی کے غم میں کسی چاند کو غم کا چاند یا کسی مہینے کو غم کا مہینہ کہنا منع ہے۔

جس گھر میں کسی کا انتقال ہو گیا ہو اس کے بعد جب پہلی عید آتی ہے تو اس عید کو اس گھر والوں کے لیے کچھ عورتیں غمی کی عید کہتی ہیں عید کے دن میت کے گھر کی عورتوں سے مل جل کر خوب روتی ہیں یہ سب غیر اسلامی باتیں ہیں۔

عید کا دن اسلامی تیوہار اور خوشی کا دن ہے نہ کہ رونے اور پیٹنے کا دن۔ اس دن کوئی غم ہو بھی تو اس کو ظاہر نہ کرے دل میں رہنے دے چہرے پر غم و رنج کے آثار ظاہر نہ ہونے دے چہرے سے خوشی ظاہر کرے اور ہنس مکھ رہے۔

حدیث پاک میں ہے حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو مدینے کے لوگ سال میں دو مرتبہ خوشی مناتے تھے۔ (مہرگان اور نیروز) حضور نے پوچھا یہ کون سے دن ہیں؟ لوگوں نے کہا: زمانہ جاہلیت میں ہم ان دنوں میں خوشی مناتے تھے حضور نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ان سے بہتر تمہیں دو (۲) دن عطا فرمائے ہیں عید الفطر اور عید الاضحیٰ۔

ابو داؤد باب صلاۃ العیدین حدیث ۱۱۳۴۔ص ۱۶۱

اس حدیث سے خوب ظاہر ہو گیا کہ عید کا دن خوشی منانے کا دن ہے غم منانے رونے پیٹنے کا دن نہیں۔

صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں

عید کے دن خوشی ظاہر کرنا مستحب ہے۔[بہار شریعت ۴/۸۱۷ مطبوعہ مکتبۃ المدینہ دہلی]

کچھ جگہوں پر شب براُت اور محرم کے چاند کو عورتیں غمی کا چاند کہتی ہیں اور نئی دلہن کے لیے ضروری خیال کیا جاتا ہے کہ وہ یہ چاند سسرال میں نہ دیکھے بلکہ مائیکے میں آ کر دیکھے تو یہ سب جاہل عورتوں کی من گڑھت وہم پرستی کی باتیں ہیں ان سے بچنا ضروری ہے۔کوئی بھی عورت کوئی سا چاند کہیں بھی دیکھ سکتی ہے ہاں جوان لڑکیوں اور عورتوں کو کھلی چھتوں پر چاند دیکھنے کے لیے چڑھنا منع ہے تا کہ بے پردگی نہ ہو۔

جوتے چپل پر کھڑے ہو کر جنازے کی نماز پڑھنے کا مسئلہ

جنازے کی نماز عام طور پر خالی پڑے میدانوں، راستوں، اور کھیتوں وغیرہ میں پڑھی جاتی ہے۔ کچھ لوگ ان زمینوں کو ناپاک خیال کرتے ہوئے جوتے چپل اتار کر ان پر کھڑے ہو کر نماز ادا کر لیتے ہیں تو ایسا کرنا جائز بلکہ بہتر ہے اور نماز درست ہو جائے گی کسی بھی چیز مٹی، کپڑے، بدن، زمین وغیرہ کے پاک اور ناپاک ہونے کی تین صورتیں ہیں۔

(۱) یقین سے پتہ ہے کہ وہ پاک ہے۔

(۲) یقین سے پتہ ہے کہ وہ ناپاک ہے۔

(۳) اس کے پاک اور ناپاک ہونے میں شک ہے۔ پتہ نہیں کہ پاک ہے یا ناپاک ہے۔

پہلی صورت میں تو وہ پاک ہے ہی لیکن تیسری صورت میں بھی جب کہ

اس کے پاک اور ناپاک ہونے میں شک ہو تب بھی اس کو پاک ہی مانا جائے گا ناپاک نہیں، ناپاک تبھی کہیں گے جب ناپاکی کا یقین ہو یا گمان غالب۔

کوئی بھی زمین جب تک اس کے ناپاک ہونے کا پتہ نہ ہو وہ پاک کہلائے گی آپ اس پر کھڑے ہو کر بغیر کچھ بچھائے نماز پڑھ سکتے ہیں۔

جوتے کا تلا بھی جب خوب پتہ ہو کہ اس پر کوئی ناپاک چیز لگی ہے تبھی اس کو ناپاک کہا جائے گا صرف شک وشبہے کی بنا پر ناپاک نہیں کہا جا سکتا جوتے کا تلا پاک ہو سکتا ہے علمائے کرام نے فرمایا کہ جوتے کی تلے پر اگر کوئی ناپاک چیز لگی بھی ہو اس کو پہن کر چلا گھاس یا مٹی پر کچھ دیر چلنے سے جو رگڑ پیدا ہوئی اس سے بھی جوتے کا تلا پاک ہو سکتا ہے۔

اب اس سلسلے میں مسائل کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

☆ زمین اگر ناپاک ہے یعنی اس کے ناپاک ہونے کا یقین ہے اس کے اوپر ننگے پیر کھڑے ہو کر بغیر کچھ بچھائے نماز پڑھی نماز نہیں ہوگی۔

☆ زمین اگر پاک ہے یا اس کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ پاک ہے یا ناپاک تو اس پر بغیر کچھ بچھائے ننگے پیر کھڑے ہو کر نماز پڑھی جا سکتی ہے۔

☆ زمین ناپاک ہے لیکن جوتے پہن کر نماز پڑھی اور جوتے کا تلا پاک ہے نماز صحیح ہو جائے گی۔

☆ زمین بھی ناپاک ہے جوتے کا تلا بھی ناپاک ہے لیکن جوتے اتار کر ان پر کھڑے ہو کر نماز پڑھی نماز ہو جائے گی کیوں کہ اب اس ناپاکی کا بدن جسم سے کوئی تعلق نہیں اور اگر پہنے ہو تو وہ ناپاکی جسم کا حصہ مانی جائے گی۔

خلاصہ یہ ہے کہ زیادہ احتیاط اسی میں ہے کہ جوتے اتار کر ان پر کھڑے

ہو کر نماز ادا کریں یہ سب سے بہتر اور محتاط طریقہ ہے۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

اگر وہ جگہ پیشاب وغیرہ سے ناپاک تھی یا جس کے جوتوں کے تلے ناپاک تھے اور اس حالت میں جوتا پہنے ہوئے نماز پڑھی ان کی نماز نہ ہوئی۔ احتیاط یہی ہے کہ جوتا اتار کر اس پر پاؤں رکھ کر نماز پڑھی جائے کہ زمین یا تلا اگر ناپاک ہو تو نماز میں خلل نہ آئے۔ [فتاوی رضویہ جدید۹/۱۸۸]

اور ایک مقام پر لکھتے ہیں:

اگر کوئی شخص بحالت نماز نجاست پر کھڑا ہوا اور اس کے دونوں پیروں میں جوتے یا جرابیں ہیں تو اس کی نماز صحیح نہ ہوگی اور اگر یہ چیزیں جدا ہیں تو ہو جائے گی۔ [فتاوی رضویہ جدید۲/۹۶]

ایک جگہ لکھتے ہیں:

شبہ سے کوئی چیز ناپاک نہیں ہوتی کہ اصل طہارت ہے۔
[فتاوی رضویہ جدید۴/۳۹۶]

ہجڑے کی نماز جنازہ

کچھ لوگ ہجڑے کی نماز جنازہ پڑھنے نہ پڑھنے کے بارے میں شک کرتے ہیں کہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں تو مسئلہ یہ ہے کہ ہجڑہ اگر مسلمان ہے تو اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا۔

کچھ لوگ پوچھتے ہیں کہ ہجڑے کی نماز کی نیت اور اس میں جو دعا پڑھی جائے گی وہ مردوں والی ہو یا عورتوں والی شاید ان لوگوں کو یہ معلوم نہیں کہ مردوں

اور عورتوں کی نماز جنازہ اور اس کی نیت میں کوئی فرق نہیں دونوں کا طریقہ ایک ہی ہے اور وہی طریقہ ہجڑے کے لیے بھی رہے گا۔ ہاں نابالغ بچے اور بچی کی دعا میں فرق ہے اور وہ بہت معمولی ضمیروں کا فرق ہے تو اگر ہجڑہ نابالغ بچہ ہو تو اس کے لیے لڑکے والی دعا پڑھ دیں یا لڑکی والی ہر طرح نماز درست ہو جائے گی۔

[فتاوی رضویہ جدید ۹/۱۷۴، فتاوی بحر العلوم ۵/۱۷۴]

کیا امام کے لیے مقتدیوں کی نیت کرنا ضروری ہے

بعض جگہ کچھ ناخواندے جاہل لوگ اماموں کو پریشان کرتے ہیں اور ان سے امامت کی نیت پوچھتے ہیں حالانکہ امام کے لیے الگ سے مقتدیوں کی امامت کی نیت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

فتاوی عالم گیری میں ہے:

والامام ينوي ماينوی المنفرد ولايحتاج إلى نيت الامامة.

اور امام بھی وہی نیت کرے گا جو اکیلا آدمی نیت کرتا ہے اور امام کو امامت کی نیت کی کوئی ضرورت نہیں۔ [فتاوی عالم گیری ج ا باب ۳ فصل ۴ ص ٦٦]

اور زبان سے نیت کے الفاظ ادا کرنا تو کسی کے لیے بھی کسی نماز میں ضروری نہیں کیوں کہ نیت دل کے ارادے کا نام ہے۔ اس کی تفصیل ہم نے اپنی کتاب امام اور مقتدی میں لکھ دی ہے۔

حضرت بلال کے اذان نہ دینے کا واقعہ

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ کچھ حضرات نے ان کی اذان پر اعتراض کیا وہ شین کو سین کہتے ہیں

حضور نے ان کو معزول کر دیا اور کسی دوسرے صاحب نے اذان دی تو صبح نہ ہوئی جب اذان حضرت بلال نے دی تب صبح ہوئی۔

یہ واقعہ بے اصل ہے مستند و معتبر حدیث و تاریخ کی کتابوں میں کہیں نہیں جو صاحب بیان کریں ان سے معلوم کرنا چاہیے کہ انھوں نے یہ واقعہ کہاں دیکھا۔

اور یہ حدیث کہ حضرت رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

سين بلال عند الله شين .

بلال کی سین بھی اللہ کے نزدیک شین ہے۔

اس حدیث کو حضرت مولانا علی قاری مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے گڑھی ہوئی فرمایا ہے۔ [موضوعات کبیر ص ۴۳۔ فتاوی بحر العلوم ۵/۳۸۰]

کیا عورت پیر ہو سکتی

عورت کا پیر بننا مرید کرنا جائز نہیں نہ مردوں کو نہ عورتوں کو۔ آج کل تو یہ تک سننے میں آیا ہے ک عورتیں پیر بن کر مریدوں میں دورے تک کرنے لگی ہیں یہ سب غلط باتیں اور عورتوں کا پیری مریدی کرنا صحیح نہیں۔

امام عبد الوہاب شعرانی اپنی مشہور کتاب میزان الشریعۃ الکبریٰ میں تحریر فرماتے ہیں:

قد أجمع أهل الكشف على اشتراط الذكورة في كل داعٍ إلى الله.

بزرگوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ داعی الی اللہ ہونے کے لیے مرد ہونا شرط ہے۔ [میزان الشریعۃ باب الاقضیہ ۲/۱۸۹]

آج کل عورتوں کے جلسے ہورہے ہیں اور عورتوں کو مبلغہ اور مقررہ بنا کر جگہ جگہ گھمایا جارہا ہے یہ بھی سب میری سمجھ میں نہیں آتا۔

اور امام عبدالوہاب شعرانی کا جو قول ہم نے نقل کیا اس سے بھی ہمارے خیال کی تائید ہوتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

سلف صالحین سے لے کر آج تک کوئی عورت نہ پیر بنی نہ بیعت کیا۔

[فتاویٰ رضویہ جدید ۲۱/۴۹۴]

کیا قبر پر تختے رکھنے میں مرد و عورت میں فرق ہے؟

کچھ لوگ پوچھتے ہیں کہ میت کو قبر میں رکھنے کے بعد اگر مرد ہو تو تختے لگانا کدھر سے شروع کرنا چاہئے سرہانے یا پائینتی سے اور عورت کے لیے کدھر سے مسئلہ یہ ہے کہ مرد ہو یا عورت تختے سرہانے سے لگانا شروع کریں اور دونوں میں فرق سمجھنا غلطی ہے۔ [فتاوی مصطفویہ ص ۲۷۱ مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی]

یعنی دونوں کے تختے سرہانے سے لگانا شروع کیا جائے۔

نور نامہ اور شہادت نامے

"نور نامہ" نام سے ایک کتاب اردو نظم میں خوب پڑھی جاتی ہے اس میں حضور کی پیدائش کا واقعہ اور آپ کے نور کا قصہ جس طرح بیان کیا گیا ہے وہ بے اصل اور غلط ہے کسی مستند و معتبر حدیث و تاریخ کی کتاب میں اس کا ذکر نہیں۔

ایسے ہی شہادت نامہ نام سے جو کتابیں حضرت سیدنا امام حسن اور سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے واقعات و حالات سے متعلق رائج ہیں وہ بھی اکثر

غلط بے سروپا واقعات وحکایات پر مشتمل ہیں۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

نور نامے کے نام سے جو رسالہ مشہور ہے اس کی روایت بے اصل ہے اس کو پڑھنا جائز نہیں۔ [فتاویٰ رضویہ جدید ۲۶/۶۱۰]

اور فرماتے ہیں:

شہادت نامے نظم یا نثر جو آج کل عوام میں رائج ہیں اکثر روایات باطلہ و بے سروپا سے مملو اور اکاذیب موضوعہ (گڑھی ہوئی جھوٹی حکایتوں) پر مشتمل ہیں ایسے بیان کا پڑھنا سننا مطلقاً حرام و ناجائز ہے۔

[فتاویٰ رضویہ جدید ۲۴/۵۱۳]

تیجے کے چنوں کا مسئلہ

نیاز و فاتحہ تیجے، دسویں، چالیسویں، اور تبارک وغیرہ یہ سب صرف جائز اچھے اور مستحب کام ہیں نہ شرعاً فرض ہیں نہ واجب نہ سنت کوئی نہ کرے تب بھی کوئی حرج و گناہ نہیں لیکن آج کل ان کاموں کو اتنا ضروری سمجھ لیا گیا ہے کہ غریب سے غریب آدمی کے لیے بھی ان کا کرنا اتنا ضروری ہو گیا ہے کہ خواہ کہیں سے کرے کیسے ہی کرے ادھار قرض لے کر کرے مگر کرے ضرور۔ یہ سنیت کے نام پر زیادتی ہو رہی ہے۔

حق یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ و تابعین کے زمانے میں میت کے لیے صرف جنازے کی نماز ہوتی تھی اور کسی چیز کا رواج نہ تھا یہ سب کام بہت بعد میں رائج ہوئے کچھ مولویوں نے انھیں ایک دم ناجائز و حرام

کہہ دیا صرف اس لیے کہ یہ سب نئے کام ہیں لیکن علما اہل حق اہل سنت والجماعت نے فرمایا کہ یہ سب کام اگرچہ نئے ہیں مگر اچھے ہین برے نہیں لہذا جائز ہیں مستحب ہیں لیکن انھوں نے بھی فرض یا واجب یا شرعاً لازم وضروری نہیں کہا میں نے اس بیان کو تفصیل و تحقیق کے ساتھ اپنی کتاب۔ "بارہویں شریف جلسے جلوس" اور درمیان امت میں بھی لکھ دیا ہے۔

آج کل بعض جگہ تو غریب سے غریب آدمی کے لیے بھی اس نیاز و فاتحہ کے رواجوں کو جو ضروری خیال کیا جارہا ہے یہ بڑی زیادتی ہے۔

تیجے کے موقع پر جو چنوں پر کلمہ پڑھنے کا معاملہ ہے اس کی حقیقت صرف اتنی ہے کہ ایک حدیث میں یہ آیا ہے کہ جو ستر ہزار ۷۰۰۰۰ر مرتبہ کلمہ پڑھے یا کسی دوسرے کو پڑھ کر بخشے تو اس کی مغفرت ہو جاتی ہے۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

کلمہ طیبہ ستر ہزار مرتبہ مع درود شریف پڑھ کر بخش دیا جائے انشاءاللہ پڑھنے والے اور جس کو بخشا ہے دونوں کے لیے ذریعہ نجات ہوگا۔

[الملفوظ ۱/۱۰۳ر مطبوعہ رضوی کتاب گھر دہلی]

حضرت مولانا علی قاری مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی مرقاۃ شرح مشکوۃ کتاب الصلاۃ باب ماعلی الماموم من المتابعۃ فصل ثانی ص ۱۰۲ر میں اس حدیث کو نقل کیا ہے:

انوار ساطعہ ص ۲۳۲ر پر بھی مرقات شرح مشکاۃ کے حوالے سے یہ ستر ہزار ۷۰۰۰۰ر کی حدیث منقول ہے۔ بزرگوں نے اس گنتی کو پورا کرنے کے لیے ساڑھے بارہ سیر درمیانی قسم کے چنوں کا اندازہ لگایا تھا۔

آج کل کی نئی تول کے مطابق چوں کہ "کلو" اس سیر سے کچھ چھوٹا ہوتا ہے لہذا ساڑھے چودھ کلو یا پھر زیادہ سے زیادہ پندرہ (۱۵) کلو چنوں میں پورا سوئم یعنی ستر ہزار ۷۰۰۰۰ ربار کلمہ مکمل ہو جائے گا۔

بریلی شریف سے شائع فتاوی مرکزی دارالافتا میں ہے:

چنے کی مقدار شرعاً متعین نہیں ہاں حدیث پاک میں یہ آیا ہے کہ "جس نے یا جس کے لیے ستر ہزار کلمہ شریف۔ پڑھا گیا اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اسے بخش دیتا ہے۔ لوگوں نے اپنی آسانی کے لیے چنے اختیار کر لیے کہ اس میں شمار کلمہ ہے اور بعد میں صدقہ بھی اور مشہور ہے کہ ساڑھے بارہ سیر چنے میں یہ تعداد پوری ہو جاتی ہے۔ [فتاویٰ مرکزی درالافتاص۳۰۲]

کچھ ملاجی لوگ بتیس (۳۲) کلو چنے خریدواتے ہیں یہ ان کی زیادتی ہے خاص کر غریبوں مزدوروں پر تو ایک طرح کا ظلم ہے اور وہ سوئم کے چنے پڑھنے کی مجلس ہو یا کوئی اور عام لوگوں کو جمع کر کے بہت دیر تک بٹھانا بھی اسلامی مزاج کے خلاف ہے۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

شریعت مطہرہ افق وتیسیر (نرمی اور آسانی) کو پسند فرماتی ہے نہ کہ معاذ اللہ تضیق وتشدید (تنگی اور سختی) [فتاوی رضویہ جدید ۱۱/۱۵۱]

گردے کھانے کا مسئلہ

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

گردے کھانا جائز ہے لیکن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

پسند نہ فرمایا اس وجہ سے کہ پیشاب اس میں ہو کر مثانے میں جاتا ہے۔
[الملفوظ ص ۳۴۱ رضوی کتاب گھر دہلی]
اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حلال جانور کے گردے کھائے جا سکتے ہیں انھیں کھانا حرام نہیں لیکن گردے حضور کو ناپسند تھے اس لیے نہ کھانا بہتر ہے۔

چھوٹی تقطیع میں قرآن

کچھ لوگ بہت زیادہ باریک خط میں لکھے ہوئے اور بہت چھوٹے سائز میں قرآن چھاپتے ہیں جنھیں حمائل شریف کہا جاتا ہے بچوں کے گلے میں ڈالنے کے لیے تعویذ کی طرح قرآن کو بہت باریک اور چھوٹا کر دیتے ہیں یہ ناجائز ہے۔
درمختار میں ہے:
یکرہ تصغیر مصحف.
یعنی قرآن کریم کو چھوٹا بنانا مکروہ ہے۔
[درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع ۲/۲۴۵]
اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:
حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کے پاس قرآن مجید باریک لکھا ہوا دیکھا اس کو مکروہ رکھا اور اس شخص کو مارا۔ [فتاوی رضویہ ۴/۶۱۰]

نماز میں التحیات وغیرہ سے پہلے بسم اللہ پڑھنا

نماز میں الحمد شریف سے پہلے بسم اللہ پڑھنا سنت ہے اور اس کے بعد جب کوئی سورۃ شروع کرے تب بھی بسم اللہ پڑھنا مستحب ہے۔ اس کے علاوہ

رکوع سجدے۔ قعدہ وغیرہ میں بسم اللہ پڑھنے کی اجازت نہیں التحیات سے پہلے یا دعائے قنوت یا درود شریف اور اس کے بعد کی دعا سے پہلے بسم اللہ پڑھنا منع ہے کیوں کہ بسم اللہ قرآن کی آیت ہے اور نماز میں قیام کی حالت میں الحمد شریف اور اس کے بعد قرأت قرآن مشروع ہے اس کے علاوہ قرأت ممنوع ہے۔

[فتاوی رضویہ جدید ۳۵۰/۶]

ہولی، دیوالی کی فاتحہ

ہولی، دیوالی یہ خالص غیر مسلموں کے تیوہار ہیں اسلام اور مسلمانوں کا ان سے کوئی تعلق نہیں۔ مسلمانوں کو ان دنوں میں ایسے رہنا چاہیے جیسے آج کچھ ہے ہی نہیں اور ان دنوں کو کسی قسم کی کوئی خصوصیت نہیں دینا چاہیے۔

کہیں کہیں کچھ لوگ ہولی کے موقع پر ہولیکا نام کی عورت کی فاتحہ دلاتے ہیں کچھ لوگوں نے ہولیکا کا نام مراد بیوی رکھ لیا ہے اور اس نام سے فاتحہ دلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہولیکا حضرت ابراہیم علیہ السلام پر عاشق ہو گئی تھی اور ان پر ایمان لائی تھی تو یہ سب گڑھی ہوئی حکایتیں اور جھوٹی کہانیاں ہیں جن کا حقیقت سے کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں اور ہرگز ہولی کو کوئی حیثیت دیتے ہوئے اس سے متعلق کسی قسم کی کوئی فاتحہ نہیں کرنا چاہیے۔ [فتاوی بحر العلوم ۱۶۲/۱]

دیوالی کے موقع پر کچھ لوگ مچھلی پکا کر فاتحہ پڑھواتے ہیں یہ بھی غلط ہے کہتے ہیں کہ دیوالی کے موقع پر کرنے دھرنے اور ٹوٹکے بہت ہوتے ہیں اور مچھلی پر فاتحہ پڑھنے سے وہ بے اثر ہو جاتے ہیں تو یہ سب جاہلانہ خیالات اور وہم پرستی کی باتیں اور ایک مسلمان کو ان سب سے بچنا ضروری ہے اگر دیوالی کے موقع پر مچھلی پر

فاتحہ کا رواج پڑ گیا تو کبھی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ گھروں کو سجانا اور روشنیاں کرنا ہندوؤں کی دیوالی ہو گی اور مچھلی پر فاتحہ مسلمانوں کی دیوالی لہذا ان دنوں میں کسی قسم کا کوئی نیا کام نہیں کرنا چاہیے اور عام حالات میں جیسے رہتے ہیں ویسے ہی رہنا چاہیے۔

کھانے کے شروع میں نمک یا نمکین

بعض روایات میں ہے کہ جب کھانا کھاؤ تو نمک سے شروع کرو اور نمک پر ختم کرو یہ ستر بیماریوں کا علاج ہے۔

کچھ حضرات اس سنت کی ادائیگی کے لیے کھانے سے پہلے اور بعد میں نمک چاٹنا ضروری خیال کرتے ہیں حالانکہ اس سنت کی ادائیگی کے لیے نمک چاٹنا ضروری نہیں بلکہ نمکین کھانا پہلے اور بعد میں کھالیا جائے تب بھی یہ سنت ادا ہو جائے گی کیوں کہ نمکین کھانے میں بھی نمک ضرور ہوتا ہے اور نمک جسے عربی میں ''ملح'' کہتے ہیں اس کے معنی نمکین اور کھاری چیز کے بھی آتے ہیں قرآن کریم میں سمندر کے پانی کے لیے فرمایا گیا۔

﴿هذا ملح أجاج﴾ [الفرقان۔۵۳]

اور یہ کھاری ہے نہایت تلخ۔ [کنزالایمان]

مولوی محمد حسین صاحب میرٹھی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت کے لیے سحری میں فیرنی اور چٹنی لائی گئی، میں نے پوچھا حضور چٹنی فیرنی کا کیا جوڑ۔ فرمایا نمک سے کھانا شروع کرنا اور نمک پر ہی ختم کرنا سنت ہے اس لیے یہ چٹنی آئی ہے۔ [حیات اعلیٰ حضرت ۱/۱۵۱ مطبوعہ برکات رضا پور بندر]

تو اعلیٰ حضرت کے نزدیک بھی اس سنت کی ادائیگی کے لیے نمکین کھانا

پہلے اور بعد میں کھانا کافی ہے نمک چاٹنا ضروری نہیں ورنہ وہ چٹنی کے بجائے نمک منگواتے۔

علامہ عالم فقری لکھتے ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین لقمے نمکین کھانے سے پہلے اور تین لقمے کھانے کے بعد بنی آدم کو بہتر (۷۲) بلاؤں سے محفوظ رکھتے ہیں۔ [آداب سنت۔۹۴]

• خلاصہ یہ کہ جب دستر خوان پر نمکین اور میٹھا سب طرح کا کھانا موجود ہو تو سنت ہے کہ پہلے نمکین کھائے پھر میٹھا اور بعد میں پھر نمکین اور اس سنت کی ادائیگی کے لیے یہی کافی ہے دستر خوان پر نمک رکھنے یا اس کو منگا کر چاٹنے کی ضرورت نہیں۔

ماتھے یا مانگ میں سندور

مسلمان عورتوں کو ماتھے پر سیندور لگانا اور سر کی مانگ میں سیندور بھرنا جائز نہیں کیوں کہ یہ غیر مسلموں کی عورتوں میں رائج ہے لہذا ایسا کرنے میں انکی مشابہت ہے اور حدیث پاک میں ہے جو جس قوم کی مشابہت کرے وہ انھیں میں سے ہے۔ [فتاویٰ امجلیہ ۴/۱۰۱]

بزرگوں کے نام کے چراغ جلانا

آج کل اس کا کافی رواج ہو گیا، کسی بزرگ کے نام کا چراغ جلا کر اس کے سامنے بیٹھتے ہیں یہ غلط ہے ہاں اگر اس چراغ جلانے کا کوئی مقصد ہو اس سے کسی راہ گیر وغیرہ کو فائدہ پہونچے یا دینی تعلیم حاصل کرنے پڑھنے پڑھانے

والوں کو راحت ملے یا کسی جگہ ذکر و شکر عبادت و تلاوت کرنے والوں کو اس سے نفع پہونچے تو ایسی روشنیاں کرنا بلاشبہ جائز بلکہ کار ثواب ہے اور جب اس میں ثواب ہے تو اس سے کسی بزرگ کی روح پاک کو ثواب پہونچانے کی نیت بھی کی جاسکتی ہے اعمال اور ظائف کی کتابوں میں جو آسیب وغیرہ کے علاج کے لیے چھوٹا چراغ اور بڑا چراغ روشن کرنے کے لیے لکھا ہے وہ الگ چیز ہے وہ کسی بزرگ کے نام سے نہیں روشن کیا جاتا۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ جو حضور غوث پاک وغیرہ کسی بزرگ کے نام کے چراغ جلا کر اس کے سامنے بیٹھنے کا معمول ہے یہ بے سند بے ثبوت بے مقصد ہے اور بے اصل ہے۔

حدیث پاک میں ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

من أحدث في أمرنا هذا ماليس منه فهو رد.

جو ہمارے دین میں کوئی ایسی بات نکالے جس کی اس میں اصل نہ ہو تو وہ مردود ہے۔ [ابن ماجہ ا/۳ حدیث ۱۷]

دلالی کا پیشہ

بیچنے اور خریدنے والے کے درمیان سودا کرانے والے کو دلال کہتے ہیں اس معاملے میں اس کو کچھ محنت اور دوڑ دھوپ بھی کرنا پڑتی ہے وقت بھی خرچ ہوتا ہے لہذا وہ اس کی اجرت لے سکتا ہے بیچنے والے سے یا خریدنے والے سے یا دونوں سے جیسا بھی وہاں رواج ہو ہر طرح جائز ہے لیکن یہ پیشہ کوئی اچھا کام نہیں اگرچہ حرام وناجائز بھی نہیں۔ [شامی ۷/۹۳ ر بہار شریعت ۱۱/۶۳۹ مکتبۃ المدینہ]

رشوت لینے اور دینے کا مسئلہ

حدیث پاک میں ہے:

لعن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم الراشی والمرتشی.

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رشوت دینے اور لینے والے پر لعنت فرمائی۔ [مشکوۃ باب رزق الولاۃ ص ۳۲۶]

لیکن یہ رشوت لینے دینے کی چار صورتیں ہیں۔

(۱) کوئی منصب یا عہدہ قبول کرنے کے لیے رشوت دینا اور لینا دونوں حرام ہیں۔

(۲) اپنے حق میں فیصلہ کرانے کے لیے حاکم کو رشوت دے یہ بھی دونوں کے لیے حرام ہے خواہ وہ فیصلہ حق پر ہو یا نہ ہو کیوں کہ فیصلہ کرنا حاکم کی ذمے داری ہے اس کے لیے اس کو کچھ لینا یا کسی کا اس کو کچھ دینا حرام ہے۔ افسروں کو کوئی کام کرنے کے لیے کچھ مال دینا اور ان کا لینا دونوں حرام ہیں۔

(۳) اپنے جان و مال عزت و آبرو کی حفاظت کے لیے کسی ظالم کو کچھ دینا پڑ جائے تو یہ دینا جائز ہے لیکن لینے والے کے لیے یہ بھی حرام ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص آپ کو گالی گلوج کرتا ہو، لوٹنے مارنے کی دھمکی دیتا ہو، اس وقت اس کو کچھ دے کر آپ اپنے جان و مال کی حفاظت کرلیں تو یہ جائز ہے حاکموں افسروں کو جو کچھ دیا جاتا ہے یہ تو بہر حال سب رشوت ہے اور حرام ہے خواہ اپنا حق حاصل کرنے یا اپنے حق میں

صحیح فیصلہ کرانے کے لیے دے کیوں کہ حق فیصلہ کرنا اس کے ڈیوٹی ہے۔

(۴) کسی شخص کو اس لیے رشوت دی کہ وہ اس کو بادشاہ یا حاکم تک پہونچادے تو یہ دینا جائز ہے لیکن لینے والے کے لیے حرام ہے۔

[فتاوی رضویہ جدید ۱۸/ ۴۶۹، شرح صحیح مسلم مولانا غلام رسول سعیدی ۵/ ۷۰]

دو بے سند حدیثیں

(۱) حب الوطن من الایمان.

وطن کی محبت ایمان سے ہے۔

(۲) ذابح بقر اور قاطع شجر والی حدیث یعنی جس حدیث میں گائے ذبح کرنے والے یا پیڑ کاٹنے والے کی بخشش نہیں بیان کیا جاتا ہے۔

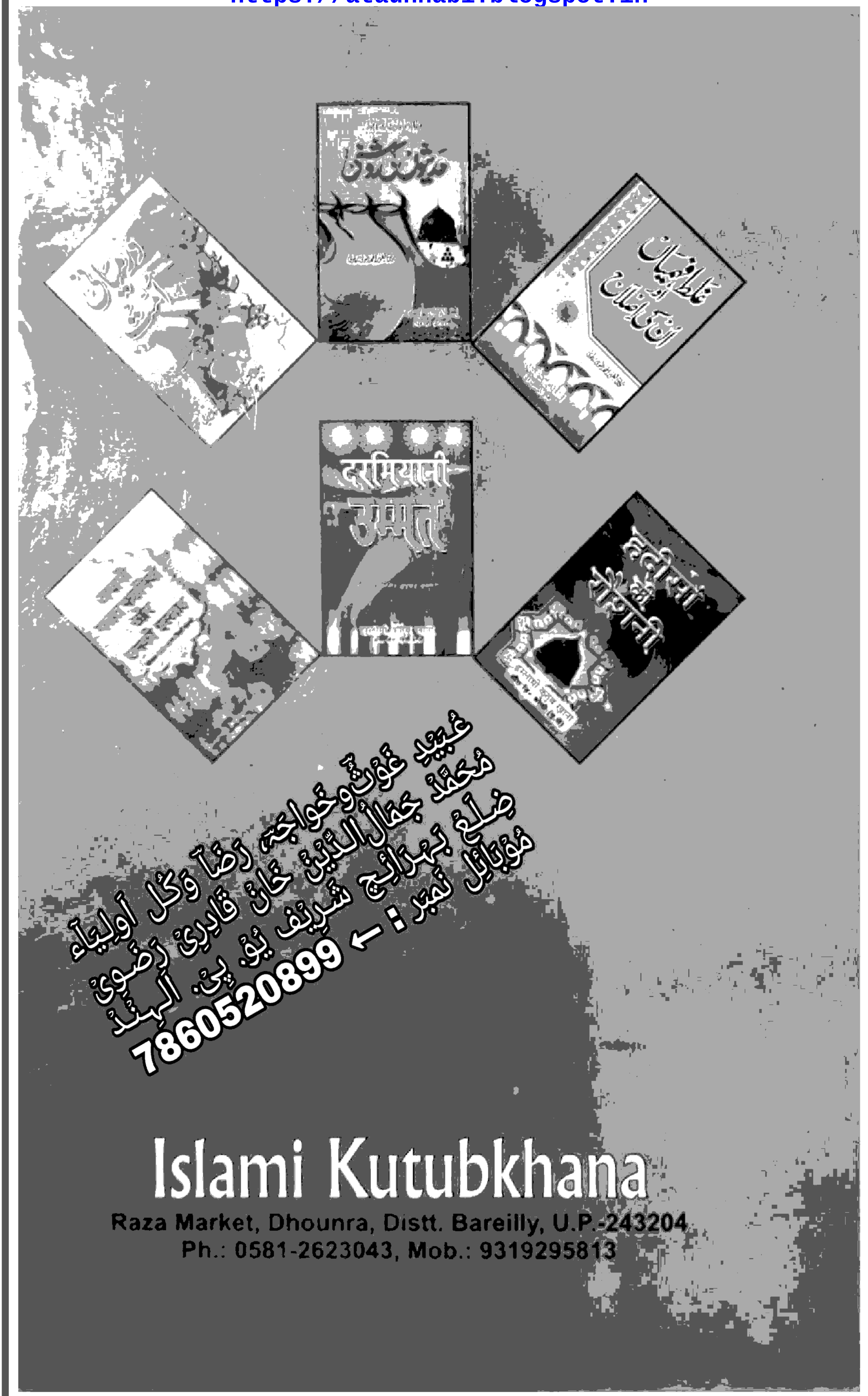
اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

حب الوطن من الایمان.

وطن کی محبت ایمان کا حصہ ہے نہ حدیث سے ثابت ہے نہ ہرگز اس کے یہ معنی۔ [فتاوی رضویہ جدید ۱۵/ ۲۹۶]

اور فرماتے ہیں:

ذبح کا پیشہ شرعاً ممنوع نہیں نہ اس پر کچھ مواخذہ ہے اگر چہ گائے ذبح کرنے کا پیشہ ہو وہ جو حدیث لوگوں نے دربارۂ ذابح بقر و قاطع شجر بنا رکھی ہے محض باطل و موضوع ہے۔ [فتاوی رضویہ جدید ۲۰/ ۲۵۰]


दरमियानी उम्मत
عُبَیدِ غَوث وَخواجہ رَضاؔ وَکُل اَولِیاءؔ
مُحَمَّدْ جَمَالُ الدِّیْن خَانْ قَادِرِیْ رَضْوِیْ
ضِلعِ بَہرائِچ شَرِیف یُو. پِیْ. اَلہِنْد
مُوبَائِل نمبر : ← 7860520899
Islami Kutubkhana
Raza Market, Dhounra, Distt. Bareilly, U.P.-243204
Ph.: 0581-2623043, Mob.: 9319295813

ग़लत फ़हमियाँ और उनकी इस्लाह

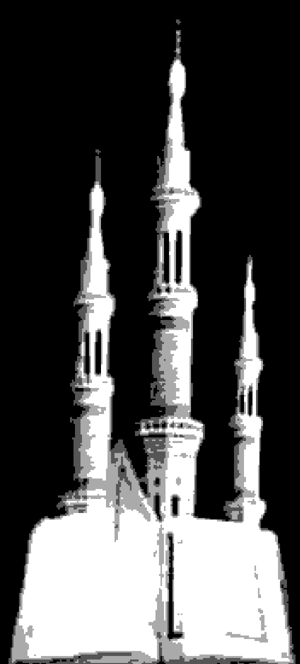
(मुकम्मल)

उ़बैदे ग़ौसो ख़्वाजः रज़ा व कुल औलिया
महम्मद जमालुद्दीन ख़ान क़ादिरी रज़वी
ज़िलअ़ बहराइच शरीफ़ यूपी, अल-हिन्द
मोबाइल नम्बर +917860520899

मुरत्तिब
मौलाना तत्हीर अहमद बरेलवी

अवामी

ग़लत फ़हमियाँ और उनकी इस्लाह



मौलाना तत्हीर अहमद रज़वी बरेलवी

मकतबा इमामे आज़म
425, मटिया महल, जामा मस्जिद, दिल्ली-6

इस्लामी कुतुब खाना
बरेली (यू.पी.)

उबैदे ग़ौसो ख़्वाज: रज़ा व कुल औलिया
महम्मद जमालुद्दीन ख़ान क़ादिरी रज़वी
ज़िलअ़ बहराइच शरीफ़ यूपी, अल-हिन्द
मोबाइल नम्बर +917860520899